عقیدۂ علمِ غیب

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)
(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی' یادگارِ رازی' مفتی سوادِ اعظم' تاجدارِ اہلسنت' امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : عقیدۂ علمِ غیب
خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ
(جامعہ نظامیہ حیدرآباد رجب المرجب ۱۳۹۵ ہجری)
تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی
نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں
سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح واضافت ہے
تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی
ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)
اشاعت اُول : جنوری ۲۰۱۰ قیمت: 60 روپے

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی کی تصنیف

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِیْن (من اٰیاتِ القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی وبُری آفت نفاق ہے نفاق سب سے مہلک' خطرناک' موذی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے۔ نفاق انسان کے ذہن وفکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا دَھارا ہی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک فتنہ انگیز' فتنہ گر' فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی متزلزل اور خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں' جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں' ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص علامات نفاق' منافقانہ اعمال وافعال' منافقت اور تقیہ' مصالحت اور صلح کلیت کی پالیسی' خارجیت اور منافقت' فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ ...... دورِ حاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ بے نقاب کردیا گیا ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
وراثت کا مسئلہ	۷	انبیاء علیہم السلام، فرشتوں کو	۴۷
انبیاء کے وارث	۸	انسانی شکل میں بھی پہچانتے ہیں	
منصبِ رسالت ﷺ	۱۰	حضور ﷺ ہماری باتیں سُنتے ہیں	۴۷
علماء اور اولیاء	۱۶	اللہ رسول تمہارے اعمال دیکھ	۴۸
عالمِ نزع میں شیخِ کامل کی توجہ	۱۹	رہے ہیں	
عالمِ ارواح، عالمِ شہادت اور عالمِ آخرت	۲۳	مظہر صفات الٰہیہ	۴۹
نبی کی ضرورت	۲۴	رسول کی موت وحیات میں کوئی	۴۹
ماننے کے لئے دیکھنا ضروری نہیں	۲۹	فرق نہیں	
فتوحات کی خوشخبری	۳۱	شرک ہر حال میں شرک ہوگا	۵۰
خلافتِ فاروقی اور بشارتیں	۳۲	رسول اللہ ﷺ کی شہادتِ توحید	۵۱
خلافت تیس برس ہوگی	۳۵	نگاہِ رسالت ﷺ سے کوئی غیب	۵۵
ایمان ونفاق کا علم	۳۷	چھپ نہ سکا	
مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے مکہ مکرمہ میں	۳۷	حضور ﷺ نے مومنین اور	۵۸
ہونے والی گفتگو کا علم		کفار کو پہچان لیا	
مدینہ منورہ سے جنگِ نہاوند کا مشاہدہ	۳۹	حضور ﷺ دُرود شریف کو سُنتے ہیں	۶۴
کافروں کے گھیرے میں پُرسکون نیند	۴۲	حضور ﷺ کی بصارت وسماعت	۶۶
علمِ غیب تفاسیر کی روشنی میں	۴۴	ہر مجلس میں رسول کا پہونچنا	۷۱
حجرِ اسود کی گواہی	۴۵	مومن کی فراست	۷۳
شہادت اور فتح کی خبر	۴۵	سیدنا غوث اعظم نے خواب کی	۷۴
انبیاء علیہم السلام کی رُوحانی کیفیات	۴۶	کیفیت ملاحظہ فرمائی	

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
نبی کے معنیٰ	۷۷	محشر میں لے جانے والی آگ	۱۳۴
اُمّیٖ کا معنیٰ	۸۲	میدان حشر میں نور اور ظلمت	۱۳۵
رسول نے علم کس سے حاصل کیا	۸۷	کے اسباب	
اہلسنت جماعت اور توحیدِ الٰہی	۸۹	ہر چیز کا علم	۱۳۷
ذاتی اور عطائی علمِ غیب	۹۶	قبروں کے حالات کا علم	۱۴۲
حضور نبی کریم ﷺ کی گواہی	۱۰۲	کل خیبر کس کے ہاتھوں فتح ہوگا ؟	۱۴۵
علمِ غیب پر ایک صوفیانہ نکتہ	۱۲۰	خشوع وخضوع کا علم	۱۴۵
ابتدائے خلق سے جنّت اور دوزخ میں	۱۲۰	وادی نجد۔۔۔ نگاہ نبوت میں	۱۴۷
پہنچنے تک کا علم		خارجی فرقہ سے حضرت علی رضی	۱۴۹
تمام انبیاء کا علم اور اُن کی تصدیق	۱۲۶	اللہ عنہ کی جنگ	
حضرت امام مہدی کے ظہور کی غیبی خبر	۱۲۷	رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر	۱۵۲
دجّال کے نکلنے کی غیبی خبر	۱۲۸	اعتراض کرنے والوں کے متعلق	
دجّال کا رُعب مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا	۱۲۹	احادیث	
دجّال ملک شام میں ہلاک ہوگا	۱۲۹	جس شخص نے آپ کی تقسیم پر	۱۵۴
عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کی غیبی خبر	۱۳۰	اعتراض کیا' آپ نے اُس کو سزا	
یاجُوج ماجُوج کے نکلنے کی غیبی خبر	۱۳۱	کیوں نہیں دی ؟	
تین زلزلوں کی غیبی خبر	۱۳۲	اپنے وصال اور اہلبیت میں سے	۱۵۶
آسمان سے دھواں نکلے گا	۱۳۲	پہلے وصال کرنے والے کا علم	
سورج کے مغرب سے نکلنے کی غیبی خبر	۱۳۳	کس زوجہ کا پہلے وصال ہوگا ؟	۱۵۹
دَابَّةُ الْاَرض کے نکلنے کی غیبی خبر	۱۳۳	سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی	۱۶۰
قیامت سے ۴۰ سال پہلے ٹھنڈی ہوا چلے گی	۱۳۴	شہادت کی خبر	

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر	۱۶۰	مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح	۱۷۹
ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنّتی ہیں	۱۶۱	کرانے والا	
رسول کے علمِ غیب کو مان کر مسلمان ہوئے	۱۶۴	منافق کی موت کا علم	۱۸۰
بھیڑیئے کی خبر پر یہودی کا اسلام قبول کرنا	۱۶۶	زہر آلود بریاں بکری	۱۸۲
علاقوں کی فتح کا علم	۱۶۷	غیبی بارش کا مشاہدہ	۱۸۳
قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا راہ خدا میں خرچ کرنا	۱۶۸	کعبہ کی کلید اور تا قیامت غیبی خبر	۱۸۳
اُمت کے شرک میں مبتلا نہ ہونے کا علم	۱۶۸	رحمۃ للعالمین کے لئے سارے	۱۸۴
امام اعظم ابوحنیفہ کی پیشن گوئی	۱۷۰	عالم کا علم ضروری	
جنّتی دیہاتی	۱۷۱	علمِ غیب پر اعتراض، منافقین کا طریقہ	۱۸۵
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے جنّتی ہونے کا علم	۱۷۲	حضور ﷺ دُور والوں کو دیکھتے،	۱۸۷
انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے علاوہ اہل جنّت	۱۷۲	جانتے اور مدد کرتے ہیں	
کے سردار کا علم		عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا گم ہونا	۱۹۰
جنّتی جوانوں کے سردار کا علم	۱۷۳	سانحہ افک	۱۹۳
ستر ہزار بغیر حساب جنّت میں داخل ہوں گے	۱۷۴	عبداللہ ابن ابی کی فتنہ انگیزی	۱۹۳
اہلِ جنّت کی صفوں کی تعداد کا علم	۱۷۴	سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت	۱۹۳
اسلام کی کیفیت	۱۷۵	حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا	۱۹۸
ادنیٰ درجے کا جنّتی	۱۷۵	صفائی پیش کرنا	
دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا	۱۷۶	منافقین کی دُعائے مغفرت کی ممانعت	۲۱۱
شبِ براءت	۱۷۷	منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت	۲۱۳
سب سے آخری جنّتی	۱۷۸	اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی	۲۲۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اے حُسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن وجمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا	وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِىۡ
آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا	وَاَكۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءِ
خالقِ حُسن وجمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے	خُلِقۡتَ مُبَرَّءً مِّنۡ كُلِّ عَيۡبٍ
گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلّاق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔	كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ

(سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰى شَفِيۡعِنَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّد
مَنَّ عَلَيۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَيَّدَهٗ بِاَيۡدِهٖ اَيَّدَنَا بِاَحۡمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی
اَرۡسَلَهٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَهٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوۡا عَلَيۡهِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ سَرۡمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کر دے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھیئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

اے مرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پُکارے   تم ہمارے ہم تمہارے
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

علمِ غیب

(Knowledge of Unseen)

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ من كان نبياً وءادم بين المآء والطين وعلىٰ آلهٖ واصحابهٖ اجمعين . أما بعدُ فقد قال الله تعالىٰ
﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (نسآء/۱۱۳) (اور اے حبیب ﷺ ! اللہ نے آپ (ﷺ) کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

وقال رسول الله ﷺ العلماء ورثة الانبياء علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن على ذلك من الشاهدين۔

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

روشن زمیں ہوئی تو حسین آسماں ہوا   نورِ رُخِ نبی سے منور جہاں ہوا
اگر خموش رہوں مَیں، تو تو ہی سب کچھ ہے   جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

وراثت کا مسئلہ : یہ وراثت کا مسئلہ بھی عجیب ہے، اس کو سمجھنا چاہئے، مثال کے طور پر اگر ہمارے والد کچھ چھوڑ کر نہ جائیں تو ہمیں وراثت میں کیا ملے گا؟ ہم جس کے وارث ہیں اگر اُس نے ہمارے لئے کچھ نہ چھوڑا، نہ کوئی جائیداد چھوڑی، نہ کوئی زمین چھوڑی، نہ کوئی اور چیز چھوڑی ہے تو پھر بتلاؤ ہمیں کیا ملے گا؟ اگر انہوں نے تھوڑا سا سرمایہ چھوڑ بھی دیا تو ہمیں اس سے زیادہ کی توقع بھی نہ کرنا چاہیے۔ وراثت میں جو چیز ملتی ہے وہ مورث کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ اگر مورث کے پاس ہی کچھ نہ ہو تو وارث کو کیا ملے گا؟

انبیاء کے وارث : ایک ایسی عظیم ہستی ہے جس کا اس زمین کے اُوپر اور آسمان کے نیچے ایک بہت بڑا دربار ہے جس نے اپنے کچھ وارثین کے لئے نشاندہی کی ہے اور انہوں نے ارشاد فرمایا **العلماء ورثة الانبیاء** علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ کس بات میں وارث ہیں؟ کیا انہیں خزانہ ملا ہے یا کوئی سرمایا ملا ہے؟ نہیں، یہ وراثت علم کی ہے۔ یہ علم بارگاہ رسالت ﷺ سے منتقل ہو کر علماء کے سینے میں جگہ پائی ہے۔ اگر اس بارگاہ ہی میں کچھ نہ ہو تو پھر وارثین کو کیا ملے گا۔ پتہ یہ چلا کہ جو حضور اکرم ﷺ کے علم فراواں یعنی زیادتیِ علم کا قائل ہو تو صحیح معنوں میں وراثت سے اُن ہی کو حصہ ملے گا اور جو یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو کچھ علم ہی نہیں ہے تو یہ وراثت سے کیا پائے گا۔ جو مورث کے پاس بھی نہ ہو تو وارث کو کیا ملے گا۔ جب ہی تو یہ جاہل نظر آتے ہیں۔ علماء کی برتری وعظمت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ یہ نبی ﷺ کے وارث ہیں۔ علماء کی شان کیا بتلاؤں، جو طالب علم، علماء کے آگے زانو تلمذ تہہ کرتا ہے اُس طالب علم کے پاؤں کے نیچے فرشتے پَر بچھاتے ہیں۔ اُس کے سَر پر فرشتے اپنے پَروں کا سایہ ڈالتے ہیں۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **العلم افضل من العبادة** علم عبادت سے افضل ہے۔ اس لئے کہ عابد، عبادت کر کے اپنے کو بچاتا ہے اور علماء، علم پھیلا کر مخلوق کو بچاتے ہیں۔ عابد کی مثال ایسی ہے جیسے دریا میں بہتا ہوا پتا، جس کو ہم دیکھتے ہیں، جو ڈوبے گا نہیں، کنارے پر پہنچ جائے گا، اُسے موجیں ڈوبا نہیں سکتی مگر کسی نے اگر اُس کا سہارا لیا تو وہ بھی ڈوبے گا اور یہ بھی ڈوب جائے گا۔ اُس کو تنہا ہی نکل جانے دو۔ وہ کسی کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر عالم جب بہتا ہے تو جہاز بن کر بہتا ہے اگر لپٹ جاؤ تو تم بھی پار ہو جاؤ، وہ بھی پار ہو جائے گا۔

❁ ☆☆ علم ہی وہ عطیہ الٰہی ہے جس کی بدولت انسان اشرف المخلوقات کے لقب

سے ملقب ہوا۔ اگر علم جیسے بے بہا عطیہ سے انسان سرفراز نہ کیا گیا ہوتا تو اُس میں کوئی خوبی نہ ہوتی‘ انسانیت وحیوانیت کا فرق مٹ جاتا‘ زندگی گذارنا دوبھر ہو جاتا‘ ’علم‘ حیات بلکہ موجبِ حیات ہے اور ’جہل‘ موجبِ موت بلکہ خود موت ہے۔ صاحبِ علم مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے حالانکہ مٹی کے نیچے اُس کے اعضاء ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں …… اور جاہل مردہ ہے جب کہ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے‘ اُس کا شمار زندوں میں ہوتا ہے حالانکہ وہ معدوم ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من صار بالعلم حیاً لم یمت ابداً** جو علم سے زندہ ہوگا وہ کبھی نہیں مرے گا۔

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ   اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

علم دِلوں کی زندگی‘ آنکھوں کی روشنی اور سینوں کی تابندگی ہے۔ علم اطمینانِ قلبی کا ذریعہ ہے۔ علم وہ میزان ہے جس میں اقوال واحوال اور اعمال وزن کئے جاتے ہیں۔ علم ہی وہ حاکم ہے جو شک ویقین اور ہدایت وگمراہی میں فیصلہ کرتا ہے۔ علم ہی حلال وحرام اور جائز وناجائز میں فرق بتاتا ہے۔ علم ہی کے ذریعہ انسان احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ علم ایسا نور ہے جس کے ذریعہ انسانی اذہان کی تاریکیاں کافور ہوتی ہیں اور وہ اپنے مطلوب کو بآسانی پا لیتا ہے۔ علم حیاتِ انسانی کا وہ چراغ ہے جس کے بغیر انسان اپنی کشتی حیات کو کسی ساحل نجات پر نہیں پہنچا سکتا بلکہ جہالتوں کے تاریک بھنور میں گھٹ گھٹ کر ہلاک ہوسکتا ہے یعنی حیات انسانی کی کوئی بھی سمت بغیر علم کے متعین نہیں ہوسکتی‘ خواہ دینی ہو یا دُنیاوی‘ امور خارجی ہوں یا داخلی‘ سماجی ہوں یا وحدانی‘ کسی بھی سمت کا بامقصد تعین بغیر علم کے ناممکن ہے۔

جو شخص تحصیلِ علم کی مشکلات کا متحمل نہیں ہوسکتا اُسے جہل کی سختیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

علم کی فضیلت وعظمت ہر دور میں رہی۔ انسان کی عظمت علم ہی میں پوشیدہ ہے۔ علم انسان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ علم خدا کا عرفان عطا کرتا ہے۔ صراط مستقیم پر چلاتا ہے اور خدائے تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ علم باعثِ شرافتِ انسانی ہے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا **مَنِ النَّاسُ** یعنی آدمی کون ہے؟ فرمایا' علماء'۔

منصبِ رسالت ﷺ :

﴿كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ﴾ (البقرۃ/۱۵۱)

جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسُول تم میں سے پڑھ کر سُناتا ہے تمھیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں۔

تعمیر کعبہ اللہ کے وقت حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے لئے یہ دُعا فرمائی :

﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ﴾ (البقرۃ/۱۲۹)

اے ہمارے رب ! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسُول انھیں میں سے تاکہ پڑھ کر سُنائے انھیں تیری آیتیں اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کردے انھیں۔

﴿لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ﴾ (ال عمران) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اُس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے' پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وَحکمت)۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ﴾ (الجمعۃ)

وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا اُمیّوں میں ایک رسول، انہیں میں سے جو پڑھ کر سُناتا ہے، انھیں اُس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُن (کے دِلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت۔

تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور تربیت صالحہ سے یہ مبارک عالمگیر اسلامی انقلاب رُو پذیر ہوا۔ فقط قرآن کریم پڑھ لینا اور سیکھ لینا ایمان اور طہارت قلبی نہ دے گا بلکہ پاک فرمانا حضور ﷺ کا فعل ہے۔ حضور ﷺ ہر طرح کی پاکی بخشتے ہیں، آفتاب اپنی شعاع سے زمین کو پاک کرتا ہے، پانی جس پر توجہ کرے پاک کردے۔ یہ آفتابِ رسالت، چشمۂ رحمت ہیں جس پر توجہ فرمائیں پاک کردیں۔ فریضۂ رسالت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ اپنی نگاہِ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور مطہر کردیں۔ حضور نبی الرحمہ سیدالمرسلین ﷺ کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرہ پر نظر ڈالتا ہے جو حضور ﷺ کے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور ﷺ سے ریگزارِ عرب کے حقیر ذرّے آفتاب ومہتاب بن کر چمکنے لگے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ﴿یُزَکِّیْهِمْ﴾ سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرمادیا جو نبوت کی نگاہِ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسّر آتا ہے۔ اولیائے کرام اپنے مریدین پر اسی سُنّتِ نبوی کے مطابق انوار کا القا کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے دل اور اُن کے نفوس پاک اور طاہر بن جاتے ہیں۔

حضور ﷺ دوسرے معلموں کی طرح صرف سبق دے کر چھوڑ نہیں دیتے بلکہ ظاہری باطنی پاکی فرماتے ہیں تزکیہ فرماتے ہیں۔ وہ تمہارے جسموں کو ظاہری گندگیوں سے پاک فرماتے ہیں کہ تمہیں پاکی کے طریقے سکھاتے ہیں اور تمہارے دلوں کو گندے اخلاق اور عیوب سے اور خیالات کو شرک وکفر وغیرہ سے صاف فرماتے ہیں یا دُنیا میں تمہارے فضائل بیان کرتے ہیں کہ تم بہترین اُمت ہو اور آخرت میں بھی رب تعالیٰ کے سامنے تمہاری صفائی بیان فرمائیں گے کیونکہ وہ تمہارے ظاہری باطنی حالات سے خبردار ہیں۔ (تفسیر کبیر)

﴿**وَيُـــزَكِّيهِـمْ**﴾ اُن سے اچھے اعمال کرا کر ان کے جسموں اور دِلوں اور سینوں اور خیالات اور وہم وغیرہ کو بھی پاک فرما دے۔ خیال رہے کہ **یزکی** زکوٰۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں صاف کرنا اور بڑھانا اسی لئے فرض صدقہ کو زکوٰۃ کہتے ہیں کہ اُس سے باقی مال صاف بھی ہو جاتا ہے اور بڑھتا بھی ہے' یہاں اس کے چند معنی ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں اعمال صالحہ کرا کر اور اچھے عقیدے بتا کر کفر اور گناہوں کے میل سے پاک کرنا (رُوح البیان) دوسرے یہ کہ اُن کے لوحِ دِل کو دُنیوی کدورت سے ایسا صاف کر دے جس سے کہ سارے حجاب اٹھ جائیں پھر آئینہ قلبی میں غیبی چیزیں نقش ہوں اور بغیر سیکھے سکھائے انہیں علم حاصل ہو۔ اور حقائق خود بخود ان میں جلوہ گر ہو جائیں (عزیزی) تیسرے یہ کہ قیامت کے دن وہ رسول تیری بارگاہ میں اُن کے گواہ صفائی ہوں ﴿**وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا**﴾ ابراہیم علیہ السلام کی اس ترتیب سے اس طرف اشارہ ہے کہ بندے آیات قرآنیہ تلاوت کر کے علم وحکمت سیکھ کر بھی پاک نہیں ہو سکتے' جب تک کہ حضور ﷺ کی نگاہ انہیں پاک نہ کرے' اسی لئے تلاوت وغیرہ کے بعد تزکیہ کا ذکر فرمایا۔ اس تزکیہ کو حضور پاک ﷺ کی طرف منسوب کیا

خیال رہے کہ ظاہری پاکی کو طہارت اور قلبی پاکی کو طیب کہا جاتا ہے۔ مگر جسمانی، قلبی، رُوحانی خیالات وغیرہ کی مکمل پاکی کو تزکیہ کہتے ہیں۔ مُردار جانور کا گوشت، کھال سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے مگر مُزکّی نہیں، مُزکّی فرما کر بتایا گیا کہ وہ محبوب ﷺ مسلمانوں کو ہر طرح پاک وصاف کریں اور ﴿یُزَكِّيۡهِمۡ﴾ کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا حضور انور ﷺ ہر مسلمان کے ایمان تقویٰ اور سارے اعمال سے خبردار ہیں کیونکہ گواہ کی صفائی وہ بتا سکتا ہے جو گواہ کے سارے حالات سے خبردار ہو۔

یہ کہنا جائز ہے کہ حضور ﷺ تمام عالم کو پاک فرماتے ہیں، انہیں علم حکمت اور خدا کی ساری رحمتیں دیتے ہیں جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوا۔ ☆☆﴾

﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ﴾ (التوبۃ/۱۰۳)

اے محبوب! جو لوگ اپنے اموال کو لیکر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اُن کے اموال کے صدقہ کو قبول کرلو اور اُن کو پاک وصاف کردو اور اُن کے لئے دُعا کرو اس لئے کہ تمہاری دُعا اُن کے دِلوں کا چین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ اُن کے صدقہ کو قبول فرمایئے اور اس طرح اُن کو گناہ کی نحوست سے پاک کیجئے اور اُن کے دل کے آئینہ پر گناہ کا جو گرد وغبار ابھی باقی ہے اُسے دُور فرما کر اُسے صاف شفاف کر دیجئے۔

اگر آپ ظاہر کو صاف کریں تو یہ ہے طہارت اور اگر باطن کو صاف کریں تو یہ ہے تصفیہ۔ اے محبوب! آپ اُن کا ظاہر بھی صاف کردو اور اُن کا باطن بھی صاف کردو۔ آسمان کا سورج ہزارہا میل سے گندی زمین کو سُکھا کر پاک کرسکتا ہے تو وہ دونوں جہاں کا سچا سورج (سراجا منیرا ﷺ) اپنے ساتھیوں کو کیونکر نہ پاک فرمادے۔ حضور ﷺ

پھر تمھیں شرک بُت پرستی کفر وگندے اخلاق، بدتمیزی، عداوت، آپس کے جھگڑے جدال، جسمانی گندگی غرض کہ ہر ظاہری اور باطنی عیوب سے پاک فرماتے ہیں۔ پاکیزگی صرف نیک اعمال سے نہیں ملتی، وہ تو حضور انور ﷺ کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے۔ نیک اعمال، پاکیزگی کا ذریعہ ہیں جیسے قلم خود نہیں لکھتا بلکہ کاتب اُس کے ذریعہ لکھتا ہے۔ صابن کپڑا خود نہیں دھوتا بلکہ دھونے والے کا ہاتھ اُس کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھو! یہ قاعدہ تا قیامت جاری ہے۔ باطنی گندگی سے مُراد دِلوں کے امراض ہیں۔ رسول ظاہر کو بھی پاک وصاف کرتے ہیں اور باطن کو بھی۔ امراض کو بڑھنے دیا اور اُس کا علاج نہ کیا تو جس طرح جسمانی بیماریاں، جسمانی موت کا باعث بنتی ہیں اسی طرح باطن کا مرض قلب ورُوح کا گھلا گھونٹ کر رکھ دیتا ہے۔ ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾

لغت میں بدن کی اس عارضی حالت کو 'مرض' کہتے ہیں جس کی وجہ سے اُس کے طبعی کاموں میں خلل پڑ جائے، جیسے کہ بخار، جسم انسانی کو طبعی کاموں سے روک دیتا ہے لیکن مجازاً ان نفسانی عوارضات کو بھی کہہ دیتے ہیں کہ جو نفس کے کمالات کو ختم کر دیں جیسے جہالت، بدعقیدگی، حسد، بغض، دُنیا کی محبت، جھوٹ اور ظلم وغیرہ کہ ان کی وجہ سے نفس کے کمالات زائل ہو جاتے ہیں اور کبھی یہ عیوب کفر تک بھی پہنچا دیتے ہیں جو کہ رُوحانی موت ہے۔ دل کی بیماریاں چند قسم کی ہیں، ایک وہ کہ جن کا تعلق اخلاق سے ہے جیسے کہ حسد کینہ وغیرہ۔

دوسرے وہ کہ جن کا تعلق افعال سے ہے جیسے کہ بُرے ارادے۔

حضور انور ﷺ ظاہری وباطنی تمام امراض وگندگیوں کو پاک وصاف کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے جب بات پاک وصاف کرنے کی آئی تو رسول کو یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ دل میں کیسی گندگی ہوتی ہے اور دِل میں کیسی کدورتیں ہوتی ہیں۔ دِل کی کیا خباثتیں

ہوتی ہیں، حضور انور ﷺ کو تو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ اگر ہمیں پتہ نہ چلے کہ کس چیز سے کیا چیز ناپاک ہوتی ہے تو پاک کرنے کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے۔ لہذا پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول ان خرابیوں کو بھی دیکھیں جو قالب سے متعلق ہیں اور ان خرابیوں کو بھی دیکھیں جو قلب سے متعلق ہے اور وہ جب قلب اور قالب کی برائیوں کو دیکھیں گے تب ہی تو وہ پاک کرسکیں گے۔ تو خدا نے حکم دیا کہ قالب کو بھی سنوارو اور قلب کو بھی سنوار دو۔ ظاہر کو بھی سنوارو، باطن کو بھی سنوار دو۔ تو اب حضور انور ﷺ کے لئے ضروری ہوگیا کہ ظاہر اور باطن کا بھی علم رکھے اور اُس کو صاف کرنے کا کیا ذریعہ ہے وہ بھی جانے۔ علاج بھی جانے اور مریض کے مرض کو بھی سمجھے۔ باطن کا معاملہ تو ایسا ہے کہ گمراہی کا بھی تعلق دِل سے ہے اور ہدایت کا بھی تعلق دل سے ہے۔ اگر دِل گمراہ ہے تو سارا جسم گمراہ ہے۔ اگر دِل ہدایت یافتہ ہے تو سبھی ہدایت یافتہ۔ اس لئے دِل کو بڑی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ کے رسول نے یہاں تک فرمایا دیا کہ انسان کے پہلو کے اندر ایسا لوتھڑا ہے، ایک ایسا حصہ ہے، ایک ایسا ٹکڑا ہے جو عجیب وغریب ہے۔ اگر وہ فاسد ہے تو سارا جسم فاسد ہوجاتا ہے۔ اگر وہ صالح ہو تو سارا جسم صالح ہوجاتا ہے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ 'دِل' ہے۔

اے محبوب ! اُن کے دل کو صاف و پاک کردو **تُطَهِّرُهُمْ** طہارت دے دو۔ یاد رکھو کہ عبادت سے طہارت نہیں ملتی، عمل سے طہارت نہیں ملتی۔ اگر رسول تمہیں پاک کرنا نہ چاہیں تو تمہیں پاکی نہیں ملتی۔ تمہارا علم تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔ تمہارا عمل تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔ تمہاری ریاضت تمہیں پاک نہیں کرسکتی اور تمہارا مجاہدہ تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔ آپ کہیں گے کہ یہ عجیب وغریب بات ہے کہ علم اور پاک نہ کرے ! عبادت اور پاک نہ کرے ! ریاضت اور پاک نہ کرے! سجدے اور

پاک نہ کرے۔ نیک عمل اور پاک نہ کرے۔ اگر یہ کہیں گے تو ایک عبادت والا‘ ایک علم والا خود آ کر یہ کہے گہ کہ میرے پاس بھی علم تھا مگر کچھ کام نہ آیا۔ میرے پاس بھی عبادت تھی مگر کچھ کام نہ آئی۔ کون ہے جو اُس کی عبادتوں کا شمار کر سکے...... مگر اُس کی عبادت اُس کے کام نہ آئی‘ اور اُس کا عمل اُس کے کام نہ آیا۔ اُس کا اتنا علم کہ فرشتوں کو سکھائے اور عبادت ایسی کہ فرشتوں میں مل جائے مگر توہینِ مصطفٰے اور توہینِ نبی کا اِرتکاب کیا تو نہ اُسے علم بچا سکا نہ عبادت بچا سکی۔ جب کہ وہ ملائکہ میں شمار کر کے نکالا جا سکتا ہے تو کوئی مومنین میں شمار کر کے کیوں نہیں نکالا جا سکتا۔

علماء کرام اور اولیاء عظام : اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع فرما کر حضور سید المرسلین ﷺ پر اس سلسلہ کو ختم فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند فرما دیا‘ تاہم ہدایت کا دَروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہے۔ حضور ﷺ اِصلاحِ باطن اور اِصلاحِ ظاہر کے لئے تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ دِینی علوم‘ رُوحانی علوم‘ تمام علوم کا مرکز ہیں۔ چونکہ اب دُنیا میں کوئی نیا نبی اور رسول تشریف نہیں لائے گا اس لئے حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ہماری نگاہوں سے روپوش ہونے کے بعد ہدایت و اصلاح کا یہ کام اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کے دو عظیم گروہوں کے سپرد فرمایا۔ ایک کی توجہ ہے قلب کی طرف‘ اور ایک کی توجہ ہے قالب کی طرف۔ ایک ہے جو قلب کی صفائی کر رہا ہے اور ایک ہے جو قالب کی نقش و نگار اُتار رہا ہے۔ ایک ہے علماء کی جماعت اور ایک ہے مشائخ (اولیاء) کی جماعت۔ اولیاء کی نظر قلب پر اور علماء کی نظر قالب پر۔ ظاہر کی اصلاح کی ذمہ داری علمائے دِین کے سپرد ہوئی جب کہ باطن کی اصلاح کا کام صوفیاء و اولیاء کو سونپا گیا۔

﴾☆☆☆ جن پاکانِ اُمت کو دِین کے ظاہر کی حفاظت پر مامور فرمایا گیا‘ وہ علماء‘ مفسرین‘ محدثین‘ مجددین‘ مجتہدین‘ مجاہدین‘ مصلحین اور مبلغین کہلاتے ہیں جب کہ جن نفوس قدسیہ کے دَم قدم سے دِین کا باطنی نظام رواں دواں ہے وہ صوفیاء‘ فقراء‘ اولیاء (غوث وقطب) کہلاتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ (علماء واولیاء) ہر دَور میں اپنا فریضہ بڑی جانفشانی اور محنت سے ادا کرتے چلے آ رہے ہیں۔

نماز‘ روزہ‘ حج‘ زکوٰۃ کے مسائل سے آگاہی‘ دِین کی ترویج واشاعت‘ عقائد کی دُرستگی‘ شریعت کا نفاذ اور مساجد ومدارس کا قیام علماء فرماتے رہے‘ جب کہ اخلاص نیّت‘ حضورِ قلب‘ توکل‘ صبر وَشکر‘ تسلیم وَرضا‘ یقین وَاحسان‘ فنا وَبقا‘ تزکیہ وَتصفیہ اور منازلِ سلوک اولیاء وصوفیاء طے کرواتے رہے۔ آسمان کی زینت چاند اور تاروں سے ہے تو زمین کی زینت اولیاء اللہ سے ہے۔ ظاہری نور چاند وسورج سے ملتا ہے اور باطنی نور اولیاء اللہ سے ملتا ہے۔ کشتی بغیر ملاّح کے نہیں چل سکتی ہے اسی طرح حیات کی کشتی اولیاء اللہ کے بغیر منزلِ مقصود تک نہیں پہونچ سکتی ہے۔ جس طرح جسم کے درمیان رگوں سے رشتہ قائم ہے اسی طرح اولیاء اللہ‘ رسول کے زندہ معجزہ ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اولیاء اللہ کے کمال سے رسول کے کمال کا پتہ چلتا ہے۔ ظاہری عضوء کو پاک کرنا علماء کا کام ہے اور دِل کا پاک کرنا اولیاء کا کام ہے۔ نماز میں جسم پاک کرا دینا‘ قبلہ رو کھڑا کر دینا‘ اُس کے شرائط وارکان ادا کرا دینا علماء کا کام ہے مگر نماز میں خلوصِ حضورِ قلب‘ اُس کا ریاء سے پاک ہونا اولیاء اللہ کے ذریعہ۔ گویا ’شرائطِ ادا‘ علماء پورے کراتے ہیں اور ’شرائطِ قبولیت‘ اولیاء پورے کراتے ہیں۔

علماء پڑھاتے ہیں‘ اولیاء پلاتے ہیں۔ ایمان کی لازوال نعمت علماء سے ملتی ہے اور ایمان کی حفاظت اولیاء اللہ سے ہوتی ہے۔ شریعت کے حامل کو علماء کہتے ہیں اور

طریقت کے حامل کو اولیاء کہتے ہیں۔ جہاں شریعت ختم ہوتی ہے وہیں سے طریقت شروع ہوتی ہے۔ علماء کے دربار میں زبان سنبھال کر رکھنا چاہیئے اور اولیاء کی بارگاہ میں دِل سنبھال کر رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اولیاء دِل کے خطرات سے واقف ہوتے ہیں۔ علماء کا درس ایک مدت میں حاصل ہوتا ہے اور اولیاء کی ایک نگاہِ کرم سے منٹوں میں دِل کی دُنیا بدل جایا کرتی ہے۔ علماء سُناتے ہیں اولیاء کر کے دِکھاتے ہیں۔ سچا عالم وہ ہے جو فرمانِ الٰہی اور فیضانِ الٰہی دونوں کا جامع ہو۔ جاہل کے مقابلہ میں شیطان، عالم کو زیادہ ورغلاتا ہے۔ شیطان جانتا ہے کہ ایک عالم کے بگڑنے سے سارا عالم بگڑ سکتا ہے۔ کسی مذہب میں عالم کا ہونا حقانیت کی دلیل نہیں ہے مگر ولی کا ہونا حق ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ عالم، رسول کی باتیں سُناتا ہے اور وَلی رسول کو دِکھاتا ہے۔ میدانِ محشر میں سبھوں کو خوف ہوگا اور اولیاء اللہ بے خوف ہوں گے اس لئے کہ اور لوگ حساب دینے جائیں گے اور اولیاء حساب لینے جائیں گے۔

سراج الاولیاء علامہ جلال الدین رومی اپنی شہرہ آفاق تصنیف مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں :

لوحِ محفوظ است پیش اولیاء
از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

اللہ تعالیٰ اپنے احباب کے دِل میں ایسا روشن نور عطا فرماتا ہے جس میں لوحِ محفوظ اس طرح منعکس ہو جاتی ہے جیسے آئینہ میں صورت۔ اس نورِ پاک سے اللہ تعالیٰ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ عالم میں تصرف کرتے ہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ اُن کے دِلوں میں تجلی فرماتا ہے۔ لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کی نگاہوں میں ہے اس لئے کہ یہ حضرات گناہوں سے محفوظ ہیں۔ لوحِ محفوظ میں جمیع علوم ہیں اور لوحِ محفوظ کی

تفصیل قرآن کریم میں ہے...... جو چیزیں قیامت تک ہونے والی ہیں اُن سب کا ذکر تفصیلی کتاب لوحِ محفوظ میں درج ہے یعنی تمام زمین و آسمان میں جتنے غیب اور بھید اور خفیہ اُمور ہیں سب اس کتاب لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ ☆☆☆﴾

علماء اور اولیاء دونوں کے تعلق اتنے گہرے ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا کام نہیں چلتا۔ یہ اولیاء' علماء کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے ہیں۔ اولیاء' علماء سے علم حاصل کرتے ہیں اور یہ علماء' اولیاء کے مرید ہوتے ہیں۔ دونوں میں ایسا رابطہ اور تعلق ہوگیا کہ نہ ولی کہہ سکے کہ ہمیں عالم کی ضرورت نہیں اور نہ عالم کہہ سکے کہ ہمیں وَلی کی ضرورت نہیں۔

عالمِ نزع میں شیخِ کامل کی توجہ : امام فخرالدین رازی اور ضرورتِ شیخ

علماء اور اولیاء (مشائخ) دونوں کے تعلق اتنے گہرے ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا کام نہیں چلتا۔ ایمان عالمِ دین سے ملتا ہے' مگر ایمان کی حفاظت اولیائے کرام سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ' علماء کے شاگرد ہوتے ہیں۔ اولیاء (مشائخ) علماء سے علم حاصل کرتے ہیں اور یہ علماء' اولیاء سے بیعت ہوتے ہیں (مُرید ہوجاتے ہیں)۔ یہ دونوں جماعتیں گویا اعمال و ایمان کے دو بازو ہیں جیسے پرندہ دونوں بازوؤں کے بغیر نہیں اُڑ سکتا' ایسے ہی ہمارے اعمال ان دو جماعتوں کی مدد کے بغیر بارگاہِ رب العالمین تک نہیں پہنچ سکتے' یہ دونوں جماعتیں زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ علماء اور اولیاء دونوں میں ایسا رابطہ ہوگیا کہ نہ ولی کہہ سکے کہ ہمیں عالم کی ضرورت نہیں' اور نہ ہی عالم کہہ سکے ہمیں ولی کی ضرورت نہیں۔

ہم نے تو ایک موقع پر ایک زبردست عالم کا حال دیکھا ہے۔ اپنے وقت کا بہت بڑا امام' بہت بڑا مفکر' بڑا مفسر' اپنے وقت کا بڑا ہی ذِی علم جس کو صاحبِ تفسیر کبیر امام

فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے آپ جانتے ہیں۔ ایک ایسا وقت آ گیا تھا کہ انھیں بھی اپنے مُرشد کی ضرورت ہوگئی تھی۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سوچتے رہے کہ ساری چیزوں کا مقصد یہ ہے کہ ایمان کی حالت پر موت آئے اور جب آخری وقت آئے گا تو شیطان مختلف دلائل دے کر ایمان سے ہٹانے کی کوشش کرے گا اُس وقت جواب کیسے دوں گا؟ توحید پر دلائل جمع فرماتے رہے اور سیکڑوں دلیلیں رکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود واحد ہے۔ جب انسان کا نزع کا وقت قریب آتا ہے تو شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی طریقہ سے مرنے والے کا ایمان ضائع کیا جائے کیونکہ اس وقت جو ایمان سے ہٹ گیا' تو پھر کبھی نہ لوٹے گا' چنانچہ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت قریب آیا تو نزع کی حالت میں شیطان اپنے فریبی دلائل کے ساتھ پوری قوت سے آ گیا' توحید کے دلائل سمجھنا چاہتا ہے۔ کہنے لگا: اے رازی! تم نے بڑی بڑی' موٹی موٹی کتابیں لکھیں ہیں اور بہت سی فلسفیانہ موشگافیوں کا جواب دیا ہے' تم نے عمر بھر مناظرے کیے' بتاؤ خدا کے ایک ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ کیا تم نے خدا کو پہچانا؟ توحید سے ہٹانے کی کوشش شروع کر دیا۔ آپ نے کہا' تو کیا ہٹائے گا میرے پاس دلیلیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک خدا ایک ہے۔ اُس نے کہا' اس پر دلیل؟ آپ نے دلیل پیش کی۔ شیطان نے دلیل رَد کر دی اور وَسوسوں کی یلغار کر دی اور آپ کو سوال کر کے پریشان کرنے لگا۔ وہ دلیل دیتے جا رہے ہیں وہ کاٹتا جا رہا ہے۔ آخر میں امام رازی کی جھولی بھی خالی ہوتی جا رہی ہے۔ حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ دلیل دیتے چلے جا رہے ہیں حتیٰ کہ آپ نے تین سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں' شیطان نے سب ہی رَد کر دیں۔ سوالات کے جواب دیئے مگر اُس کی تشفی کسی طرح نہ ہو سکی۔ وہ دلیل

مانگتا جارہا ہے اور یہ سخت پریشانی میں مایوس ہوتے جارہے ہیں کہ اب کیا کیا جائے۔ آخر کار اُس نے ایسی بات کہی جس سے اُن کی ساری دلیلیں تو ختم ہوگئیں۔ اب شیطان امام فخرالدین رازی سے ایمان چھیننے کے درپے تھا وہ ڈر گئے کہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہوجائے۔ اُدھر تقریبا (۳۰۰) میل کے فاصلے پر اُن کے مُرشد وشیخ حضرت پیر نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ مسجد میں وضو فرمارہے تھے۔ آپ اپنے کشف سے اس پریشانی کے منظر کو ملاحظہ فرمارہے تھے کہ اچانک آپ نے جلال میں آکر اپنا لوٹا دیوار پر مارا اور وہیں سے اشارہ کیا' رازی کیوں الجھ رہا ہے' کیوں نہیں کہتا کہ میں خدا کو بلا دلیل مانتا ہوں۔ پھر دلیلِ توحید دی ﴿**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**﴾ اللہ ایک ہے۔ امام فخر الدین رازی کی زبان سے بھی اس وقت یہی جملہ نکلا اس طرح خاتمہ ایمان اور توحید پر ہوا۔ یہ بات امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ تک رُوحانی طریقے سے فوراً پہنچ گئی۔ اتنا کہہ دینا تھا کہ شیطان چلا گیا اور یوں اُن کی شیطان سے خلاصی ہوئی' اس لئے کہ کوئی بلا دلیل مانتا ہے تو کوئی کیا حجت کرے۔ جب مریدوں نے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے لوٹا دیوار پر مارنے کا سبب پوچھا تو انھوں نے امام رازی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا' اگر وہ مزید شیطان کے سوالوں کا جواب دے دیتے تو اُن کا ایمان خارج ہوجاتا...... لہذا میں نے اُن کو یہاں سے ہی متنبہ کر دیا کہ تم خدا کو بے دلیل مان لینے کا اقرار کرو۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ایک جیّد عالم کے ایمان کا تحفظ کر لیا اور ایک کامل مرشد کا ہی کام ہے کہ وہ باطنی طور پر اپنے مرید کا تحفظ اور نگرانی کرے۔ آج بھی دلیلیں مانگی جاتی ہیں جو علماء صالحین سے ثابت ہیں اور اولیاء کاملین سے ثابت ہیں اور اہلِ علم کی کتابوں سے ثابت ہیں۔ ان نظریات کے لئے دلیل مانگی جاتی ہے۔ جب دلیل دی جاتی ہے تو اس میں شک ڈالا

جاتا ہے۔ کیا ہی اچھا جواب ہوتا کہ اگر تم بھی دلیل مانگنے والوں سے کہدو کہ دلیل تو علماء کا منصب ہے ہم تو بلا دلیل ہی مانتے ہیں۔

اس لئے کہ حدیث **ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن** جس کو مومنین اچھا کہدے وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

دیکھو ! تم بھی کبھی دلیل کے چکرّ میں نہ پھنسنا، دلیل دینا کام ہے مفتیوں کا۔ دلیل دینا کام ہے عالموں کا۔ دلیل دینا کام ہے شیخ الحدیث کا۔ جس کو دلیل لینا ہے اُس کو چاہئے کہ مفتی سے جا کر دلیل لے۔ جس کو دلیل لینا ہے وہ عالم سے جا کر دلیل لے۔ جس کو دلیل لینا ہے محدث سے جا کر دلیل لے۔ جس کو دلیل لینا ہے مفسر سے جا کر دلیل لے۔ عوام دلیل دینے کا محل نہیں ہیں۔ دلائل کتابوں سے ملتے ہیں، نظریات موروثی ہوا کرتے ہیں۔ اب کوئی کسی جاہل سے دلیل مانگے تو پتہ چلا کہ خود جاہل ہے۔ اگر وہ پڑھا لکھا ہوتا تو دلیل پڑھے لکھے لوگوں سے مانگتا، علم والوں سے مانگتا۔ ہم اپنے سیدھے سادھے مسلمانوں کو یہی مشورہ دیں گے کہ تم سے جب کوئی پوچھے کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ صالحین جو اعمال کرتے چلے آرہے ہیں اور بزرگانِ دین کے اعمال جو تمہیں موروثی طور پر ملے ہیں اُن کے تعلق سے اگر کوئی پوچھے تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ تو کہدینا ہم ان کو بلا دلیل صحیح مانتے ہیں اور جب یہ کہو گے تو شیطان بھی بھاگ جائے گا۔ دوسرے کیوں نہ بھاگیں گے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

صاحبِ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علم وعمل کے جبلِ عظیم کو بھی حضرت پیر نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت ہے۔ مُرید اپنے شیخ کامل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ...... شیخِ کامل کی توجہ اور فیض ہی سے وہ رُوحانی منزلیں طے کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اچھے لوگوں کو بھی شیطان آخری مرحلہ میں بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے کوشش کریں کہ اللہ والوں سے ملتے رہیں اور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان کی حالت پر فرمائے۔ (آمین)

عالمِ ارواح، عالمِ شہادت اور عالمِ آخرت :

اگر میں آپ سے سوال کروں کہ اس عالم میں آنے سے پہلے آپ کہاں تھے؟ دوسرا سوال اس کے بعد آپ کہاں جائیں گے؟ سیدھا جواب یہ ہوگا کہ ہم اس عالم میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں تھے اور اس عالم کے بعد ہم عالم آخرت میں پہونچ جائیں گے۔ یہ جواب محسوس حقیقتوں پر مبنی ہے اس لئے اس کو نظرانداز بھی نہیں کیا جاسکتا ہے مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انسان کے پاس جتنے حواس ہیں چاہے حواس ظاہرہ ہو، چاہے حواسِ باطنہ ہو اس میں سے کوئی حاسّہ ایسا نہیں ہے جو عالم ارواح کا پتہ دے سکتے یا عالمِ آخرت کا علم دے سکے۔ یہ ہم سمجھ گئے کہ جس عالم میں ہم ہیں، کُل نہیں ہے، یہی اوّل اور آخر نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی کچھ ہے اس کے آخر بھی کچھ ہے۔ پہلے کو عالمِ ارواح کہیں گے، بعد کو عالم آخرت۔ یہ عالم شہادت دو عالموں کے بیچ کی ایک کڑی ہے، اس بیچ کی کڑی کو اس وقت تک نہیں سمجھا جاسکتا جب تک کہ اس کی ابتداء وَ انتہاء کو نہ سمجھ لیا جائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ خدا کی بے پناہ قدرتوں کا عرفان اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہم عالمِ ارواح اور عالمِ آخرت کو نہ سمجھ لیں۔ اگر آپ کہیں کہ نہیں جو کچھ ہے یہی ہے، نہ عالمِ ارواح کوئی چیز ہے اور نہ عالمِ آخرت کوئی چیز ہے تو اس طرح کے سرپھروں کو جواب دینے کو دوسری بات اختیار کرنی پڑے گی مگر سوال تو یہاں ایمان والوں کا ہے جو عالمِ ارواح اور عالمِ آخرت دونوں کو مان چکے ہیں کہ ان دونوں عالموں کو سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ جس کو نہ ہی باصرہ سے سمجھ نہیں سکتے ہیں، نہ ہی سامعہ سے، نہ ہی شامہ سے، نہ ہی ذائقہ سے، اور نہ ہی لامسہ سے۔

نبی کی ضرورت : وہ کونسی چیز ہمارے پاس ہے جو عالمِ ارواح اور عالمِ آخرت ان دونوں عالموں کی معرفت کرائے۔ جس عَالم میں آپ ہیں اس کا نام ہے عالم شہادت۔ اور یہ اوّل وآخر والا عالم (عالمِ ارواح وَعالمِ آخرت) 'عالمِ غیب' ہے۔ وہ کونسی چیز ہے جو ہمارے 'عالمِ غیب' کے علم کا ذریعہ بنے۔ آپ اگر کہیں گے کہ عالم غیب سمجھے جانے کی ضرورت نہیں تو میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ مجھے صاف لفظوں میں کہنے دو کہ نبی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی آتے ہیں کس لئے؟ اگر نبی اسی لئے آئے کہ عالمِ شہادت کی بات بتلائے تو سُنو! اگر عالمِ ارواح و عالمِ آخرت کوئی چیز نہیں ہے، جو کچھ ہے یہیں ہے اور نبی یہاں عالمِ شہادت کی بات بتلانے آئے ہیں، میں کہوں گا کہ نبی کی ضرورت نہیں۔ آسمانی ہدایتوں کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اس دُنیا میں آسائشِ حیات کے جتنے طریقہ ہیں وہ خود ہم سمجھتے ہیں یہاں رہنے کے سارے طریقے ہماری عقل کی گرفت میں ہے۔ ہمارے حواس گرفت میں ہے، یہاں ہمیں چلنا پھرنا، سونا جاگنا سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سکھانے کی ضرورت اُسوقت ہوگی جب ہمارے ان اعمال کا کسی دوسرے عالم میں ہمیں جواب دینا پڑے۔ جب کسی عالم میں جواب دینا ہی نہیں ہے یا کوئی عالم ہی نہیں ہے تو ہمیں سکھانے پڑھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہم جس طرح چاہیں زندگی گذاریں۔ کہنے کا منشاء یہ ہے کہ عالم آخرت کا تصور ہمارے لئے اتنا ضروری ہے کہ اگر اس کا تصور ہمارے اندر نہ ہو تو پھر ہمیں کسی نبی کی ضرورت نہیں، ہمیں کسی رسول کی ضرورت نہیں، ہمیں کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ آسمانی ہدایت اور نبی کی ضرورت اسی صورت میں آتی ہے کہ عالم آخرت کو مانیں اور وہاں اپنے اعمال کے محاسبہ کے لئے اپنے عقیدے کو مضبوط و مستحکم کرلیں۔ جو کچھ ہم یہاں کریں گے وہاں ہمیں اس کا جواب دینا پڑے گا، اس چیز کو اپنے ذہنوں میں اُتار لیجئے۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ نبی

آتے ہی ہیں غیب کی بات بتانے کے لئے۔ اگر غیب کی بات بتانا مقصود نہ ہوتو نبی کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور نبی کے اندر جو قوتِ غیبیہ اور قوتِ قدسیہ ہے اس سے جدھر توجہ فرمالیں، غیب منکشف ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو کیا بات ہے کہ اللہ کے نبی نماز پڑھا رہے ہیں پیچھے کھڑے رہنے والے نماز پڑھ رہے ہیں مگر نبی اُن کے رکوع کو بھی دیکھ رہے ہیں، اُن کے خشوع کو بھی دیکھ رہے ہیں۔

فواللہ ما یخفی علیّ خشوعکم ولا رکوعکم اِنّی لاراکم من ورائی کما اراکم (بخاری شریف) اللہ عزوجل کی قسم ! تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ خشوع کو دیکھنے کا معنی کیا ہے؟ کیفیت کو بھی دیکھ رہے ہیں، دِل کی حرکتوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اگر میرے نبی کے پاس کوئی ایسی قوت قدسیہ نہ تھی تو کیا بات ہے جب قبروں سے نبی گذرے تو عالمِ برزخ منکشف ہوگیا ہے۔ میرے سرکار ﷺ آسمان کی آواز سُن رہے ہیں جو احادیث کے اندر یہ واقعات بھی بتارہے ہیں کہ نبی ایک ایسی قوتِ قدسیہ لے کر آتے ہیں جو ہمیں غیب کی بات بتائیں۔ مگر وہ ہمیں اتنا ہی بتلائیں گے جتنی ہمارے اندر استعداد و صلاحیت ہوگی۔ تمہارا دامن ہی تنگ ہے، دینے والے کی دین تو بہت ہے مگر تم میں لینے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ یہ انسان بہت سارے عالموں میں گھرا ہوا ہے، ہر عالم کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے، ایک عالم وہ ہے جس کا ادراک آپ سُن کر کرتے ہیں۔ ایک عالم وہ ہے جس کا ادراک آپ دیکھ کر کرتے ہیں، یہ عالم مبصرات ہے جس کا تعلق قوتِ باصرہ سے ہے اور جس کا ادراک آپ سُن کر کرتے ہیں وہ آواز کا عالم ہے ایک عالم وہ ہے جس کا ادراک آپ چکھ کر کرتے ہیں، ایک عالم وہ ہے جس کا ادراک آپ چُھو کر کرتے ہیں یہ ٹھنڈا ہے کہ گرم۔ سونگھ کر کرتے ہیں کہ اچھی مہک ہے کہ بُری۔ سُن کر کرتے ہیں کہ یہ اچھی آواز ہے کہ بُری۔ دیکھ کر کرتے ہیں کہ یہ اچھی

صورت ہے کہ بُری۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مختلف عَالَم میں آپ گھرے ہوئے ہیں اور ہر عالم کو سمجھنے کے لئے رب العالمین کی سُنّتِ قدیمہ نے ایک ایک حاسّہ دیا۔ آواز کے عالم کا علم ہوتا ہے کان کے ذریعہ۔ اگر قوت سامعہ چھین لی جائے تو آپ آنکھ کے ذریعہ سونگھ سکیں گے یا قوت باصرہ کو لیا جائے تو کیا کان کے ذریعہ آپ دیکھ سکیں گے؟ قوت ذائقہ اگر لے لی جائے تو کیا قوت لامسہ سے کسی چیز کا ذریعہ محسوس کر سکتے ہیں؟ قوت شامہ کو اگر لے لیا جائے تو سونچ کر کے آپ کسی چیز کی خوشبو اور بد بو کی تمیز کا فیصلہ کر سکتے ہیں؟ معلوم یہ ہوا کہ رب تبارک وتعالیٰ نے کتنے عالم کے بیچ میں آپ کو رکھا اور ایک ایک حاسّہ دیا ہے کہ آپ اس عالم کو سمجھ سکیں۔ عالم آواز کو سمجھنے کے لئے کان۔ عالم مبصرات کو سمجھنے کے لئے آنکھ اور عالم مسموعات کے لئے سانس۔ ان تمام چیزوں کو آپ سمجھ لیجئے۔ اب اگر قوت سامعہ نہیں ہے باصرہ ہے تو عالم آواز آپ کے لئے غیب ہوگی۔ قوت باصرہ اگر آپ سے چھین لیا جائے تو عالم مبصرات آپ کے لئے غیب ہوگئی۔ کیا مطلب؟ آنکھ کے لئے جو عالم شہادت ہے کان کے لئے وہی غیب ہے۔ کان کے لئے جو شہادت ہے آنکھ کے لئے وہی غیب۔ ذائقہ کے لئے جو شہادت ہے لامسہ کے لئے وہی غیب ہے۔ یہ سب غیب کے عالم تھے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ایک ایک حاسّہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ تمہاری ذات کے لئے سب شہادت بن گئے۔ معلوم یہ ہوا کہ کان کے اعتبار سے آنکھ، غیر معلوم۔ آنکھ کے اعتبار سے کان، غیر معلوم۔ جس چیز کو آنکھ نہ سمجھ سکے اسی صورت میں کان اس کا ادراک کرتا ہے۔ قوتِ ذائقہ کے اعتبار سے دیکھو تو قوت لامسہ کو غیر معلوم اور قوت لامسہ کے اعتبار سے دیکھو تو قوتِ شامہ کو غیر معلوم۔ مطلب یہ ہے کہ ایک قوت ایک ہی عالم کا پتہ دے رہی ہے، دوسرے عالم کا ادراک اس قوت کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ آپ اگر کوئی اندھے سے کہے کہ ہمارے پاس ایک قوت ہے

جس سے ہم اتنا بڑا مجمع دیکھتے ہیں' اندھا کہے گا کہ ہم تو نہیں دیکھ سکتے' ہمارے پاس کان بھی ہے' ہمارے پاس زبان بھی ہے' ہمارے پاس دماغ بھی ہے مگر ہم اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھ سکتے۔ ذرا بتاؤ کہ وہ قوت کیسی؟ کہا کہ رب تبارک وتعالیٰ نے وہ قوت بالکل ہمارے قبضہ میں کردی ہے اور ایسا اختیار ہمیں دیا ہے کہ جب چاہیں دیکھ لیں' جب چاہیں نہ دیکھیں۔ پوچھا کہ کتنا بڑا مجمع ہے؟ تو کہا گیا کہ ہزاروں کا مجمع ہے۔ پوچھا کہ وہ کتنی بڑی قوت ہے ذرا دِکھاؤ۔ آپ نے اُس اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا اور کہا کہ یہ حلقہ ہے اس کے اندر ایک نقطہ ہے اس نقطہ کے اندر پورا مجمع ہے۔ پورا مجمع ہی نہیں پورا پہاڑ ہے۔ پورا پہاڑ ہی نہیں پورا دریا ہے۔ اندھا کہے گا کہ اب تیرا دماغ خراب ہوگیا' اتنی چھوٹی سی آنکھ' اس میں کہتا ہے کہ ایک نقطہ ہے اور وہ نقطہ میں یہ سب کچھ ہے۔ اب کیا کوئی اندھے کو منوا سکتا ہے؟ ہم یہی کہہ کر آگے بڑھ جائیں گے کہ اب تجھے منوانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر میری نگاہ کا نقطہ تیری نگاہ کا نقطہ ہوتا تو منوانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی' تو خود ہی سمجھ لیتا۔ ہم سے پوچھتے ہیں کہ نبی میں وہ کیسی قوت قدسیہ ہے کہ ساری کائنات اس میں سمیٹی ہوئی ہے۔ میں کہوں گا اب تجھے کیسے میں سمجھا سکتا ہوں۔ وہ قوتِ قدسیہ جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے ہم تو نبی کے ماننے والے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا ہم نے مان لیا واقعی اندھے کی سعادت ہی اسی میں ہے کہ اختیار والوں کی بات مان لیں۔ ایک نقطہ کی عظمت عجیب ہے' ہم سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے مطلب کو نہیں سمجھ سکتے کہ جب انہوں نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ سارے علوم قرآنی سورۂ فاتحہ کے اندر ہیں اور سورۂ فاتحہ کے سارے علوم **بسم الله الرحمن الرحيم** کے اندر ہیں اور **بسم الله الرحمن الرحيم** کے سارے علوم **بسم الله** کے 'ب' میں ہے اور **بسم الله** کی 'ب' میں جو سارے علوم ہیں وہ اُس کے نیچے والے نقطہ میں ہے۔

انا نقطة تحت الباء میں اس 'ب' کے نیچے کا نقطہ ہوں۔ اب میں سمجھوں کہ اس نقطہ میں کیا ہے۔ یہ تو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نگاہ ہے۔ اس نقطہ کے اندر کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے فن سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ایک نقشہ بنانے والے نے ہندوستان کا نقشہ بنایا اور کہا کہ یہ دِلی ہے، یہ بمبئی ہے، یہ مدراس ہے، یہ کلکتہ ہے، اور صرف نقطے رکھے ہوئے ہیں اس کے بعد کہہ رہے ہیں کہ یہ دلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر گیٹ آف انڈیا بھی ہے، اس کے اندر جامع مسجد بھی ہے، اس کے اندر محبوب الٰہی کی درگاہ بھی ہے، کوئی پاگل آ کر کہے کہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا اس نقطہ میں کیا ہے۔ نقشہ بنانے والے نے کہا کہ اگر اس نقطہ کی تشریح کروں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ اب تشریح وہ کرے جو پہلے دِلی میں گھوم چکا ہو، جو پہلے بمبئی کی سیر کیا ہو، بمبئی کے نقطہ کو سمجھتا ہے، اُس سے نہ سمجھے جس کو بمبئی کی ہوا بھی نہ لگی ہو، اُس شخص سے سمجھنا جو سیر کر چکا ہو۔ تو اے انسانوں ! قرآن کے نقطہ کو اگر سمجھنا ہو تو اُس سے نہیں سمجھنا جس کو قرآن کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اُن سے سمجھو جن کا نقطہ نگاہ قرآن کا نقطہ بن چکا ہو۔

رب تبارک وتعالی نے غیب کی شہادت بنانے کے لئے یہ اہتمام فرمایا ہے کہ بہت سارے عالم میں ہمیں گھیر دیا ہے اور ہر عالم کو سمجھنے کے لئے ایک ایک قدرت ہمیں دے دی ہے اب عالم آواز کو ہم کان سے سمجھیں گے، عالم مبصرات کو آنکھ سے سمجھیں گے، عالم مذوقات کو ذائقہ سے سمجھیں گے، عالم مشمومات کو شامہ سے سمجھیں گے عالم ملموسات کو لامسہ سے سمجھیں گے مگر پھر ہم سوچ میں پڑ گئے اتنے ہی عالم تو نہیں ہیں مگر ایک عالم اور بھی ہے اس کو سمجھنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں دیا گیا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اس عالم سے تمہیں بے خبر رکھنا ہے، اس کے لئے ہی تو تمہیں سب کچھ دیا گیا ہے۔ کان ہے عالم آواز کو سُننے کے لئے، آنکھ ہے عالم مبصرات کو بتانے کے لئے، دماغ ہے عالم مدرکات کو سمجھانے کے لئے اور قوت لامسہ ہے عالم ملموسات کو سمجھانے کے لئے،

قوت ذائقہ ہے عالم مذوقات کو سمجھانے کے لئے اور نبی ہے عالم غیب کو سمجھانے کے لئے۔ تمہیں خالی نہیں چھوڑا گیا۔ تمہیں بے یار وَ مددگار نہیں چھوڑ دیا گیا۔ جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے ہے مگر اس کو سمجھنے کا ذریعہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ایک بات میں تمہیں بتاؤں کہ جس حاسّہ سے جو ضرورت پوری ہو جاتی ہے ہم سمجھتے ہیں وہ اس کے لئے ہے۔ کان سے سُننے کی ضرورت پوری ہوئی، ہم نے کہدیا کہ کان سُننے کے لئے ہے۔ آنکھ سے دیکھنے کی ضرورت پوری ہوئی، ہم نے کہدیا کہ آنکھ دیکھنے کے لئے اور زبان سے چکھنے کی ضرورت پوری ہوگئی، ہم نے کہدیا کہ زبان چکھنے کے لئے، دماغ سے سونگھنے کی ضرورت پوری ہوگئی، ہم نے کہدیا کہ دماغ سونگھنے کے لئے۔ جب ہم یہ کہہ رہے تھے تو کوئی اعتراض نہیں کر رہا تھا۔ توحید پر کوئی آنچ بھی نہیں آ رہی تھی۔ توحید اپنی جگہ پر سلامت تھی اور جب نبی سے غیب کے جاننے کی ضرورت پوری ہوئی تو میں نے کہا کہ نبی غیب بتانے کے لئے ہے۔ ہم نے کہدیا کہ نبی اسی لئے ہے کہ ہمیں غیب کی باتیں بتلائیں، وہیں سے اختلاف شروع ہوگیا۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اندھا کہے کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ چھوٹی سی آنکھ میں اتنا بڑا مجمع آ گیا ہے۔

ماننے کے لئے دیکھنا ضروری نہیں : یہ آنکھ کا لطیفہ بھی عجیب ہے کہ اسی آنکھ سے آپ سب کو دیکھتے ہیں مگر کیا تمہیں وہ آنکھ بھی نظر آئی؟ لوگ اعتراض کرتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول کی حقیقت کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں سرائی ہوئی ہے اور جب ہم قرآن کی آیت کی تفسیر کرتے ہیں ﴿**اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ**﴾ (الاحزاب/ ۷) نبی مومنوں سے اُن کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حضور ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر اور جانوں کے مالک ہیں۔ اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ دِکھاؤ ہمیں، ہم آنکھ سے دیکھیں تب مانیں گے

حالانکہ آج تک ہم نے اپنی رُوح کو نہیں دیکھا ہے پھر بھی مان رہے ہیں‘ اُس کی قدرت بھی مان رہے ہیں‘ اُس کا اختیار بھی مان رہے ہیں اور ایسا مان رہے ہیں کہ میں نے پوچھا تمہاری رُوح کہاں ہے؟ سر میں ہے کہ پیر میں؟ اس ہاتھ میں ہے کہ اُس ہاتھ میں؟ ناک میں ہے کہ کان میں؟ تو کہا کہ ہر جگہ ہے۔ میں نے کہا کہ ایک رُوح اور ہر جگہ ہے‘ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ رُوح تو ایک ہی ہے اور ہر جگہ ہے اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا ہاتھ کاٹ لیا جائے تو رُوح کٹ جائے گی؟ کہا نہیں۔ جب رُوح ہر جگہ ہے تو اُسے بھی تو کٹنا چاہیے؟ کہا نہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے اور تصرف کا حال تو یہ ہے کہ وہ چاہے تو چلو‘ نہ چاہے تو نہ چل سکو۔ وہ چاہے تو دیکھو‘ نہ چاہے تو نہ دیکھ سکو۔ وہ چاہے تو بولو نہ چاہے تو نہ بول سکو۔ یہ تصرفات سب مانتے چلے آرہے ہیں۔ اپنے جسم کی رُوح کو مان رہے ہو‘ اُس کے تصرفات کو مان رہے ہو‘ وحدت کے باوجود سارے جسم میں اس کے وجو کو مان رہے ہو۔ ارے نادانوں ! تمہارے جسم کو رُوح اسی لئے دی گئی تا کہ اُس کی بدولت رُوحِ کائنات کا عرفان حاصل ہو۔ ایک رُوح اگر تمہارے جسم کے ہر حصہ میں ہوسکتی ہے تو ایک حقیقت محمدیہ کائنات کے ہر ذرّہ ذرّہ میں کیوں نہیں ہوسکتی؟ اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے دیکھیں گے تب مانیں گے۔ اچھا صاحب ! بغیر دیکھے نہیں مانو گے؟ کیا تم آنکھ سے دیکھو گے؟ ہم چاہتے ہیں کہ آج آنکھ سے دِکھایا جائے مگر پہلے یہ بتلاؤ کہ اس آنکھ کو بھی تم نے کبھی دیکھا ہے‘ جس سے تم دیکھنا چاہتے ہو؟ جس کو نہ دیکھو اُس کو نہ مانو ......تو آج سے اپنے کو اندھا کہنا شروع کردو۔ کہنے لگے کہ ہم نے آنکھ کو دیکھا ہے۔ پوچھا کہ کہاں دیکھا؟ کہا کہ آئینہ میں۔ اچھا یہ بات ہے جب آئینہ سامنے کیا تو کیا آئینہ میں تمہاری آنکھ چلی گئی تھی؟ اگر چلی گئی تھی تو پھر کیسے قریب ہوئی؟ اب اُس کو دیکھنا ہے تو بہانہ تلاش کرنا پڑے گا۔ اب یہ آنکھ من وعن اپنی اصلی صورت میں تمہیں

نظر نہیں آ سکتی۔ اب دیکھنا ہو تو اُس کی تصویر دیکھو۔ اب دیکھنا ہو تو اُس کا جلوہ دیکھو۔ اب دیکھنا ہو تو اُس کا عکس دیکھو۔ یہاں وہ آئینہ سامنے کرو تا کہ اس آنکھ کا عرفان حاصل ہو جائے۔ سنو ! جو سَر کے قریب ہوا اُس کو دیکھنے کے لئے کبھی آئینہ سامنے کرنا پڑا اور جو رُوح کے قریب ہے اُس کو دیکھنے کے لئے کبھی آئینہ غوثیت کو سامنے کرنا پڑا، کبھی خواجہ کو سامنے کرنا پڑا۔ کہیں آئینہ ولایت کو سامنے کرنا پڑا۔ مطلب یہ ہے کہ جو رُوح کے قرب ہے اگر انہیں دیکھنا ہو تو رُوحانی آئینوں کو دیکھو۔

فتوحات کی خوشخبری: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: غزوۂ خندق کے موقع پر ایک چٹان نہیں ٹوٹ رہی تھی تو حضور ﷺ نے کدال اپنے دست مبارک میں لی اور **بسم الله** کہہ کر چٹان پر ضرب لگائی تو اس کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ اُس وقت حضور ﷺ نے **اللہ اکبر اوتیت مفاتح الشام** فرمایا۔ اللہ کے لئے بڑائی مجھے شام کی کنجیاں دیدی گئی ہیں، دوسری بار ضرب لگائی اور فرمایا **الله اکبر اوتیت مفاتح الفارس** مجھے فارس کی کنجیاں دیدی گئیں اور تیسری بار ضرب لگائی تو وہ رِیزہ رِیزہ ہو گیا تب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **اللہ اکبر انی اوتیت مفاتح الیمن** مجھے یمن کی بھی کنجیاں دیدی گئی ہیں حضور ﷺ اس وقت ارشاد فرما رہے ہیں جس وقت بظاہر خود رسول ﷺ کا اپنے ساتھیوں کو بچا لینا مشکل نظر آ رہا تھا مگر اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد بتلا رہا ہے کہ یہاں کدال ہاتھ میں لے کر پتھر پھوڑتے ہوئے اپنے روشن مستقبل کو دیکھ رہا ہے کہ شام اور یمن بھی ہمارے ہاتھ میں آئے گا، فارس بھی ہمارے ہاتھ میں آئے گا، قیصر و کسریٰ کی طاقتیں ہمارے آگے سرنگوں ہو کر رہیں گی۔ یہ وہی قوتِ قدسیہ ہی تو ہے جو خوشخبری دے رہی ہے۔

اُس زمانے کو یاد کرو جب رسول بظاہر بڑی بے سروسامانی کے عالَم میں تھے اور آپ کے پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بات وہ کہے جس کے پاس لاکھوں کا لشکر ہو۔

اُس کے پاس ظاہری ساز وسامان کا انبار لگا ہوا ہوتو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے دماغ اوراپنے ساز وسامان پر گھمنڈ کر کے ایسا کہہ رہا ہے۔ یہ وہ کہے جو ایٹمی توانائیوں کا انبار لگائے ہوئے ہو۔ ہم سوچ سکتے ہیں کہ اپنے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم پر بھروسہ کر کے بول رہا ہے مگر نہیں ! یہ وہ کہہ رہا ہے جو بوریا نشین ہے۔ یہ وہ کہہ رہا جس کے پاس دُنیاوی ظاہری ساز وسامان نظر نہیں آرہا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ یہ اپنی ساری قوت کے بھروسے پر نہیں بول رہے ہیں۔ یہ غیب کی بات جاننے والا غیب کی بات بتا رہا ہے کہ ہمارے اس حال کو مت دیکھو۔ ہمارا مستقبل بہت ہی روشن ہے۔

☆☆☆

خلافتِ فاروقی اور بشارتیں : یہاں ایک اور بات غور طلب ہے حضور ﷺ نے بشارت دیتے ہوئے ہر بار یہ فرمایا **اعطیت** کہ مجھے ان ملکوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور سب جانتے ہیں کہ یہ ملک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے اور حضور ﷺ کی یہ بشارتیں پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظمؓ حضور ﷺ کے خلیفہ برحق ہیں اسی لے جو ممالک آپ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہونے والے تھے انھیں حضور نے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ اگر آپ خلیفہ برحق نہ ہوتے بلکہ غاصب اور ظالم ہوتے جیسے بعض بد بخت لوگ کہا کرتے ہیں تو اس بشارت کا قطعا کوئی محل نہ ہوتا۔ کبھی کوئی شخص اپنے دشمن اور مخالف کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا کرتا۔ ہمیشہ اپنوں کی فتوحات اور انھیں کے کارناموں کو اپنی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن ملکوں کی فتح کا وعدہ اپنے حبیب ﷺ سے کیا تھا اس وعدہ کا خلافتِ فاروقی میں پورا ہونا آپ کے خلیفہ برحق ہونیکی اتنی روشن دلیل ہے کہ کسی حق پسند اور منصف مزاج کو کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

یہ روایت صرف اہلسنت کی کتابوں میں ہی نہیں ہے کہ کوئی یہ کہہ کر اپنے دل کو بہلا لے کہ یہ سُنیوں کی گڑھی ہوئی روایت ہے بلکہ شیعہ حضرات کی صحیح ترین حدیث کی کتابوں میں موجود ہے جس سے خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت ثابت ہوتی ہے ناظرین کے فائدہ کے لئے شیعہ کتاب کی روایت بھی درج ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کی برکت سے کسی کی ہدایت کا سبب بنا دے۔

فروع کافی جلد دوم کتاب الروضہ ص۲۵ مطبوعہ تہران میں درج ہے

عن ابی عبد الله قال لما حضر رسول الله ﷺ الخندق مَرّوا بكدّيه فتناول رسول الله صلى الله تعالى المعول من يد اَمير المؤمنين اومن يد سلمان فضرت بها ضربة فتفرقت بثلاث فرق فقال رسول الله ﷺ فتح على فى ضربتى هذه كنوز كسرىٰ وقيصر ۔یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو ایک چٹان آ گئی، حضور نے اَمیر المومنین یا حضرت سلمان کے ہاتھ سے کدال پکڑی اور اس چٹان پر ضرب لگائی اس کے تین ٹکڑے ہوگئے ۔حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری اس ضرب سے میرے لئے کسریٰ اور قیصر کے خزانے فتح ہوگئے ہیں۔

حملہ حیدری میں اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا گیا ہے۔

حضور نے جواب فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے پتھر سے آگ نکلی (بجلی کوندی) مجھے کسریٰ کے محلات دِکھائے گئے اور دوسری ضرب پر رُوم کا محل، تیسری ضرب کے وقت یمن۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کا سبب یہ بیان کیا کہ میرے بعد دین اسلام کے مددگار اور جانثاران ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں میری شریعت کا قانون نافذ کریں گے۔ اس بشارت اور اللہ تعالیٰ کے لطف پر میں نے ہر بار تکبیر (**الله اکبر**) کہی۔

مومنوں نے جب یہ مژدہ سُنا سب نے خوش ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اسی طرح دیگر کتابوں میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس وقت جو منافقین خندق کی کھدائی میں شامل تھے وہ منافق دِل میں تو بڑے خوش تھے کہ اچھا ہوا مسلمانوں کی بربادی کی گھڑی آ گئی جس کا وہ بڑی بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے پہلے سرگوشیاں کیں اور پھر لوگوں کے سامنے برملا کہنا شروع کر دیا کہ تمھیں محمد (ﷺ) کی بات پر حیرت وتعجب نہیں ہوتا۔ وہ تمھیں کیسے باطل اور بے بنیاد وعدے سُنا رہے ہیں کہ یثرب (مدینہ) میں خندق کی گہرائی کے اندر انھیں حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محلات نظر آ رہے ہیں اور یہ کہ تم لوگ انھیں فتح کرو گے اور آج مدینہ میں اپنی جان کے لالے پڑے ہیں، ذرا اپنے حال کو تو دیکھو کہ تمھیں اپنے تن بدن کا تو ہوش نہیں، پیشاب پاخانے کی ضرورت پوری کرنے کی مہلت نہیں۔ تم ہو جو کسریٰ وغیرہ ملک کو فتح کرو گے۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی میں بشیر بن معتب ایک منافق پیش پیش تھا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّاوَعَدَ نَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُـرُوْرًا﴾ (الاحزاب/۱۲) ’اوراس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دِلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کیلئے۔‘

منافقین کے دِلوں میں نفاق کا مرض چھپا ہوا تھا۔

غور کیجئے کہ اُس وقت مسلمانوں کے ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی خبر پر پورے یقین کا کیسا سخت امتحان تھا کہ ہر طرف سے کفار کے نرغہ اور خطرے میں ہیں خندق کھودنے کے لئے مزدور اور خادم نہیں، خود ہی یہ محنت ایسی حالت میں برداشت

کر رہے ہیں کہ سخت سردی نے انھیں پریشان کر رکھا ہے۔ ہر طرف سے خوف ہی حوف ہے، بظاہر اسباب اپنے بچاؤ اور بقاء پر یقین کرنا بھی آسان نہیں۔ دُنیا کی عظیم سلطنت روم وکسریٰ کی فتوحات کی خوشخبری پر یقین کس طرح ہو۔ مگر ایمان کی قیمت سب اعمال سے زیادہ اسی بناء پر ہے کہ اسباب وحالات کے سراسر خلاف ہونے کے وقت بھی اُن کو رسول کے ارشادات میں کوئی شک وشبہ پیدا نہ ہوا۔

یہ کس کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کے ایسے جان نثار خادم تھے جو کسی حال بھی یہ نہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی اس مزدوری کی محنتِ شاقہ میں اُن کے شریک ہوں مگر حضور ﷺ اُن صحابہ کرام کی دِل جوئی اور اُمت کی تعلیم کے لئے اس محنت ومزدوری میں برابر کا حصہ لیا۔ صحابہ کرام کی جاں نثاری، آپ کے اوصافِ کمال اور نبوت ورسالت کی بنیاد پر تو تھی ہی، مگر ظاہر اسباب میں، ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ہر محنت ومشقت اور تنگی وتکلیف میں آپ سب لوگوں کی طرح اُن میں شریک ہوتے تھے۔ حاکم ومحکوم، بادشاہ ورعیت اور صاحبِ اقتدار وعوام کی تفریق کا کوئی تصور وہاں نہ پیدا ہوتا، اور جب سے ملوک اسلام نے اس سُنّت کو ترک کیا، اُسی وقت سے یہ تفرقے پھوٹے، اور طرح طرح کے فتنے اپنے دامن میں لائے۔

خلافت تیس برس ہوگی : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا: میرے بعد خلافت تیس (۳۰) برس ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی، چنانچہ خلافت تیس برس رہی پھر سیدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت شروع ہوگئی۔

الخلافة فی أُمتی ثلاثون سنة ثم یصیر ملکًا عضوضاً	خلافت میری اُمت میں تیس برس رہے گی پھر وہ ملک ہوگا جو عضوض ہے

سنن ترمذی میں یوں ہے :

الـخـلافة فـی اُمتـی ثلاثون سنة ثم خلافت میری اُمت میں تیس برس
ملك بعد ذلك رہے گی۔ پھر وہ ملک ہو جائے گی۔

اسی حدیث کو امام ابوداؤد نے اس طرح بیان کیا ہے:

خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يوتی خلافتِ نبوت تیس سال تک ہے پھر
اللّٰه الملك من يشاء اللہ تعالیٰ جسے چاہے ملک دے گا۔

علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس اُمت کے سب سے بہتر بادشاہ تھے، آپ سے پہلے چاروں خلفائے نبوت تھے۔ حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس اُمت کے پہلے بادشاہ ہیں، آپ کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بادشاہت نبوت ہوگی اور رحمت ہوگی۔ پھر خلافت ہوگی اور رحمت ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی اور رحمت ہوگی **يكون الملك نبوة ورحمة ثم تكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة۔**

صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد رکھنا واجب ہے اگر کوئی شخص سیدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص کی شان میں کلمہ بد کہے وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔

صحابہ کرام کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور اُن سے بغض رکھنا ایمان کے منافی ہے۔

حضرت امام مالک فرماتے ہیں: جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی مرتضیٰ، سیدنا معاویہ بن ابوسفیان، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بُرا بھلا کہا اور اگر وہ یہ کہے کہ 'وہ لوگ ضلال و کفر پر تھے' تو اُسے قتل کیا جائے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات کہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ (شرح الشفاء)

خود حضور نبی کریم ﷺ، حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں دُعا

دے رہے ہیں: **اللھم اجعله هاديا مهديا واهدبه** (ترمذی شریف) اے اللہ ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

(☆) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا لعابِ دہن چٹاتے ہوئے اُن کی والدہ سے فرمایا کہ 'یہ ابو الخلفاء ہیں' یعنی کئی حاکموں (خلفاء) کے باپ ہیں' چنانچہ خاندانِ عباسی کی بہت عرصہ تک حکومت رہی۔ (خصائص کبریٰ)

☆☆☆

ایمان ونفاق کا علم : اللہ کے رسول تمہارے اخلاص کو بھی پہچان رہے ہیں۔ اخلاص کیا ہے؟ نفاق کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ یہ دِل کی کیفیت ہے مگر رسول سے تمہارے دِل کی کیفیت بھی پوشیدہ نہیں رکھی گئی ہے۔ اگر رسول تمہارے دِل کی کیفیتوں پر عالم نہ ہوتے تو یہ بے دیکھی گواہی مانی کبھی نہ جاتی۔ یہ گواہ بنائے گئے ہیں۔ بے دیکھی گواہی اسی وقت قابلِ قبول ہوتی ہے جب وہ دیکھنے والے کی گواہی پر مکمل ہو۔ دیکھنے والے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں صاحبِ تفسیر رُوح البیان کہہ رہے ہیں کہ وہ ہمارے ایمان کو بھی جانتے ہیں' ہمارے گناہ کو بھی جانتے ہیں۔ ہمارے اخلاص کو بھی جانتے ہیں۔ ہمارے نفاق کو بھی جانتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کا ڈھنڈورا پیٹنے والو' تمہارے ایمان کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے مکہ مکرمہ میں ہونے والی گفتگو کا علم :

جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے صفوان ابن اُمیہ اور عمیر ابن وہب یہ دونوں حطیم کعبہ کے پاس بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے' اُن دونوں کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ عمیر کا لڑکا وہب جنگ بدر کے قیدیوں میں جا چکا ہے' عمیر اپنے اضطراب و بے چینی کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر میں اہل وعیال والا نہ ہوتا' اگر میرے اُوپر بارِ قرض نہ

ہوتا تو میں محمد عربی کا کام تمام کر دیتا۔ صفوان ابن اُمیہ نے کہا کہ ہم تمھارے بچوں کی کفالت کا عہد کرتے ہیں تمہارے قرض کو ادا کر دیں گے۔ مگر اس راز کو کسی تیسرے پر ظاہر نہ کرنا۔ منصوبے کے تحت عمیر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار رسالت ﷺ نے پوچھا کہ عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ تو کہا کہ اپنے بچے کی رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں اور صفوان ابن اُمیہ میں یہ بات نہیں ہوئی؟ مکے کے اندر، کعبے کے قریب، حطیم کے پاس؟ کیا اس نے تمھارے بچوں کی کفالت نہیں لی؟ کیا اُس نے تمہارے قرض کو ادا کرنے کا وعدہ نہیں لیا؟ سُنو عمیر۔ تمہارے اور میرے مابین خُدا کا ارادہ حائل ہے۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ اتنا سُننا تھا کہ عمیر کے دماغ میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوگیا۔ ایک تحریک پیدا ہوئی کہ بات تو ہوئی تھی مکے میں، مدینے والے نے کیسے جان لیا۔ بات تو ہوئی تھی دو میں، تیسرے نے کیسے جان لیا۔ فوراً پڑھا **اشهد ان لاالـه الا اللـه وحـده لاشـريك لـه، واشهد ان محمدا عبده، ورسولـه** کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اب میں تم سے ایک سوال کروں کہ حضرت عمیر کو جو ایمان کی دولت ملی، اس کی تحریک کہاں سے پیدا ہوئی؟ اس کا محرک کون تھا؟ کس نے یہ انقلاب پیدا کیا کہ ایمان لاؤ؟ یہی بات تو تھی کہ رسول نے غیب کی بات بتا دی۔ اُن کے دل میں ایمان کی تحریک پیدا ہوگئی۔ رسول کے علمِ غیب کو جب انھوں نے سمجھ لیا تو وہ ایمان لانے مجبور ہوگئے۔ زمانہ کتنا بدل چکا ہے۔ کبھی رسول کے علمِ غیب کو لوگ مان کر مومن بنتے تھے۔ آج انکار کر کے ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ (دلائل النبوۃ، خصائص الکبریٰ)

مدینہ منورہ سے جنگِ نہاوند کا مشاہدہ :

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے منبر شریف پر رونق افروز ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ سینکڑوں میل دُور شام کے علاقہ نہاوند میں جنگ کر رہے تھے۔ وہاں ایک ایسا وقت ہے کہ دشمن ایک سازشی پروگرام بناتا ہے اور پہاڑ کی آڑ لے کر اسلامی لشکر کو نقصان پہونچانا چاہتا ہے۔ مدینہ منورہ کے منبر سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھ یہ منظر دیکھ رہی ہے اور یہاں پر سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کمانڈ کر رہے ہیں اور یہاں پر ہی سے آواز دے رہے ہیں **یاسارية الى الجبل** اے ساریہ پہاڑ کی طرف جمع ہو جاؤ، اور یہ آواز حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ سُنتے ہیں۔ دُور والے کو پُکارا اور لفظ ندا **یا** کے ذریعہ پُکارا اور یہ سمجھ کر پُکارا کہ وہ سُن رہے ہیں۔ مدد کرنے کے لئے پُکارا اور واقعی انہوں نے سُنا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھ نے دُور سے دیکھا، حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کے کان نے دور سے سُنا۔
(مشکوٰۃ)

جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پُکارا تو سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور اجل تابعین عظام بھی تھے سب ہی تو وہاں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی تو کہہ دیتا کہ اے فاروقِ اعظم آج منبرِ رسول سے شرک کر رہے ہیں۔ لفظ **یا** سے پُکار رہے ہیں، دُور والے کو پُکار رہے ہیں۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ وہ شام کے علاقہ نہاوند میں ہیں، اتنا بڑا شرک کر رہے ہو، منبر سے اُتر جایئے، کسی نے نہیں کہا۔ یہ نہ سمجھنا کہ وہ ڈر گئے، وہ قوم ڈرنے والی نہیں۔ وہ ذَرا بھی بھول چوک یا غلطی کو برداشت کرنے والے بھی نہیں تھے، وہ اخلاص والے تھے۔ کیسے کہہ سکتے ہو کہ

ڈر گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک موقع پر ایک ضعیف خاتون بھی نہ ڈر سکی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جو ازواج مطہرات کی مہریں ہیں اگر اس سے زیادہ مہر باندھا گیا تو اُسے بیت المال میں داخل کردیا جائے گا' تو ایک بوڑھیا خاتون نے اعتراض کردیا۔ یہ ہمارا حق ہے خدا نے ہمیں دیا ہے تمہیں کیا حق ہے کہ بیت المال میں داخل کریں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا کہا: مرد نے غلطی کی' عورت نے ٹھیک کردیا۔ اے اللہ مجھے معاف کردے کہ ہر انسان عمر سے زیادہ ہوشیار ہے۔ اُن کا تواضع تو دیکھئے' اُن کا انکسار تو دیکھئے۔ معلوم یہ ہوا کہ ذرا بھی لچک ہوگی تو کوئی بھی برداشت نہیں کرے گا۔ ذرا وہ بھی واقعہ یاد کرو جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر خطاب کرتے ہیں کہ سُنو اور مانو۔ ایک شخص تلوار لے کر کھڑا ہوگیا اور کہا نہیں سُنتا اور نہیں مانتا **لااسمع ولااطاع** نہ سُنتا ہے نہ مانتا ہے۔ کیوں نہیں مانتے؟ دیکھو آپ نے اتنا بڑا جُھبہ پہنا ہے یہ اتنا کپڑا آپ کو کیسے مل گیا؟ میں آپ کو اُس دَور کا مزاج بتلا رہا ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو بُلاتے ہیں اور اپنے فرزند کو بھی بُلاتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں تو بیٹے نے کہا کہ میں نے اپنا حق اپنے باپ کو دیا اور غلام نے کہا کہ میں نے اپنے آقا کو دیا' تو اب اس شخص نے کہا کہ اب سُننا بھی ہے اور ماننا بھی ہے۔ دیکھا آپ نے کیسے جری تھے۔ قیصر وکسریٰ کے سامنے تلوار کھینچ لینے والی قوم' اسلام کو بگڑتا ہوا دیکھ کر کیسے خاموش رہ سکتی ہے؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جو عورت سے غلطی ہوگئی تھی رجم (سنگسار) کا حکم دے دیا تو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ٹھہر جایئے' یہ اپنے جرم کے نتیجہ میں بار آور ہوگئی ہے اس لئے جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اُس وقت تک رجم نہیں کرسکتے' اس میں دو جانوں کا نقصان ہے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں **لولا علی لهلك عمر** اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ کیا محبت تھی‘ کیا خلوص تھا۔ یہی فاروق اعظم ہیں حجرِ اسود سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

اے حجرِ اسود میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ تو فائدہ پہونچا سکتا ہے نہ نقصان پہونچا سکتا ہے مگر میں تجھے اس لئے بوسہ دے رہا ہوں کہ میں نے اپنے نبی (ﷺ) کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور کہتے ہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں کہ یہ پتھر فائدہ نہیں پہونچا سکتا‘ یہ پتھر نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ یہ پتھر قیامت میں کافروں کے کفر کی گواہی دے گا‘ یہ مومنوں کے ایمان کی گواہی دے گا‘ منافقوں کے نفاق کی گواہی دے گا۔ جن کے ایمان کی گواہی دے گا اُن کو فائدہ پہونچا رہا ہے‘ جن کے کفر کی گواہی دے گا اُن کو نقصان پہونچا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے فائدہ بھی پہونچانے کی طاقت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو نقصان پہونچانے کی بھی طاقت دی ہے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے برجستہ کہا کہ خدا مجھے اس دن تک زندہ نہ رکھے جب کہ علی نہ ہو **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**۔ میں صحابہ کرام کی جرأت اور اُن کی بیباکی اور اُن کی حق گوئی کی تصویریں کھینچ رہا تھا۔ دیکھو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں **یاساریه الجبل** ۔ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی خاموش ہیں‘ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی خاموش ہیں۔ سارے صحابہ کرام خاموش ہیں۔ تو معلوم ہوا دُور والے کو پُکارنا اور یائے ندا (لفظ **یا**) کے ذریعہ پُکارنا صرف فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سُنّت نہیں ہے بلکہ سارے صحابہ کرام کا اس پر اجماعِ سکوتی ہو گیا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو کیا‘ بالکل ٹھیک کیا۔ اب نہ صرف فاروق اعظم کی سُنّت بلکہ سارے صحابہ کرام کی سُنّت ہوگئی‘ سارے صحابہ کی روش بن گئی‘ سارے تابعین

کی روش بن گئی۔ سینکڑوں میل دُور والے کو پکارالفظ **یا** کے ذریعہ پکارااور یہ سمجھ کر پکارا کہ وہ سُن رہے ہیں۔ یہ خاموشی بتلا رہی ہے یہ مسئلہ ایسا تھا کہ اُس دَور میں اختلاف ہی نہیں تھا مگراس دَور میں ہورہا ہے۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اچھا بات بھی کھل گئی کہ جب حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آئے تو کہے کہ ہم تو شکست کے قریب پہونچ چکے تھے مگرایک آواز کانوں میں ٹکرائی **یا سارية الجبل' یا سارية الجبل** ۔ کیا کسی قوم نے اتنا بڑا کمانڈران چیف پیدا کیا ہے جو مدینہ منورہ میں ہواور میدان جنگ میں کمانڈ کرے۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

کافروں کے گھیرے میں پُرسکون نیند :

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے ایک جگہ جان کوخطرے میں ڈالنے کا معاملہ پیش آیا تھا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا امتحانِ محبت بہت سخت تھا۔ اطاعتِ رسول کا معاملہ تھا۔ حضورسیدالمرسلین نبی کریم ﷺ خود ہجرت کئے اورسیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر مبارک پرسُلا دیئے۔ بڑا خطرناک بستر تھا' کافروں کے گھیرے میں تھا' دشمنوں کے سایہ میں تھا مگرسیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ' کافروں کے گھیرے میں بڑے اطمینان سے آرام فرمارہے ہیں۔ عالمِ خیال میں معروضہ پیش کیا کہ حضور ! ذرا بیدار رہیے' جاگتے رہیے' اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتے رہیے ...... کافرین تلوار لے کرکھڑے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی نقصان پہونچے' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی جان کام آجائے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ارے نادان یہ چودھویں صدی کا عقیدہ ہوسکتا ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آج مجھے موت نہیں آسکتی۔ آج میرے گلے پر تلوار نہیں چل سکتی' اس لئے کہ میرے محبوب نے کہا ہے اے علی تمہیں اس لئے روک رہا ہوں تاکہ تم امانت دے دو' پھر مل جانا۔ جب تک میں امانت نہ دے دوں' جب تک میں حضورﷺ سے نہ مل جاؤں سب کچھ ہوگا مگر موت نہیں آئے گی۔ زمانہ میں انقلاب آسکتا ہے مگر رسول کی بات ٹل نہیں سکتی۔ رسول کی زبان نہیں ٹل سکتی۔

میں نے عالمِ خیال میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے پھر معروضہ پیش کیا کہ عبادت آپ کی عادت ہے' آپ نماز پڑھیے' ہوشیار رہیے' بیدار رہیے' نفل پر نفل پڑھنے کی عادت ہے آج آرام کیوں فرما رہے ہیں' آج کیوں سو رہے ہیں؟

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آج مجھے حضورﷺ نے اپنے بستر پر سُلایا ہے۔ یہ سونے میں جو حقیقت ہے وہ جاگنے میں نہیں ہے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

ارے نادان ! تو حقیقت بھی نہ سمجھ سکا' مجھے تو آج سونا ہی چاہیے' اگر میں جاگا وہ تو میری عبادت کی وجہ سے جاگنا ہوگا مگر چودھویں صدی کے یہ نادان کیا سمجھیں گے؟ یہ سمجھے گا کہ علی (رضی اللہ عنہ) ڈر رہے تھے' عبادت کے بہانے جاگتے رہے مگر شیرِ خدا بستر پر سو کر بتا رہا ہے کہ یہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بتا رہا ہے کہ حضور نبی کریمﷺ غیب کا علم رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریمﷺ کی اطاعت میں ہم سب مسلمانوں کا امتحان بھی ہے جو لوگ اس میں پورے اُتریں گے وہی پورے مسلمان ہیں۔

عِلمِ غیب تفاسیر کی روشنی میں :

تفسیر رُوح البیان اُٹھا کر دیکھو : ﴿**وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا**﴾ (البقرة/۱۴۳) اور (اے مسلمانو !) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول تم پر گواہ ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحبِ رُوح البیان نے کیا پیاری بات کہی ہے یہاں یہ نہ سمجھنا کہ قرآن شریف تم ہی نے پڑھا ہے، وہ تو مفسر ہیں قرآن کی ہر آیت کو سمجھ کر اور احادیث کی نزاکتوں کو جان کر ہی انہوں نے تفسیر کی ہے۔ فرماتے ہیں: **ما انا اصحابة الرسول عليهم اطلاعه على مرتبة كل متدين بدينه** اسی پر خاموش نہیں ہو گئے رسول اُن پر شاہد ہے۔ اس کے معنی کیا ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو جانتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: **فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم واعمالهم وحسناتهم وسياتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق** میرے رسول ایمان والوں کے ایمان کو بھی دیکھ رہے ہیں اور جو ایمان والے نہیں ہیں اُن کے گناہوں کو بھی جانتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں اُن کے ایمان کی حقیقت کو بھی، اُن کے اعمال کو بھی جانتے ہیں اور اعمال ہی نہیں حسنات، سیئات، اخلاص، نفاق ...... اس کے سوا سب کچھ میرے رسول جانتے ہیں اور لطف کی بات ہے **یعملوا** کا لفظ نہیں ہے **یعرفوا** ہے یعنی میرے رسول پہچانتے ہیں اور پہچاننے کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔

تفسیر نیشاپوری دیکھئے: ﴿**فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا**﴾ (النسآء/۴۱) پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب ﷺ) ہم آپ کو اُن سب پر گواہ لائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: **لان رُوح النبی شاھدا علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقوله اول ما خلق الله نوری** آپ کی رُوح مبارک تمام رُوحوں، جانوں اور دِلوں کا مشاہدہ کررہی ہے آپ کا فرمان ہے 'اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا'۔ (تفسیر نیشاپوری) اب جو کچھ پیدا ہوتا جارہا ہے اُسے دیکھتے چلے جارہے ہیں کیونکہ یہ اُن کے سامنے پیدا ہورہا ہے۔

تفسیر مدارک نے کیا اچھا لفظ استعمال کیا: **ای شاھدا علی من کفر بالکفر وعلی من نافق بالنفاق وعلی من اٰمن بالایمان** آپ کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور مسلمانوں کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (تفسیر مدارک)

میرا رسول ایمان والوں کے ایمان کی بھی شہادت دے رہا ہے اور کافروں کے کفر کی بھی شہادت دے رہا ہے اور منافقوں کے نفاق کی بھی شہادت دے رہا ہے۔

حجر اسود کی گواہی : رسول ﷺ کی عظمت تو بڑی چیز ہے اور علماء سے یہ سمجھے کہ جب حجر اسود کے سامنے جائیں گے تو حجر اسود گواہی دے گا بارگاہ خداوندی میں ایمان والوں کے ایمان کی، اور کافروں کے کفر کی، اور منافقوں کے نفاق کی بھی گواہی دے گا۔ جب یہ حدیث میری نظر سے گذری تو میں سوچ میں پڑ گیا کہ حج کے لئے تو ایمان والے ہی جاتے ہیں، مکہ معظّمہ میں تو مشرکین پر پابندی ہے، قدم بھی رکھنے نہیں دیا جاتا۔ وہاں تو سب حج کرنے والے مومن ہی ہے تو بتاؤ حجر اسود پھر کافروں کی گواہی کیسے دے گا؟ معلوم ہوا کہ ایمان والوں ہی کے نام سے کچھ اور لوگ جاتے ہوں گے جس کو ہم نہیں جانتے مگر یہ پتھر جانتا ہے۔

شہادت اور فتح کی خبر : مشکوۃ شریف باب المعجزات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جنگ موتہ میں شہید ہونے والوں (حضرت زید، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہم) کی خبر مدینہ منورہ

میں بیٹھے ہوئے میدان جنگ کا منظر دیکھتے ہوئے پہلے ہی لوگوں کو دے دی اور اس ترتیب سے دی کہ پہلے حضرت زید (رضی اللہ عنہ) نے پرچم اُٹھایا' شہید کر دئے گئے پھر حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) نے پرچم اُٹھایا' شہید کر دیئے گئے پھر حضرت ابن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے پرچم اُٹھایا' شہید کر دئے گئے ۔ حضور نبی کریم ﷺ جب یہ ارشاد فرما رہے تھے آپ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے' پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اللہ کی تلوار (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے پرچم لیا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں کامیاب کر دیا ۔ جنگ ہو رہی ہے دوسرے مقام پر' ہمارے نبی ﷺ مدینہ میں دیکھ رہے ہیں ۔ تفصیل سے بتانے والا وہی تو بتا سکتا ہے جس کو اللہ نے ایک ایسی قوت دی ہو کہ جدھر توجہ فرما دے اُدھر منکشف ہو جائے ۔ اگر یہ میرے رسول ﷺ کی قوت قدسیہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام کا آنا بھی ثابت نہیں ۔ میرے رسول جانتے ہیں کہ کس شخص کی موت' کس مقام میں اور کس وقت اور کس حالت میں واقع ہونے والی ہے ۔ اور ہر واقعہ اور ہر شئ کو اگرچہ وہ کتنے ہی دُور ہو اس کو دیکھتے ہیں ۔

انبیاء علیہم السلام کی رُوحانی کیفیات : قاضی عیاض' شرح شفا شریف کی تیسری جلد میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنے ظاہری جسمانی کیفیات میں بشر کے ساتھ ہیں ۔ بشر نہیں کہا' **مع البشر** کہا یعنی بشر کے ساتھ ہیں ۔ بشر سے ملتے جلتے ہیں' اپنے ظاہری کیفیات میں' لیکن اُن کی باطنی بلندیاں' اُن کی قوائے رُوحانیاں یہ اپنے اندر ملکوتی صفات رکھتی ہیں اس لئے اِس دھرتی کے اُوپر سے مشرق کو دیکھتے ہیں کبھی مغرب کو دیکھتے ہیں اور آسمان کی آواز سُن رہے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام سدرہ سے آنے کا ارادہ فرماتے ہیں یہ سونگھ لیتے ہیں حساب لگایا جائے کہ سدرہ کی بلندی کتنی ہے ساتویں آسمان تک تو سات ہزار برس کا راستہ اور یہ

تو اُس کے اُوپر ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ارادہ کیئے ہیں ابھی اُترے نہیں، سونگھ لئے۔ جبریل علیہ السلام کی شامہ کا یہ حال ہے مہک مدینہ کی گلی میں پہنچ گئی۔ یہاں سے اپنے حبیب ﷺ کو آواز دو تو مدینہ کچھ دُور نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام، فرشتوں کو انسانی شکل میں بھی پہچانتے ہیں :

سوچنے کی بات ہے کہ اگر اتنا علم نہ دیا جائے نبی کو کہ آنے والا جو ہم سے بات کر رہا ہے وہ کون ہے؟ انسان ہے کہ ملک ہے؟ مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام آدمی کی صورت میں آویں، اور اگر حضور نبی مکرم ﷺ بھی یہی سمجھیں کہ یہ آدمی ہے تو جو یہ کہہ کے گئے ہیں اُسے وحی سمجھیں گے یا کیا سمجھیں گے؟ حدیث جبریل کے اندر بہت واضح بات ہے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں **طلع علینا رجل** الفاظ ان کے ہی ہیں۔ ہمارے اُوپر ایک مرد طلوع ہوا اور حضرت جبریل علیہ السلام پوری گفتگو کر گئے مگر کسی کو پتہ نہ چلا کہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ سمجھنا کہ بات کرنے والا کون ہے یہ قوت نبی کو دِی گئی تاکہ وہ سمجھ لے کہ جبریل کا کلام کیا ہے اور غیر جبریل کا کلام کیا ہے۔ ملک (فرشتہ) کی بات کیا ہے اور غیر ملک کی بات کیا ہے۔

حضور ﷺ ہماری باتیں سُنتے ہیں :

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ تم کو دیکھ رہے ہیں تمہارے کلام کو سُن رہے ہیں۔ ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہم کو دیکھ رہے ہیں اور ہمارا کلام سُن رہے ہیں۔

اے میرے محبوب ﷺ کے عاشقو ! میں تم کو ایک خوش خبری سُناتا ہوں کہ اللہ کا رسول ﷺ تم کو دیکھ رہا ہے اور تمہارے کلام کو سُن رہا ہے ۔

اے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والو ! میں تمہیں عذاب کا مژدہ دے رہا ہوں کہ میرا رسول ﷺ تمہیں دیکھ رہا ہے اور تمہاری باتیں سُن رہا ہے ۔

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

☆☆ اللہ رسول تمہارے اعمال دیکھ رہے ہیں

﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۹۴)

اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی ۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں ۔ فرمایا کہ تمہارے سب چُھپے، کھلے کام اللہ وَ رسول دیکھیں گے ۔ حضور ﷺ کا ذِکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے ۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ وَ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا ۔

اللہ اور اُس کا رسول تمہارے عملوں کو دیکھے گا اگر تمہارے اعمال نے تمہارے ایماندار اور مخلص ہونے کی تصدیق کر دی تو ہم بھی تسلیم کرلیں گے ۔ خوب جان لو اس چندروزہ زندگی کے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور وہ سب کچھ جاننے والا تمہیں تمھارے سب کرتوتوں پر آگاہ کر دے گا ۔

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (التوبہ/۱۰۵)

اور فرمایئے کہ عمل کرتے رہو ۔ پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اُس کا رسول اور مومنین ۔

تفسیر رُوح البیان میں اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے کہ نیک بندوں کے مخلصانہ عمل کا ایک نور ہوتا ہے جو آسمان کی طرف اپنے صدق و اخلاص کے اندازے کے مطابق بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور الوہیت سے، رسول اسے اپنے نور نبوت سے اور مومنین کاملین اسے اپنے نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)
صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بند کوٹھری میں عمل کرے، رب تعالیٰ اسے فاش کر دیتا ہے (رُوح المعانی) اسی لئے بعض اولیاء کے نیک اعمال آج تک مشہور ہیں اور لوگ اُن کی تعریفیں کر رہے ہیں اگرچہ انھیں پردہ فرمائے صدیاں گزر چکیں۔

☆☆

مظہر صفات الٰہیہ : میرے رسول ﷺ مظہر صفات الٰہیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ جو میرا ذکر کرتا ہے میں اُس کے قریب ہوتا ہوں، میں اُسے دُور نہیں کرتا اور فرمایا کہ **اذا ذکرت ذکرت معی** جب میرا ذکر کیا جائے گا تو تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔ مگر اے رسول اللہ ﷺ تمہارا جو ہمنشیں ہوگا میں بھی اُس کا ہمنشین ہوں گا۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

رسول کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں : امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مواہب لدنیہ میں تمام علماء کا ایک عقیدہ پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ہمارے رسول ﷺ کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ موت طاری ہونے سے پہلے جو زندگی تھی اور موت طاری ہونے کے بعد جو زندگی ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح زندگی میں وہ تمام باتوں سے باخبر تھے ویسا ہی وصال کے بعد بھی وہ باخبر ہیں۔ انتہا دیکھو کہ تمہارے احوال سے بھی باخبر اور تمہاری نیتوں سے بھی باخبر ہیں۔ وہ جیسے پہلے اپنی اُمت کا مشاہدہ فرما رہے تھے، آج بھی کر رہے ہیں، جیسے پہلے وہ اپنی اُمت کے احوال، اُن کے اعمال، اُن کی نیّت، اُن کے

دِل کے خطرے، اُن کے دِل کے اِرادوں کو جانتے تھے اور آج بھی جان رہے ہیں۔ رسول پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ سب اُن کے سامنے بالکل جلی ہے، واضح ہے۔

نکتہ : بعض لوگ کہتے ہیں نِیّت اچھی رکھنی چاہئے، دِل صاف رہنا چاہیے، خواہ زبان سے کچھ بھی کہو۔ میں ایک مثال دیتا ہوں کہ اگر کسی نے شادی کے وقت یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کو اتنے مہر پر آپ کی زوجیت میں دے دیا......تو یہ دولھا کہے کہ میں قبول کیا۔ بس یہی کہنا تھا کہ یہ ہر دو میں جو دُوری تھی اور جدائی اور حجاب تھا سب دُور ہوگیا۔ یہ کہنے کے اثر کو تو سب جانتے ہیں کہ اس کہنے کی وجہ نے اتنا ملایا کہ اتنا ملا ہوا کوئی نظر نہیں آتا۔ دوسرا کہنا یہ بھی ہے کہ یہی شوہر اگر اپنی بیوی کو کہے کہ میں نے تجھے تین طلاق دے دیا۔ یہ تو کوئی ایٹم بم نہیں ہے، یہ بھی کہنا ہے۔ ایک کہنا تھا ملا دیا۔ ایک کہنا تھا کٹا دیا۔ پھر وہی کہنا ہی رہا۔ اگر کسی عالم یا مفتی سے کہے کہ میں نے کہا ہے میری نیّت صاف ہے، میں نے محبت سے کہا ہے تو مفتی صاحب کیا جواب دیں گے؟ وہ کہیں گے کہ دِل میں کچھ بھی محبت کیوں نہ ہو، کہنے کا جو کام تھا وہ ہوگیا۔ نادانوں ! تم بھی کہتے ہو کہ دِل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔ اگر واقعی دل میں محبت ہوتی تو رسول کے متعلق عداوت کے الفاظ کیوں استعمال ہوتے

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

شرک ہر حال میں شرک ہوگا : بعض کہتے ہیں کہ زندگی میں مانگنا چاہیے بعد وفات کے شرک ہے۔ تو بتلاؤ کہ کیا زندگی میں مانگنا ایمان ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ جو چیز شرک ہے وہ بہرحال شرک ہے۔ خدا کے سوا غیر خدا کو پوجنا شرک ہے۔ زندہ کو پوجو جب بھی شرک، مُردہ کو پوجو جب بھی شرک۔ اپنے کو پوجو جب بھی شرک، غیر کو پوجو جب بھی شرک۔ نبی ﷺ کو پوجو یا غیر نبی کو بہرحال شرک ہے۔ تم کہتے ہو کہ زندوں کو پوجنا شرک نہیں ہے مردوں کو پوجنا شرک ہے۔

میرا رسول تمہارے نیتوں کو اور تمہارے دِلی خطرات کو جانتا ہے۔ صاحب رُوح البیان اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾** (الاحزاب) اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاظر و ناظر' خوش خبری دیتا' اور ڈر سُناتا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والا اور چمکانے والا چراغ۔ (کنزالایمان) لفظ شاہد کی تفسیر کرتے ہوئے فرمارہے ہیں **لانه لما كان اوّل مخلوق خلقه الله كان شاهدا بوحدانية الحق** میرے رسول جب اوّل مخلوق ہیں تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مشاہدہ کررہا ہے اور **وشاهدا بما اخرج من الادم الى الوجود** آدم سے جو کچھ وجود میں آتا چلا گیا سب کو مشاہدہ فرماتا چلا گیا۔ صاحب رُوح البیان فرماتے ہیں **بما اخرج من الادم الى الوجود من الارواح والنفوس والاجسام والنبات والحيوان والملك والجن والشيطان والانسان وغير ذٰلك** ۔اب کوئی عالم' ناسوت میں ایسا نہیں ہے جو رسول نہ دیکھ رہے ہوں۔ اب کوئی ایسا عالم' ملکوت میں نہیں ہے جو رسول نہ دیکھ رہے ہوں چاہے عالم نباتات ہو' چاہے عالم حیوانات ہو' چاہے کوئی عالم ہو...... میرے رسول اُسے دیکھ رہے ہیں۔

﴾☆☆ رسول اللہ ﷺ کی شہادتِ توحید :

شہادت ہمیشہ دوطرح کی ہوتی ہے (۱) اصالتاً (۲) وکالتاً

اصالتاً شہادت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو دیکھ کر اس کے وجود پر شہادت دے۔ خاتم الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت اصالتاً تھی جب کہ دیگر انبیاء کرام اور حضور ﷺ کی اُمت کی شہادت وکالتاً ہے اسی لئے قرآن حکیم میں اعلان فرمایا گیا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرة/۱۴۳)

اور (اے مسلمانو !) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول تم پر گواہ ہو۔

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

(النسآء/۴۱) پھراس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب ﷺ) ہم آپ کو اُن سب پر گواہ لائیں گے۔ ☆☆﴾

سرکار رسالت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو جانا اور جان کر وحدانیت کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دیکھا اور خدا کی وحدانیت کو دیکھنا یہ بھی میرے رسول کے لئے مخصوص ہے اور خدا کی احدیت کو دیکھنا‘ یہ بھی میرے رسول کے لئے مخصوص ہے۔ جنّت میں مومنین تو واحد کو دیکھیں گے‘ وحدانیت کو نہیں دیکھیں گے۔ احد کو دیکھیں گے‘ احدیت نہیں دیکھیں گے۔ میرے رسول ﷺ نے واحد کو بھی دیکھا اور وحدانیت کو بھی دیکھا‘ احد کو بھی دیکھا‘ احدیت کو بھی دیکھا۔ جب ساری کائنات کی تخلیق ہوگئی تو سب سے آخر میں حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اس کے بعد قیامت آجائے گی۔

جب مجسمہ آدم علیہ السلام تیار ہوا تو زمین کا فرش بچھ چکا تھا۔ آسمان کا شامیانہ لگ چکا تھا ستاروں کے چراغ لگائے جا چکے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھے کہ پہلے کون؟ یہ تو خود بعد میں آئے ہیں۔ اب اُن کا فیصلہ علم کا فیصلہ ہوگا۔ پہلے چاند یا سورج آج تک فیصلہ نہ ہوا مگر پہلے تھا اللہ تبارک وتعالیٰ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** جب یہ خود آخری میں آئے تو پہلے کی کیا بات بتائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہتمام فرمایا۔ نہ عرش ہے نہ فرش ہے‘ نہ زمین ہے نہ آسمان‘ نہ چاند ہے نہ سورج‘ نہ آگ ہے نہ آتشیں‘

نہ زمان ہے نہ زمانیات ہے، کچھ بھی نہیں۔ وہ نور محمدی ﷺ کو پیدا کیا اور نور محمد ﷺ نے دیکھ لیا کہ واحد ہے اُس نے وحدانیت دیکھی، احد ہے اُس کی احدیت ہے، کوئی دوسرا نہیں ہے کہ یہ سوال کرے کہ یہ پہلے ہے یا وہ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔** مشاہدہ کروایا گیا۔ اور ضرورت تھی کہ مشاہدہ کرادیا جاتا، اس لئے کہ مجھے آ کر گواہی دینا ہے۔ یہ ایک ایسی گواہی ہے جس کو علماء نے لکھا ہے، لہذا دیکھنے والے کی ضرورت ہے **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ** میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ دیکھو ! ایک ہے نفی کی گواہی دینا، ایک ہے اثبات کی گواہی دینا، دونوں میں فرق ہے۔ اگر میں کہوں کہ حضرت شیخ الجامعہ یہاں تشریف رکھتے ہیں تو یہ مسئلہ آسان ہے نظر پڑ گئی ہے حضرت تشریف رکھ رہے ہیں تب میں اشارہ کروں گا یہاں تشریف رکھتے ہیں اور اگر میں کہوں کہ حضرت شیخ الجامعہ اس مجمع میں تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ یہ میں اسی وقت کہوں گا جب کہ اس گوشہ کو بھی دیکھو، اُس گوشہ کو بھی دیکھوں، یہاں بھی دیکھوں، وہاں بھی دیکھوں، پورے مجمع کو بھی دیکھوں۔ جب تک میں پورے مجمع کو نہ دیکھوں تب تک نفی کی گواہی نہیں دے سکتا۔ اب معلوم ہوا کہ نفی کی بات وہی کرے گا جو سب کو دیکھ چکا ہو۔ کلمہ سمجھ لو تو رسول کا علمِ کائنات ماننا پڑ جائے۔ میں گواہی دیتا ہوں نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ میں گواہی دیتا ہوں نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوائے۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو طبقات ارض کو بھی دیکھ چکا ہو، آسمان کی رفعتوں کو بھی دیکھ چکا ہو، مشرق ومغرب شمال وجنوب کو بھی دیکھ چکا ہو۔ سب کچھ دیکھ چکا ہو پھر اس کے بعد کہہ رہا ہے کہ کہیں کوئی معبود نہیں ہے اللہ کے سوائے۔ کہیں کوئی منفعت والا نہیں ہے اللہ کے سوائے۔

گواہی تو اور بھی لوگوں نے دی ہے گواہی سُنی ہوئی بھی ہوتی ہے۔ جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی زبان پر یہ سُنا **اشهد ان لا اله الا الله** تو عالم خیال میں، مَیں نے پوچھا کہ حضور آپ نے دیکھا؟ کہا نہیں۔ دیکھا نہیں۔ اے حضرت کلیم آپ بھی کہتے ہیں **اشهد ان لا الـه الا اللـه** کیا آپ نے دیکھا؟ کہا نہیں۔ ایک مرتبہ صفت کی تجلی پڑی تھی تاب نہیں لا سکا۔ اے حضرت خلیل ! آپ نے دیکھا؟ کہا نہیں۔ یہاں تو سب نہیں سُنانے والے ہیں۔ اب یہ کہنے کی ضرورت ہے جو یہ کہہ دے کہ ہم نے دیکھا ہے تا کہ سب کی گواہیاں مکمل ہو جائے۔ دیکھو، سُننے والوں کی گواہی دیکھنے والوں پر مکمل ہوتی ہے مثلاً چاند کا مسئلہ درپیش ہو، عید کا چاند نکل آیا ہے۔ ہمارے مفتی صاحب قبلہ بیٹھ گئے دو گواہ آئے۔ کہو تم نے دیکھا؟ نہیں مفتی صاحب سُنا ہے۔ کس سے سُنا؟ فلاں بکر سے سُنا ہوں۔ قلم نہیں چل رہا ہے روشنائی نہیں خرچ کر رہے ہیں۔ عالم کے قلم کی روشنائی کی عظمت میں کیا سمجھاؤں یہ ایسے ضائع نہیں ہوا کرتی، یہ وہ روشنائی ہے جو شہیدوں کے خون کے برابر تولی جائے گی اور اس روشنائی کا وزن بڑھ جائے گا۔ یہ عالم کے قلم کی روشنائی ہے شہید، اللہ کی راہ میں اپنی گردن کٹاتا ہے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اور عالم اس کو بچاتا ہے عالم اس کا محافظ ہے۔ **والله اعلم بالصواب**

خیر، پھر مفتی صاحب نے کہا، لاؤ جس نے چاند دیکھا ہے۔ پھر دو آدمی آئے اور کہا کہ مفتی صاحب ہم نے دیکھا ہے۔ پھر مفتی صاحب نے کہا کہ آنکھوں سے دیکھا ہے؟ کہاں ہاں دیکھا ہے اور اعلان کر دیا۔ پھر مفتی صاحب نے دونوں کی گواہی کی تکمیل کر لی۔ پھر اور لوگ آئے کہے کہ ہم نے بھی سُنا ہے۔ مفتی صاحب نے کہا کہ اگر تم واقعی سُنے تھے تو پہلے ہی آنا چاہیے تھا۔ اب ہم نے تو دیکھنے والوں کی گواہی لے لی ہے اور اب سُننے والے کی گواہی کون لے گا۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اب پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو آخر تک کیوں روک کر رکھا' اس لئے کہ اے محبوب آپ ﷺ کو بھیج دوں تو حضرت آدم کی کیا ضرورت ہوگی اور حضرت نوح کی کیا ضرورت ہوگی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی کیا ضرورت ہوگی۔ اس لئے سب کو بھیجنا ہے اس کے بعد اے محبوب ﷺ آپ جانا کیونکہ آپ دیکھنے والے ہیں، بعد جانا' تاکہ تمہارے بعد کسی نبی کے جانے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

نگاہِ رسالت ﷺ سے کوئی غیب چھپ نہ سکا : جب اللہ تبارک وتعالیٰ (غیب الغیب) نے اپنے کو نہ چھپایا تو بتلاؤ وہ کون سا غیب ہے جو نگاہ رسالت سے چھپ سکے۔ مثال کے طور پر اگر افتخاری صاحب مجھے وہاں سے حیدرآباد لے آئے اور کہا کہ یہاں سے بنگلور کو چلئے اور وہ بھی رات کا وقت ہو' اور وہ آدھے راستے میں کہے کہ آپ جائیے میں ساتھ نہیں چلوں گا تو میں اُن سے کہوں گا کہ افتخاری صاحب آپ مجھے کیا مصیبت میں ڈال دیئے ہیں۔ جب درمیان میں چھوڑنا ہی تھا تو ساتھ کیوں آئے؟ یہ راستہ میرا دیکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ میرا کہنا ہوگا اور اگر میرے ساتھ افتخاری صاحب چلے اور میں اُن کو راستہ میں چھوڑ دیا اور کہا کہ آپ جاؤ تو وہ کہیں گے کہ آپ جاؤ یہ تو میرا دیکھا ہوا راستہ ہے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جو میرے ساتھ آئے تو آپ ہی کا فائدہ ہوا' آپ میری رہنمائی کے لئے نہیں آئے بلکہ آپ اکتساب فیض کے لئے آئے تھے۔ بلا شبہ عرض کروں گا کہ حضور ﷺ کا عظیم الشان معجزہ واقعہ معراج ہے۔ سفر معراج کے وقت جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے حبیب ﷺ کے ساتھ چلے اور چلتے چلتے سدرۃ المنتہی پر رُک گئے اور کہے کہ آپ ﷺ جائیے۔ اگر جبرئیل علیہ السلام کو چھوڑنا تھا تو مکہ معظّمہ میں چھوڑ دیتے ہوتے، اگر

چھوڑ نا تھا تو مدینہ منورہ میں چھوڑ دیئے ہوتے ، اگر چھوڑ نا تھا تو بیت المقدس میں چھوڑ دیتے ہوتے تا کہ وہ کسی صورت مکہ معظّمہ پہنچ جاتے ۔

یہ رات کا وقت ہے اور راستہ دیکھا ہوا بھی نہیں ہے مگر میرے حبیبﷺ نے یہ نہیں سونچا بلکہ خود جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ **هل لك حاجة** اے جبرئیل تمھیں کیا حاجت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام راستہ دِکھلانے کے لئے نہیں گئے تھے، یہ جو ساتھ تھے اُن کو راستہ دِکھلانا نہیں تھا کچھ رہبری و رہنمائی نہیں تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ جانتے تھے اور وہ میرے حبیبﷺ کی مزاج کو سمجھتے تھے اور انھوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت جبرئیل کو یہ سبق مل چکا تھا حضرت ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی تو کہہ سکتے تھے کہ اے رسولﷺ مجھے بھی آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر سنو میرے حبیبﷺ نے کہد یا مَلَک (فرشتہ) سے کہ مجھے تیری ضرورت نہیں ہے مگر مَلَک نہ کہہ سکا کہ مجھے بھی آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ پتہ چلا کہ نبیﷺ ملک کے محتاج نہیں ہیں۔ میرے حبیبﷺ نے ذرا پریشانی کا بھی اظہار نہیں فرمایا ہے۔ گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ اے جبریل یہ غیب کے راستے' یہ غیب کے کوچے تو میرے دیکھے ہوئے ہیں۔ جہاں میں گیا تھا وہاں میرا جانا کیا دشوار ہے' یہ تو میرا اصلی وطن ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

۞ ☆☆ **ایک یاد** : معارج النبوۃ میں ملاّ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جارہا تھا تو جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کیا **هل لك حاجة یاابراهیم** میں خادم کی حیثیت سے حاضر

ہوا ہوں کوئی حکم ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: **اما الیك فلا** تیرے ساتھ کوئی حاجت نہیں۔

جانتا ہے وہ مرا رب جلیل   آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

آج جب جبریل علیہ السلام نے عرض کیا میں اس (سدرۃ المنتہٰی) سے آگے نہیں جا سکتا تو حضور ﷺ نے چاہا کہ اس موقع پر اُس بات کا زبانی احسان اُتار دیا جائے جو جبریل اَمین نے ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا۔ آپ نے جبریل اَمین سے فرمایا: **یاجبرئیل هل لك حاجة الی ربك** اے جبریل کوئی حاجت ہو تو عرض کریں، جو چاہے مانگ لو۔ **سَل ماشئت یاجبرئیل** جبریل جو چاہے مانگ لو۔ جبریل اَمین نے عرض کیا، حضور ! مجھے اس کی منظوری دلا دیجئے کہ جب آپ کی اُمت پُل صراط سے گذرنے والی ہو تو میں اپنے پَروں کو بچھا دوں اور آپ کی اُمت اُن کے اُوپر سے گذر جائے۔ حضور ﷺ نے منظوری دے دی۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ حضور ﷺ کو خوش کرنے کا طریقہ آپ کی اُمت کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس سے اس بات کا علم بھی ہوتا ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی رضا اپنی اُمت کی فلاح، بہتری اور خوشی میں مضمر ہے۔

پُل صراط سے اُمت کیسے گذرے گی اس کا منظر بھی عجیب ہوگا۔

مظہرِ امام اعظم، مُحی الحنفیت، امامِ اہلسنت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

پُل سے گذار و راہ گذر کو خبر نہ ہو   جبریل پَر بچھائیں تو پَر کو خبر نہ ہو

سید عالم ﷺ دُعا فرما رہے ہوں گے:

رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ یااللہ! میری اُمت کو سلامتی سے گزار دے

رضا پُل سے اب وجد کرتے گذریئے   کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمد ☆☆

حضور ﷺ نے مومنین اور کفار کو پہچان لیا :

حضور ﷺ کا منافقین کو چیلنج :

تفسیر خازن کے اندر یہ حدیث موجود ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **عُرِضَتْ عَلَىَّ اُمَّتِی فِی صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ کَماَ عُرِضَتْ عَلیٰ آدم فَاُعْلِمَتْ مِن یُؤْمِنُ بِی وَ مَنْ یَّکْفُرُ بِی** یعنی ابھی میری اُمت آب وگل کی منزلیں طے کر رہی تھی کہ مجھ کو بتا دی گئی جیسے حضرت آدم علیہ السلام پر سب کچھ ظاہر کر دیا گیا' تو اللہ نے مجھے بتا دیا' کون مجھے مانے گا اور کون انکار کرے گا' کون میرے اُوپر ایمان لائے گا' کون میرا منکر ہوگا۔ یہ سب خدا نے مجھے بتا دیا میں سب کو جانتا ہوں۔ **فَبَلَغَ ذَلِكَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُو اِستِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّه' یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ یَّکْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ یَخْلُقْ بَعْدَ وَنَحْنُ مَعَه' وَمَا یَعْرِفُنَا ۔** جب منافقین نے یہ سُنا' تو انھوں نے مذاق اُڑانا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں نے ایمان والے کو بھی پہچان لیا' اور جو مجھ سے انکار کرنے والے ہیں اُن کو بھی پہچان لیا۔ اور ہم انہیں کے ساتھ ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے۔ **نَحْنُ مَعَه' وَمَا یَعْرِفُنَا ۔** ہم انہیں کے ساتھ ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے یعنی منافق یہ کہہ رہا ہے ہم تو ایمان والے نہیں ہیں' ہم تو جھوٹا ایمان رکھتے ہیں' ہم تو فریب دینے والا ایمان رکھتے ہیں۔ محمد (ﷺ) کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم نے ایمان والے کو بھی پہچان لیا اور کفر والے کو بھی پہچان لیا۔ اور دیکھو ہم انہیں کے ساتھ ہیں۔ اور ہمیں نہیں پہچانتے۔ اور اگر وہ ہمیں کافر سمجھتے تو ہمیں مال غنیمت کیوں دیتے؟ ہمارے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کیوں کرتے؟ ہمیں اپنی مسجد میں آنے کیوں دیتے؟ **مَا یَعْرِفُنَا** یہ ہمیں نہیں پہچانتے۔

یہ رسول ﷺ کے علم کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اس کے بعد **فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّم فَقَامَ عَلَى المِنُبَرِ فَحَمِدَ اللّٰه وَاَثنىٰ عَلَيهِ فَقَالَ مَابَالُ قُوُمٍ طَعِنُوا فِى عِلُمِى اَلَّا تَسُئَلُوُنِىُ عَن شَيُئِى فِيمَا بَيُنَكُم وَبَينَ الُسّا عَةِ اِلَّا نَبَاتِكُم بِهٖ** جب حضور ﷺ نے سُنا کہ منافق ایسا کہہ رہے ہیں کہ دیکھو محمد ﷺ گمان کررہے ہیں کہ ہم نے سب کو پہچان لیا اور ہم کونہیں پہچانتے۔ ہم کو اپنا ہی سمجھ رہے ہیں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے' اللہ کی حمد بیان فرمائی اور اس کی حمد وثنا کے بعد سرکار نے کہا **مَا بَالُ قُوُمٍ طَعِنُوا فِى عِلُمِى** یہ قوموں کا کیا حال ہوگیا ہے کہ میرے علم میں طعنہ کررہے ہیں۔ میرے علم پر طنز کررہے ہیں۔ میرے علم کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اے لوگو آج سے قیامت تک جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ آؤ آؤ امتحان لے لو' جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ بہرحال اُس دور کے لوگوں کو چیلنج کیا گیا تھا مگر اس دور کے لوگوں کو حسرت ہے کہ اگر ہم ہوتے تو ضرور کچھ پوچھ لیتے۔ پھر اس کے بعد ایک صحابی اُٹھ کھڑے ہوئے (جس کو جھگڑے کے وقت اُن کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا تھا یعنی نسب کا طعنہ دیا جاتا تھا) انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے باپ کا نام کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حذافہ ہے۔ تعجب ہے کہ صحابی نے باپ کا نام کیوں پوچھا ! اس لئے کہ وہ رسول ﷺ کو گواہ بنائے کہ حقیقت میں میرا باپ حذافہ ہے اگر کوئی انکار کرے تو کافر ہوجائے گا **اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه۔**

﴾☆☆ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں' ظاہر و باطن بھی جانتے ہیں مغیبات کو جانتے ہیں حتیٰ کہ لوگوں کے اباء واجداد احساب وانساب بھی جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ جہنمی یا جنّتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ نیک بخت یا بد بخت شقی' اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اُس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہوسکتا۔ ☆☆﴿

تو ایک منافق نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ اگر باپ کا نام بتا رہے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے ! شاید کسی سے سُن لیا ہوگا۔ یہ تو ماضی کی بات ہے، اب مستقبل کی بات پوچھیں۔ منافق بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا۔ گمان کیا کہ رسول ہمیں مسلمان سمجھ کر کے جنّتی بتا دیں گے۔ تو یہ سوچ کر وہ سوال کرتا ہے **اَیۡنَ مَدخلی یارَسُولَ اللّٰہِ** ۔ اے اللہ کے رسول میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ **فقال النار** ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ تم اپنے نفاق کو ہم سے چھپا رہے ہو۔ جب تک ہم چھوٹ دیتے ہیں اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہو۔ ہم رعایت کر رہے ہیں، رعایت کا فائدہ اُٹھا رہے ہو۔ سُن لو میری چشم پوشی اور ہے، میرا علم اور ہے۔ خدا کو ابھی یہ رعایت منظور ہے۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ ایک ایک منافق کو نکال دیا جائے گا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی کہ جب وہ وقت آ گیا تو حضور ﷺ نے ایک ایک منافق کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ **اُخۡرجۡ یَافَلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ** ، اے فلاں ! تو نکل جا، تو منافق ہے۔ اے فلاں ! تو نکل جا، تو منافق ہے۔ اس طرح سے جتنے منافقین وہاں بیٹھے تھے حضور ﷺ نے ایک ایک کا نام لے کر نکال دیا۔ رسول نے ایسے چُھپے ہوؤں کو بھی ظاہر کر دیا۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری علامہ ابن حجر عسقلانی اور عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری علامہ بدر الدین عینی میں ایک واقعہ ہے کہ جمعہ کے دن ممبر رسول پر بیٹھ کر رسول نے کہا **اخرج یا فلاں فانك منافق** ۔ اے فلاں تو میری محفل سے نکل جا، تو منافق ہے **اخرج یا فلاں فانك منافق** اے فلاں تو بھی نکل جا، تو بھی منافق ہے۔ جب تک چھوٹ دینے کا حکم تھا چھوٹ دیتے رہے اور جب نکالنے کا حکم ہوا ایک ایک کو نکالتے رہے۔ اے فلاں نکل جا۔ اے فلاں نکل جا، سب کھڑے ہو کر چلے گئے۔ یقین جانو، کسی نے یہ نہیں کہا کہ اے رسول، نفاق تو دِل کی کیفیت و حرکت ہے، ہماری پیشانی پر

کہاں لکھا ہے کہ ہم منافق ہیں۔ اے سرکار ہم تو آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں آپ ہمیں منافق کیسے کہتے ہیں۔ کسی نے نہیں کہا۔ خاموشی کے ساتھ سب منافقین نکلتے چلے گئے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ علیم وخبیر کی بات ہے، یہ علم والے کی بات ہے، یہ علم رکھنے والے کی بات ہے۔ خیریت سے نکل چلو، اگر حجت کریں گے تو ابھی نفاق کُھلا ہے دوسرے عیب بھی کھل جائیں گے، خیریت اسی میں ہے کہ نکل چلو۔ اور جب نکلنے لگے تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ دیکھا کہ پوری جماعت نکل رہی ہے، منافقین یہ سوچ کر شرمندہ ہو رہے تھے کہ ہمیں مسجد سے نکلتے ہوئے صرف حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، نے ہی نہیں دیکھا تھا انہوں نے بھی دیکھ لیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، مسجد میں آئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو رُسوا کر دیا ہے رسول نے آج ساری جماعت کو نکال دیا ہے بہت بے آبرو ہو کر تری محفل سے ہم نکلے۔ سوال یہ ہے کہ جب نکالنا ہی تھا 'جماعت' کو بلایا کیوں تھا؟ مسجد اور محفل میں آنے کیوں دیا گیا تھا؟

حکیمانہ جواب یہ ہے کہ بُلا کے نکالنے میں رُسوائی زیادہ ہے۔ کعبۃ اللہ میں پہلے تین سو ساٹھ کو آنے دیا اور پھر رُسوا کر کے نکال دیا۔

بہر حال میرے رسول نے ایک ایک کو نکال دیا **اخرج یا فلاں فانک منافق**۔ اب منافق اپنے کو چھپا نہیں سکتا۔ ایسے بد مذہب کلمہ پڑھنے والوں اور ایسے نماز پڑھنے والے بدعقیدہ افراد کو مسجد سے نکالنا یہ رسول کی سُنّت ہے اور جگہ دینا بدعت ہے۔ رسول کی سُنّت پر تو اہلِ سُنّت ضرور عمل کریں گے۔

﴾☆☆☆ اُس وقت بھی حضور ﷺ کے علم پاک پر طعنہ زنی کرنے والے منافقین تھے اور اب بھی جو لوگ طرح طرح کے سوالات اور اعتراضات کرتے رہتے ہیں یہ انہیں

کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ ہیں ۔ آج کل کے نفاق پرستوں کا بھی وہی حال ہے جب اثباتِ علمِ نبوت پر دلائل دیئے جائیں تو ان دلائل کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور احادیث مبارکہ کو ضعیف قرار دیتے ہیں ۔

جن منافقین نے حضور نبی کریم ﷺ کی غیبی خبر کا تمسخر اُڑایا، حضور ﷺ کے علمِ غیب پر زَبان دَرازی کی، اُن کو رب کریم کی طرف سے کیا تمغہ ملا :

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّا رِ ﴾ (النساء/ ۱۴۵)

بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے (معارف القرآن ۔حضور محدث اعظم ہند)

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ (التوبہ/ ٦٧)

بے شک منافق ہی فاسق (نافرمان) ہیں ۔ (کنز الایمان ۔امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيما ﴾ (النساء/ ۱۳۸)

اور مُنہ پر کہد و منافقوں کے کہ اُن کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہے (معارف القرآن)

﴿ اِنَّ اللّٰه جَا مِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴾ (النساء/ ۱۴۰)

بے شک اللہ ایک جگہ لائے گا سارے منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ۔ (معارف القرآن)

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ هِىَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰه ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْم ﴾ (التوبہ/ ٦٨) 'وعدہ کیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں ۔یہی کافی ہے انھیں، نیز لعنت کی ہے اُن پر اللہ نے اور انہی کے لئے ہے دائمی عذاب ۔'

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْ وٰهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ (التوبہ/ ۷۳) اے نبی ﷺ ۔ کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کیجئے اور اُن پر سختی کیجئے ۔ اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے ۔

﴿ **اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ** ﴾ (المنٰفقون/ ۱) بے شک منافق قطعی جھوٹے ہیں۔

علمِ غیب مصطفیٰ ﷺ پر طعن کرنا، مذاق اُڑانا رب کریم جلّ وعلا کے نزدیک کوئی معمولی سی بات نہیں۔ اب فیصلہ فرمالیں کہ جولوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور ہر وقت اُن کے علم میں طعن وتشنیع کرتے ہیں اُن کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

☆☆☆

میں یہ کہتا ہوں کہ قیامت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا پہلے ہی سے ذوق بہت ہے جیسے ﴿ **یسئلونك عن الساعة** ﴾ سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ تو حضور ﷺ نے تفصیل بتلادی، قیامت جمعہ کے دن آئے گی۔ محرم کے مہینے میں آئے گی اور دس تاریخ کو آئے گی، ظہر کے وقت آئے گی مگر ایک چیز چھوڑ دی، وقت نہیں بتلایا۔ اس لئے کہ قرآن شریف میں ہے **بغتة** یعنی قیامت اچانک آئے گی۔ جب سب بتلا دے تو اچانک کہاں رہا ! لوگ پہلے ہی سے تیاری کرلیں گے۔ اگر قیامت معلوم ہو کہ پانچ سال بعد آئے تو اس سے پہلے ہی قیامت نہ ہو جائے !

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

وقت نہیں بتلایا مگر وقت کو بھی معلوم کرنے کے لئے لوگ پوچھتے گئے۔ قیامت کے بارے میں سوالات ہوتے رہے کہ ﴿ **یسئلونك عن الساعة** ﴾ قیامت کب آئے گی بہت اچھا موقعہ تھا کہ وقت بھی پوچھ لیتے ...... مگر میرے رسول ﷺ کے علم کے ساتھ اختیار بھی دیکھ لو۔ جس سوال کا وہ جواب دینا نہیں چاہتے، وہ سوال تمہارے دِل میں آنے بھی نہ پاتا۔ یعنی میرے رسول ﷺ علم والے بھی ہیں، اختیار والے بھی ہیں، دِل کی حرکتوں پر پورا قابو ہے، وہ جو سوال کرانا چاہے، وہی پوچھ سکو گے، جو وہ بتانا نہ چاہے، وہ دِل میں کبھی نہ آئے گا۔

﴾☆☆ حضور نبی کریم ﷺ کو باعلامِ خداوندی علم وقوع قیامت حاصل ہے۔ اگر حضور ﷺ کو قیامت کے علم سے بے علم خیال کیا، تو قرآن کی کئی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بعض اُمور ایسے ہیں جو کہ عام نہیں بیان کیے جاتے ہیں، جس میں ایک خاص وقوعِ قیامت ہے۔ اگر اس کا وقت عوام کو معلوم ہو جائے تو مقصدِ قیامت نہیں رہتا۔ ☆☆﴿

حضور ﷺ دُرود شریف کو سُنتے ہیں :

دلائل الخیرات میں یہ حدیث ہے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ جو درود شریف آپ پر بھیجتے ہیں، کیا آپ اس کو سماعت فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہلِ محبت کے دُرود کو میں خود سُنتا ہوں اور اُن کو پہچانتا بھی ہوں اور دوسرے کا بھی دُرود لوٹایا نہیں جائے گا وہ بھی پہونچایا جاتا ہے۔ دیکھو ! جب کوئی محبت والا دُرود پڑھتا ہے تو حضور ﷺ سُنتے ہیں اور ویسے پڑھو تو پہونچایا جاتا ہے۔ یہاں یہ نہ سمجھنا کہ جو محبت سے نہیں پڑھتا حضور ﷺ اُس کو نہیں سُنتے ہیں اور جو محبت سے پڑھتا ہے صرف اُس ہی کو سُنتے ہیں، ایسی بات نہیں ہے، محبت والا بھی یہیں بیٹھا ہوا ہے اور جو محبت سے نہیں پڑھ رہا ہے وہ بھی یہیں بیٹھا ہوا ہے۔ دونوں پڑھ رہے ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ اِن کی سُنیں اور اُن کی نہ سُنیں۔ جب قریب ہی میں بیٹھتے ہیں تو اُن کی سُنیں، ان کی نہ سُنیں، یہ کیا مطلب؟ نہ سُننے کا ایک محاورہ والا انداز ہے، جیسے ہم تمہاری نہیں سُنتے۔ مطلب یہ ہے کہ جو محبت میں دُرود پڑھتا ہے رسول ﷺ ادھر خاص توجہ فرماتے ہیں اور جو یونہی پڑھتا ہے اسکو بھی پڑھنے کا ثواب مل ہی جاتا ہے۔

بارگاہ رسالت ﷺ میں دُرود شریف کو پیش کرنے کے پانچ طریقے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ خود سُنتے ہیں اور ایک فرشتہ بارگاہ رسالت میں مقرر ہے جس کو ساری کائنات کی سُننے کی سماعت دی گئی، کہیں بھی کوئی دُرود شریف پڑھتا ہے

وہ کہتا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ فلاں ابن فلاں نے آپ پر دُرود بھیجا ہے۔ اور کچھ گشتی فرشتے ہیں، جب حضور ﷺ پر دُرود شریف پڑھا جاتا ہے تو فوری بارگاہ رسالت میں پہونچا دیا جاتا ہے۔

ہر انسان کے ساتھ پانچ فرشتے ہر وقت رہتے ہیں۔ دو کو سب جانتے ہیں' ایک نیکی لکھنے والا اور ایک بدی لکھنے والا مگر ایک فرشتہ ہے پیشانی کے سامنے، ایک فرشتہ ہے سینے کے سامنے، ایک فرشتہ ہے پشت کے اُوپر، دائیں والا نیکی لکھتا ہے، اور بائیں والا بُرائی لکھتا ہے، سامنے والا نیکیوں کی ترغیب کرتا ہے، پیچھے والا بُرائیوں سے رُوکنے کی تلقین کرتا ہے، اور پیشانی کے سامنے والے کی یہ خدمت ہے کہ دُرود شریف پڑھو تو بارگاہ رسالت میں پہونچاتا ہے۔ ایک وقت دُرود شریف پڑھا تو بارگاہ رسالت میں شور مچ گیا۔ پیشانی والا بھی لے جارہا ہے۔ گشتی بھی پہونچا رہے ہیں۔ جو بارگاہ رسالت میں ہے وہ بھی پہونچا رہا ہے۔ روز کے اعمال کے ساتھ بھی پہونچ رہے ہیں۔ ہفتہ والے اعمال کے ساتھ بھی پہونچ رہے ہیں۔ اتنا پہونچ رہے ہیں، اتنی پیشی پر پیشی ہو رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں جب حضور ﷺ خود سُنتے ہیں تو پیشی کیوں ہوتی ہے؟ برطانیہ میں بھی ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ جب حضور ﷺ سُنتے ہیں تو پیشی کیوں ہوتی ہے؟ میں نے پوچھا جب خدا سب کچھ جانتا ہے تو فرشتے لکھتے کیوں ہیں؟ اور لکھ کر لیجاتے کیوں ہیں؟ وہاں پیشی کیوں ہوتی ہے؟ اُس نے کہا اس میں خدا کی حکمت ہے، ہم نے کہا: اُس میں بھی خدا کی حکمت ہے۔ یہ تو اعزاز کی بات ہے کہ حضور ﷺ سُن بھی رہے ہیں اور فرشتوں کی زبان پر اُن کے چاہنے والوں کا نام بھی آرہا ہے۔ بار بار رسول ﷺ کی بارگاہ میں تمہارا نام لیا جارہا ہے۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے اور اس کو تم ادنی علم کی بات سمجھ رہے ہو۔

حضور ﷺ کی بصارت وسماعت : ترمذی شریف کی حدیث ہے اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ **الا ما ترون وما تسمعون** میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے ۔ **ما** عام ہے، عام کو تم اپنے قیاسِ ناقص، قیاسِ فاسد سے خاص نہیں کر سکتے ۔ حدیث کا حکم ہو یا قرآن کا حکم ہو، بغیر دلیل کے تم اس کو خاص نہیں کر سکے ۔ **الا ما لا ترون** میں اُسے دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھ سکتے، میں اس کو سُنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے اور پھر بتلایا کہ آسمان میں جو تسبیح ہوتی ہے تو میں اُسے بھی سُنتا ہوں ۔ کبھی آپ لوگوں نے بھی سُنا؟ اور آسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جو فرشتوں سے خالی ہو، فرشتے سجدے میں مصروف ہے اپنی پیشانی کو ٹیکے ہوئے ہیں ۔ رب تبارک وتعالیٰ کو سجدہ کر رہے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جو دیکھا وہ بھی بتلا دیا اور جو سُنا وہ بھی بتلا دیا ۔ اب دلیل ہوگئی کہ جو رسول دیکھ رہے ہیں، وہ ہم نہیں دیکھ رہے ہیں اور جو رسول ﷺ سُنتے ہیں وہ ہم نہیں سُن رہے ہیں ۔

شفاء شریف میں روایت ہے کہ اے ایمان والو ! جب تمہارے گھر میں کوئی نہ ہو اور دَروازہ کھول کر اندر داخل ہو تو کہو **السلام عليك اَيُّهَا النَّبِيُّ** ۔ اور حضرت ملک الموت کے لئے ساری زمین فرش کی طرح ہے جہاں بھی چاہے اُٹھا لیتے ہیں ۔ **جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شآء** یہ زمین ملک الموت کے لئے طشت کی طرح بنا دی گئی یعنی یہ زمین پوری اُن کے سامنے حاضر ہے جیسے طشت، جہاں سے چاہتے ہیں اُٹھا لیتے ہیں ۔ ایک پلیٹ آپ کے سامنے رکھ دی جائے، جدھر چاہو ہاتھ بڑھا دو ۔ پوری زمین حضرت ملک الموت کے سامنے ایک طشت ہے ۔ اور ذرا دیکھو اُن کی رفتار کہ کوئی گھر والا اور کوئی متنفس ایسا نہیں ہے، جس کے پاس روزانہ حضرت ملک الموت دو مرتبہ نہ آتے ہوں ۔ یہ تو فرشتوں کا حال ہے ۔

اللہ کے حبیب ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو ! میں تمام دُنیا کو ایسا دیکھتا ہوں

جیسے کہ رائی کا دانہ دیکھا جا سکتا ہے۔ رائی کے دانہ کے ساتھ تشبیہ دے دی۔ رائی کے دانہ پر اگر انگلی رکھ دے تو دانہ چھپ جائے گا۔ یہ رائی کا دانہ ہے جدھر میں چاہوں اُسے گھما دوں۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

حضور ﷺ کی قوتِ سماعت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی صفات وتجلیات کا مظہر بنایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت بھی بہت بڑے اعجاز کی حامل ہے۔ منکرین تو ہر اس روایت وحدیث کا انکار کرتے ہیں جس سے آپ کی عظمت کا پہلو اجاگر ہو کیونکہ ان لوگوں نے سبق ہی یہی پڑھا ہے کہ جس واقعہ یا روایت سے حضور ﷺ کی شان کا پہلو اجاگر ہو اس حدیث کی سند کے راویوں کا ضعف اور کمزوریاں تلاش کرنا شروع کر دیں گے اور کرتے بھی ہیں۔

ایسے واقعات اسی وقت رونما ہوتے ہیں جب انسان عظمت رسالت کو عقل کا غلام بن کر تسلیم کرے اور حقیقت میں دین کے اندر خرابیاں بھی اسی وقت جنم لیتی ہیں جب ہر بات کو عقل پر رکھ کر پرکھا جائے۔ اگر عشق کا غلام بن کر عظمت رسالت ﷺ کے پہلو کو دیکھیں گے تو قدم قدم پر عشق بلال رضی اللہ عنہ اور محبت اویس قرنی رضی اللہ عنہ رہنمائی کرے گی۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام معجزات وتصرفات کو مانا جائے اور دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔ صحابہ کرام **بلغ العلیٰ بکماله** کے کمال کے مظہر اور **کشف الدجیٰ بجماله** کے جمال کے مظہر اسی وقت بنے جب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت کو دل سے مانا۔ جن لوگوں نے ذرا سا بھی شک کیا وہ یا تو کافر ہوئے یا منافق۔ اصحاب رسول ﷺ وہی بنے جنہوں نے حضور ﷺ کے سامنے چوں وچرا تو درکنار ذرا سی حرکت کرنا بھی گستاخی سمجھا۔ یہی وہ خوش نصیب تھے

جن کے ایمان کو قرآن ہدایت کا سرٹیفکیٹ قرار دے رہا ہے ﴿**فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا**﴾ (اے اصحاب رسول) اگر اُن کا ایمان تمہارے جیسا ہو گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوں گے۔

اب ذرا آقائے کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت کا عالم ملاحظہ فرمائیے اور اپنے ایمان کو جلا بخشئے۔

عم رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور ﷺ کا چہرہ پُر ضیاء تکتا رہا' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان کیا بات ہے؟ عرض کی اے میرے پیارے بھتیجے گو کہ میں مسلمان اب ہوا ہوں مگر میں آپ کی ذات گرامی سے بچپن سے متاثر ہوں۔ اس لئے کہ جب آپ جھولے میں تھے آپ چاند سے گفتگو کرتے اور جدھر آپ انگلی کا اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا (خصائص الکبریٰ) اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے میرے چچا جان یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ میں آپ کو اس وقت کی بات بتاتا ہوں جب میں شکم مادر میں تھا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میں ماں کے شکم میں لوحِ محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز سُنتا تھا اور اسی طرح شکمِ مادر ہی میں چاند کے عرش عظیم کے سامنے رب کو سجدہ ریز ہونے کی آواز کو سُنتا تھا۔ (نزہتہ المجالس)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سُنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے **اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ** (ترمذی' مشکوٰۃ) آسمان بوجھ سے چرچر کرنے لگا اور اس کو کرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشانی نہ رکھے ہو۔ (خائص الکبریٰ)

طبرانی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے یوں خطاب فرمایا کہ اے ابوایوب **اَتَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ ° اَسْمَعُ اَصْوَاتَ الْيَهُوْدِ فِیْ قُبُوْرِهِمْ** ۔ کیا تم سُن رہے ہو جو میں سُن رہا ہوں' حضور ﷺ نے خود ہی فرما دیا جو یہودی قبروں میں دفن ہیں' میں اُن (کے عذاب قبر) کی آواز سُن رہا ہوں ۔

مستدرک نے حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک دن سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا اور فرمایا **وعلیکم السلام و رحمته الله** ' صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ۔ یہ کس کے سلام کا جواب دیا ہے ۔ آپ نے فرمایا' حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ میرے پاس سے سلام کرکے گزرے' یہ اُن کے اُس سلام کا جواب تھا ۔ (ترمذی) اسی لئے آپ جعفر طیار مشہور ہو گئے ۔

قرآن حکیم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا جب وہ وادی نمل کے قریب سے گزرے تو چیونٹی کی سردار نے کہا' اے چیونٹیو ۔ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان اور اُن کا لشکر تمہیں کچل نہ دے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور کی مسافت پر اُس کی آواز کو سُن لیا تو آپ ﴿ **فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا** ﴾ اُس کی بات سے مسکرا پڑے ۔

اگر سلیمان علیہ السلام کی قوت سماعت پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تو سرکار دو عالم ﷺ کی قوت سماعت پر کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنہ بازیوں سے بچائے ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی معمولی سی آواز کو سُنا، بیشک یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے مگر ان کانوں پر قربان ! جنھوں نے اپنی والدہ کے شکم اطہر میں قلم قدرت کے چلنے کی آواز کو سُن لیا۔ امام بیہقی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں چاند کے زیرِ عرش سجدہ کرنے کے دھماکے کو سُنتا ہوں۔ (جامع الصفات)

دُور وَ نزدیک کے سُننے والے وہ کان　　کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اسکی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سُنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ! وفات کے بعد بھی (سُنو گے)۔ فرمایا: وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔ (ابن ماجہ ۔ مشکوٰۃ)

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء ۔ (جلاء الافہام لابن قیم)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین)، درحقیقت 'منکرین حدیث' ہیں۔ یہ بدبخت عناصر 'حیاۃ النبی ﷺ' کے بھی منکر ہیں، اسی لئے وہ 'ابن ماجہ شریف' کی اس حدیث کو بھی ضعیف وموضوع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

> 'یہ عقیدہ رکھنا کہ ہر درود پڑھنے والے کی آواز نبی ﷺ کو پہنچتی ہے:
> اس بدعی عقیدے کی بنیاد یہ ضعیف روایت ہے:
> ' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اسکی آواز مجھے پہنچتی ہے چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وفات کے بعد بھی (سنو گے)۔ فرمایا: وفات

کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔

(ابن ماجہ ۔ مشکوٰۃ)،

'یہ عقیدہ رکھنا کہ اُمت کے اعمال نبی ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں:

اس عقیدے کی بنیاد مختلف ضعیف روایات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

﴿ان اعمال اُمتی تعرض علی فی کل یوم جمعة﴾

'ہر جمعہ کو مجھ پر میری اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں'

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث، شیخ احسان بن محمد العتیبی)

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور شارح بخاری ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی، جس کا علاج کر کے طبیب و معالج تھک گئے اور انہوں نے اس بیماری کو لا علاج قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں کہ 'جمادی الاولیٰ ۸۹۳ ہجری کی اٹھائیسویں شب کو میں نے مکہ معظّمہ میں مغیث الکونین ﷺ سے (**فَاسْتَغَثْتُ بِهٖ** ﷺ) فریاد کی اور مدد چاہی۔ دیکھئے امام قسطلانی تین سو میل دور مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر حضور ﷺ سے مدد مانگ رہے ہیں اور بیماری کے ازالہ کے لئے فریاد کر رہے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی یہ ہے کہ:

فریاد اُمتی جو کرے حال زار کی ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

ہر مجلس میں رسول کا پہونچنا: رسول کی طاقت، توانائی اور اختیارات کا سوال جب آتا ہے تو نہ جانے دُنیا کیوں اضطراب اور بیقراری کے عالم میں مچلنے لگتی ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ رسول تو ایک ہیں اور تمہارے یہاں تو لاکھوں مجالس ہوا کرتی ہیں تو ایک رسول ہر مجلس میں کیسے پہونچتے ہیں؟ حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ رسول کا ہر

مجلس میں پہونچنا کچھ ضروری ہے۔ یاد رکھنا کہ کسی مجلس میں وہ اگر پہونچ جائیں تو یہ اُن کی عنایت ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ ہر مجلس رسول کے علم میں ہے، ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ رسول ہر مجلس میں ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ہر مجلس رسول کی بارگاہ میں ہے۔ رسول کے دائرہ علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ حضرت ملک الموت ایک ہیں۔ یہ مخلوق ہیں، خدا نہیں ہیں۔ دُنیا میں کتنی موت ہوتی ہے؟ کوئی امریکہ میں مر رہا ہے، کوئی ہندوستان میں مر رہا ہے، کوئی روس میں مر رہا ہے، کوئی فرانس میں مر رہا ہے...... ہر جگہ لوگ مرتے ہیں۔ کبھی جب جنگ یا لڑائی ہوتی ہے تو مرنے والوں کی کثرت بھی بہت ہو جاتی ہے۔ کوئی ڈوب کر مر رہا ہے، کوئی بم سے مر رہا ہے، اِدھر آفت، اُدھر تباہی موت ہی موت۔ ایک ہی وقت میں لاکھوں موت اور سب کے سامنے وہی حضرت ملک الموت۔ یہ ایک ہی فرشتہ، ایک ہی مخلوق ہر جگہ کیسے پہونچ گیا؟

ہم سب کو مرنا ہے۔ ہم سب ایک دن قبر میں اُتارے جائیں گے۔ ہر روز بے شمار مرنے والے قبروں میں اُتارے جاتے ہیں۔ حضرات نکیرین (منکر و نکیر) دو ہی تو ہیں ......مگر ایک ہی وقت میں ہزاروں قبروں کے اندر نظر آ رہے ہیں۔ **مــن ربك** تمہارا رب کون ہے؟ ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہم سے پوچھ رہے ہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سے پوچھ رہے ہیں۔

منکر نکیر کی آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میّت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں ...... الغرض ہر مرنے والا سمجھتا ہے کہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ تو خدا جب اپنے فرشتوں کو یہ طاقت دے سکتا ہے کہ ایک وقت میں وہ چند جگہ نظر آئیں تو اگر اپنے محبوب کو یہ طاقت دیدے تو اُس کو اِس عطا سے کون روک سکتا ہے اس عطا میں کون سا شرعی یا عقلی استحالہ ہے۔

خدا کی قدرت کی بات ہو رہی ہے۔ نبی کا ہر معجزہ خدا کی قدرت ہے۔ وَلی کی ہر کرامت خدا کی قدرت ہے۔ بذاتِ خود نہ ولی کرامت دِکھا سکتا ہے نہ نبی معجزہ دکھا سکتا ہے۔ یہ سب خدا کی قدرت ہے۔

چھوٹے بچے کی فراست : حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جا رہے تھے راستے میں دیکھا کہ ایک چھوٹا سا لڑکا ہے' ایک مٹی کا گھر بنا رہا ہے، پھر گرا رہا ہے۔ اور رو رہا ہے' ہنس رہا ہے۔ جب آپ سامنے سے گذرے کہ سلام کریں۔ خیال آیا کہ بچہ ہے کیا سلام کریں! آگے بڑھے تو خیال آیا کہ اللہ کے رسول ﷺ تو بچوں کو بھی سلام کرتے تھے' واپس لوٹے اور کہا **السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته** ۔ لڑکے نے جواب دیا کہ **وعلیکم السلام یا عبدالله بن مبارك**۔ یہ سُن کر آپ حیران ہو گئے کہ یہ میرا نام کیسے جان لیا ہے۔ آپ اُس لڑکے کے پاس گئے اور کہا کہ اے لڑکے تم یہ گھر بنا رہے ہو اور بگاڑ رہے ہو' یہ کیا بات ہے؟ اُس لڑکے نے کہا یہ میرا گھر ہے، کسی کو حق نہیں کہ یہ کہے تم نے کیوں بنایا اور جب بگاڑوں تو بھی کسی کو حق نہیں ہے کہ کہے کیوں بگاڑا؟ یہ میرا گھر ہے جب چاہوں بنا لوں، جب چاہوں بگاڑوں۔ جب یہ بنانا بگاڑنا میرے لئے آسان ہوا تو اس سے بھی زیادہ آسان ساری کائنات کو بنانا بگاڑنا میرے خدا کے لئے آسان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے کہا اے لڑکے یہ تو بتلاؤ تم کبھی ہنستے ہو اور کبھی روتے ہو' اس میں کیا راز ہے؟ لڑکے نے کہا کہ میں اس بات پر روتا ہوں کہ جب عالم ارواح میں پوچھا گیا تھا **الست بربکم** کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو میں نے کہا کہ **بلی شهدنا** کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں اور میں نے اُس کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔ مگر جو عبدیت کا حق ہے وہ ادا نہیں ہوتا' اس لئے رونا آ رہا ہے۔ پھر سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی عربی ﷺ کی اُمت بنا دیا' اس پر ہنستا ہوں۔

پھر حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لڑکے ایک اور سوال ہے اس کا جواب دو کہ محبت میں اور نفس میں کیا فرق ہے؟ لڑکے نے کہا جب آپ میرے سامنے سے گذرے تو میں دیکھ رہا تھا پھر پلٹ کر آئے اور سلام کئے۔ جو بغیر سلام کرے چلے گیا وہ نفس ہے، جو پلٹا کر لائی وہ محبت ہے۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

مومن کی فراست : حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نصرانی اپنی علامت کفر چھپا کر پوچھتا ہے کہ حضرت اس حدیث کا مطلب کیا ہے **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله** یعنی مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: اس کا مطلب ہے زنّار کو توڑ دے، کفر چھوڑ دے، نصرانیت سے توبہ کرلے اور اسلام سے رشتہ جوڑ لے۔ یہ سُنتے ہی اُس نے کلمہ شہادت پڑھا **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله**۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اُس شخص نے کہا کہ حضور کتنا پیارا جواب ہے کسی نے بھی ایسا جواب نہیں دیا، میں نے بہت سے بزرگوں کے یہاں حاضری دی، بہت سے فقیروں کے پاس گیا مگر کسی نے ایسا جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا : اے نادان ! ترا جواب تو سب ہی جانتے تھے مگر تیرا ایمان لانا میرے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے وہ خاموش تھے۔ ارے نادان ! درویش کی خاموشی کو جہالت تصور نہ کرنا، وہ کہے تو کرامت ہے اور خاموش رہے تو حکمت ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

سیدنا غوث اعظم نے خواب کی کیفیت ملاحظہ فرمائی :

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام دیکھئے۔ آپ وعظ فرما رہے تھے اس مجلس میں حضرت شیخ علی بن ابی نصر ہیتی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ خاص حضور سیدنا غوث اعظم)

سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن پر غنودگی طاری ہوگئی تو حضرت سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے یعنی منبر سے اُتر کر سامنے آ گئے اور مجمع بھی سامنے کھڑا ہوگیا اور حضرت علی ہیتی بھی اسی عالم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اُن کی آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سامنے کھڑے ہوئے ہیں وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ پھر منبر پر چلے گئے۔ معاملہ کسی کے سمجھ میں نہ آیا تو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب علی بن ہیتی پر غنودگی طاری ہوگئی تھی اور یہ سوگئے تھے تو اُن کے خواب میں حضور سیدِ دو عالم ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے اس لئے میں تعظیما کھڑا ہوگیا تھا۔ انھیں خواب میں دیدار نصیب ہوا اور میں بیداری میں دیدار پُر انوار سے سرفراز ہوا۔ (بہجۃ الاسرار) **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اس ایٹمی توانائیوں کے عہد میں، اس سائنٹفک دور میں، ہے کوئی ایسا آلہ جو دوسرے کے خواب کو بتا دے؟ اپنا خواب تو لوگوں کو یاد نہیں رہتا، وہ دوسرے خواب کی تشریح کیا کرے۔

علام الغیوب کے خاص بندوں سے ڈرو، وہ دِلوں کی خبر رکھتے ہیں، تمہارے دلوں پر اُن کی نظر ہے، تمہارے دِل پر اُن کی حرکت ہے۔

ہم رسول ﷺ کے غلاموں کا علم نہ سمجھ سکے تو اُن کے آقا کا علم کیا سمجھیں گے اور کیا سمجھائیں گے؟ ہم نے معقولی اور منقولی انداز سے تمام باتوں کی وضاحت آپ کے سامنے رکھی۔ اسی مناسبت سے ہم نے اس آیہ کریمہ کی تلاوت کیا تھا ﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ**﴾ اے محبوب ﷺ! ہم نے تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ صاحبِ تفسیر جلالین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تفسیر کی: **من الاحکام والغیب** یعنی جو احکام آپ نہیں جانتے تھے وہ بھی سکھا دیا اور جو غیب تم نہیں جانتے تھے وہ بھی سکھا دیا۔

اب صرف سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا میرا خدا ساری کائنات کا علم رسول ﷺ کو دے سکتا ہے کہ نہیں؟ اور کیا رسول ﷺ کو تمام کا علم لینے کی صلاحیت ہے کہ نہیں؟ اگر اِدھر قدرت ہے' اُدھر صلاحیت ہے تو تم سوچا کرو گے کہ وہ دے گا اور یہ لیں گے۔ کتنا سکھایا؟ کب سکھایا؟ کیسے سکھایا؟ اس کے تفصیلات کی ضرورت نہیں کہ جب دینے والے نے مصلحت سمجھی۔ جب حکمت کا تقاضہ ہوا اُس وقت سکھا دیا۔ جب پڑھانے والا بھی کامل ہو اور پڑھنے والا بھی ذی استعداد ہو پھر تو شاگرد کی وسعتِ علمی محتاج نہیں رہ جاتی۔

سکھانے والا خدا اور سیکھنے والے مصطفیٰ۔ دُنیا میں کوئی ایسا ہے جو رسول سے زیادہ صلاحیت والا ہو۔ دُنیا میں کوئی ایسا ہے جو رسول سے زیادہ ذی استعداد ہو۔ سکھانے والا وہ ہے جس نے آدم علیہ السلام کو سکھایا تو سارے فرشتے حیرت زدہ ہوگئے۔ یہ سکھانے والا وہ ہے جس نے انسان کے علم کی برتری فرشتوں سے بھی منوالیا۔ یہ سکھانے والا وہ ہے کہ جس نے اپنے خلیفہ اوّل کو سکھایا تو ایسا سکھا دیا کہ فرشتے بھی اس کی عظمت کا اقرار کرنے لگے۔ اگر سیکھنے والا رسول عربی جیسا ہو' سیکھنے والا محمد عربی ﷺ جیسا ہو اور سکھانے والا قادر کائنات ہو تو بتاؤ غیب کی بات بتانے سے اُسے کون سی چیز روک سکتی ہے۔ کیا ان میں صلاحیت نہ تھی؟ کیا ان میں استعداد نہ تھی؟ ایک بات یہاں اور رہ جاتی ہے کہ قرآن نے کہا **نبی الاُمّی** اور اُمّی کا ترجمہ کر دیا ہے اَن پڑھ۔ یعنی اَن پڑھ نبی۔ میں نے معروضہ پیش کیا' نبی کا ترجمہ کیوں نہیں کیا ہے؟ نبی تو عربی لفظ ہے اس کا بھی ترجمہ کر دو۔ نبی کا معنیٰ جانتے ہو کیا ہے؟ نبی کا معنی ہے خبر دینے والا' خبر رکھنے والا۔ تو کیا ریڈیو کو نبی کہو گے؟ وہ بھی تو خبر دیتا ہے، یا بی بی سی کا محکمہ نبی ہے' یا ٹیلی ویژن نبی ہے' یا اخبارات نبی ہے۔ یہاں نبی کے خاص معنی مراد ہے۔ دُنیا کے جتنے ذرائع خبر ہیں وہ نبی نہیں ہیں بلکہ نبی ایسی خبر دینے والا جو

نبی کے سوائے کوئی نہ دے سکے۔ تو اب کیا خلاصہ ہوا۔ نبی غیب کی خبر دینے والا اور غیب کی خبر رکھنے والا ہوتا ہے۔ نبی ہوگا وہی جو غیب کی خبر دے، غیب کی خبر رکھے۔ **النبی الأمی** کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ بڑے ہوشیار ہیں۔ اگر ہم کہیں اَن پڑھ غیب بتلانے والا، تو لوگ کہیں گے آپ کے دماغ کو ہم نے سمجھ لیا۔ سونچا کہ جب غیب بتلا رہا ہے تو اَن پڑھ کیسے؟

۞ ☆☆ **نبی** : نبی کے معنٰی ہیں پیغام رساں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان، بڑے درجہ والا نبی ہے یعنی نبی نبوۃ سے بنا بمعنٰی بلندی درجات (تفسیر رُوح المعانی، کبیر) یا نبی نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر والا یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا۔ اصطلاح شریعت میں 'نبی' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبہ ہو اور دوسروں کو بھی بلند مراتب عطا فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی بھی ہیں۔ جس طرح ان کی رسالت بے نظیر ہے اس طرح ان کی نبوت بھی بے مثال ہے۔ وہ خاص الخاص نبی، جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں کا بھی رسول۔۔ جو سید الانبیاء بھی ہے اور امام الرسل بھی۔۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہوگا اور وہ دوسروں کو کیسے کیسے درجات عطا فرمانے والا ہوگا۔ دربار رسول سے غلامانِ سرکار کو کیسے کیسے بلند رُتبے ملے۔ سرکارِ دو جہاں نے اپنی شمعِ نبوت کے پروانوں کو دین و دُنیا کی کیسی کیسی نعمتوں، سربلندیوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالا مال فرما دیا۔ اس کا کچھ اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔ بلند مرتبہ والے نبی نے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے

بلند مراتب عطا فرما دیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحبِ مُراد کی مُراد پوری فرما دی۔ کسی کو جنّت بخش دی، کسی کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرما دیا، کسی کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنایت فرمایا، کسی کو مال و اولاد کی دولت سے مالا مال کر دیا، کسی کو عزتِ دارین کا تاج پہنا دیا، کسی کو صدیق بنا دیا، کسی کو فاروق بنا دیا، کسی کو غنی کر دیا، کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔

نبی کا دوسرا ترجمہ ہوا 'خبر دینے والا، خبر دیا ہوا' نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں، نہ وہاں عقل کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارک التنزیل نے فرمایا کہ **والنبی من النباء لانه یخبر عن الله تعالی** یعنی نبی نباء سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا **﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ﴾** یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمھاری جانب بھیجتے ہیں۔ **﴿عَمَّا يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ﴾** وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں، کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ ---

اس خبر والے میں تین احتمال ہیں۔ خبر دینے والا، خبر لینے والا، خبر رکھنے والا۔ اگر پہلے معنیٰ کئے جائیں تو معنیٰ ہوں گے، اے خبر دینے والے۔ کس کو یا کس کی؟ خالق کو مخلوق کی۔ مخلوق کو خالق کی خبر دینے والے۔ خیال رہے کہ اخبار، ریڈیو، تار، خط، ٹیلیفون، ٹیلیویژن، نیوز ایجنسیز سبھی خبر دینے والے ہیں، مگر ان میں سے کسی کو نبی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کسی خاص خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

تار، ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔ اب اس کے معنٰی یہ ہوں گے کہ اے غیب کی خبریں دینے والے۔ دوسروں کو غیب کی خبر وہی دے گا جو خود بھی خبر رکھے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ دَر پردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔

اگر معنٰی کئے جائیں ’خبر رکھنے والے‘ تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ساری خُدائی کی خبر رکھنے والے۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے نگرانی بھی کرتا ہے۔ حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرّے ذرّے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا۔ اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہو جائے تو جہاز ڈوب جائے۔ اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہو جائیں تو ہماری کشتی غرق ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات آسمان صاف تھا اور چھوٹے بڑے تارے صاف جگمگا رہے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں۔

سُبۡحَانَ اللّٰہِ۔ کیسا شاندار سوال ہے۔ کیونکہ مختلف آسمانوں پر اَن گنت تارے ہیں اور قیامت تک ہر جگہ حضور ﷺ کے بے شمار اُمّتی اور ہر اُمّتی کے بے شمار اعمال۔ جو وہ رات کی اندھیریوں میں، تہ خانوں میں، پہاڑ کے چوٹیوں اور غاروں میں کریں گے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور عالَم بَالا کے تاروں کو شمار کریں اور اپنی ساری اُمت کے ہر عمل کا حساب لگا کر مجھے بتائیں کہ کس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟۔

یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جس کی نگاہ میں آسمانوں کا ایک ایک تارا ہو‘ اور زمین کے ہر گوشہ کے ہر اُمتی کی ہر ساعت کا عمل ہو۔ ایمان کو تازگی بخشنے والی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اے عائشہ‘ میں تو مسئلے بتانے آیا ہوں‘ ان چیزوں کی گنتی سے مجھے کیا تعلق۔ نہ یہ فرمایا کہ اچھا جبریل کو آنے دو‘ رب تعالیٰ سے پوچھوالیں گے۔ نہ یہ فرمایا کہ دوات قلم لاؤ‘ جمع تفریق کر کے بتا دیں۔ نہ یہ فرمایا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سوچ کر دل میں میزان لگا لینے دو‘ بلکہ فوراً فرمایا کہ ہاں میرا ایک اُمتی وہ ہے جس کی نیکیاں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں۔

عرض کیا‘ کون؟ فرمایا‘ عمر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض کیا‘ حضور میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ جو سفر و حضر‘ جنگل و گھر میں حضور کے ساتھی ہیں۔ فرمایا‘ اے عائشہ‘ انھیں کیا پوچھتی ہو‘ اُن کی ہجرت والی رات غار ثور کی ایک رات کی نیکی عمر فاروق کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ ہیں معنیٰ اس کے۔ کہ اے خبر رکھنے والے۔

حضور ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے جس پر حضور کا دستِ کرم پڑ جائے وہ کُل کی خبر رکھتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ خچر پر جا رہے ہیں۔ ایک جگہ خچر ٹھٹکا اور اپنے دو پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہاں دو قبریں ہیں۔ جن میں عذاب ہو رہا ہے۔ میرا خچر وہ عذاب دیکھ کر ٹھٹکا۔ یہ خچر کی طاقت نہ تھی بلکہ اس سوار کا فیض تھا جس سے خچر نے لاکھوں من مٹی کے نیچے کا عذاب دیکھ لیا۔ یہ ہیں خبر رکھنے والے کے معنیٰ۔

اور اگر اس کے معنیٰ یہ ہوں کہ اے خبر لینے والے‘ تو مطلب یہ ہوگا کہ اے غریبوں‘ مسکینوں‘ گم ناموں‘ بے خبروں کی خبر لینے والے‘ جن کی کوئی خبر نہ لے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بے کسوں‘ بے بسوں کے فریادرس ہیں۔ ایک بار مجلس وعظ گرم ہے حضور ﷺ کا روئے سخن عورتوں کی طرف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے تین چھوٹے بچے لڑکپن میں فوت ہوجائیں اور وہ اُن پر صبر کرے تو یہ تینوں قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے اور بخشوائیں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں‘ یارسول اللہ! اگر دو بچوں پر صبر کیا ہوتو؟ فرمایا۔ اس کے دو ہی بچے شفاعت کریں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں جس کسی ماں نے اپنے ایک بچے کو خاک میں سُلا کر صبر کیا ہوتو؟ فرمایا‘ اس کا ایک ہی بچہ بخشوائے گا۔ آخر کار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا کوئی صحابیہ عرض کرتی ہیں کہ اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا۔ جس کا کوئی نہیں‘ اس کے ہم ہیں۔ یہ ہیں معنیٰ ’خبر لینے والے‘ کے۔ قیامت میں ماں اپنے اکلوتے کو بھولے گی مگر رحمت والے اپنے گنہگاروں کو نہ بھولیں گے۔ ’خبر لینے والے‘ یہ نام انہیں پر سجتا ہے۔ لہذا جو شخص حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں علمِ غیب مصطفیٰ ﷺ کا منکر درحقیقت حضور ﷺ کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔ سب کی آنکھیں اُس کے دِیدار پُرانوار سے عاجز ولاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔

تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

شہزادۂ حضور غوث اعظم مخدوم الملت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی فرماتے ہیں :

غیب کیا چیز ہے ! دیکھ آئے ہیں وہ غیب الغیب   یعنی وہ ذات جو مشہور ہے سبحان اللہ

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا   جب نہ خدا ہی چُھپا تم پہ کروڑوں درود

☆☆

اُمّی کا ترجمہ اَن پڑھ بھی غلط۔ علمِ مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض کرنے والوں کا مزاج بھی بڑا عجیب ہے۔ جس رسول نے ساری کائنات کو علم دیا اُس کے علم میں شک ہو رہا ہے اور اُس رسول کے علم کو کم دِکھانے کے لئے علم کا بڑا زور دار استعمال ہو رہا ہے۔ یہاں پر زبان و بیان کے جاننے والے ماہرین موجود ہیں۔ اُمّی کے اندر دو کلمہ ہے ’ام‘ اور ’ی‘ **منصوب الی الام** مل کر اُمّی ہوا جس کے معنی ہیں شکمِ مادر میں جو کیفیت ہو‘ اور اس کیفیت سے کسی کا ظہور ہو تو وہ کیفیت اُمّی۔ اگر کوئی شکمِ مادر میں جاہل ہو تو جاہل اُمّی۔ شکمِ مادر میں عالم پیدا ہو تو عالم اُمّی۔ شکمِ مادر میں قاری پیدا ہو تو قاری اُمّی۔ شکمِ مادر میں پیدا ہوا نبی تو **نبی اُمّی**۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اب نبی الامی کے معنی ہوئے پیدائشی نبی۔ اب جو اُمّی کا ترجمہ اَن پڑھ کرے‘ وہ خود پیدائشی اُمّی۔ وہ بھی پیدائشی جاہل‘ وہ جاہل اُمّی۔ میرا نبی‘ نبی الاُمّی ہے۔ اب **نبی الأمی** کے معنٰی ہوئے پیدائشی نبوت والا‘ اب میرے نبی کا اُمّی ہونا بھی کمال ہو گیا......

نبی کو عالم اُمّی نہیں کہا، قاری اُمّی نہیں کہا بلکہ **نبی الأمی** کہا۔۔ یہ پیدائشی نبوت والا ہے۔ یہ کیسا ذوق ہے جو توہین و تنقیص والا گوشہ ہے اسی کو اپنایا جائے !

جب یہ ترجمہ نہیں سمجھ میں آیا تھا تو کوئی دوسرا ترجمہ بھی کر سکتے تھے۔ آپ حیدر آباد کے ہیں، آپ کو حیدر آبادی کہا جاتا ہے، نسبت دی جاتی ہے تو تم یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ میرے رسول کی جہاں نبوت ظاہر ہوئی اس کا لقب ہے **اُم القری** تو **النبی الأمی** کا معنی **ام القری** میں آنے والے نبی۔ تم یہ بھی تو ترجمہ کر سکے تھے کہ میرے رسول جو کتاب لے کر آئے اس کا لقب ہے **ام الکتاب** تو **نبی الأمی** کا مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ **ام الکتاب** کا لانے والا نبی۔ اور اگر یہ نہیں سمجھے تھے تو دیکھو کہ مکہ کے رہنے والے کو کیا کہتے ہیں **مکّی** ت نکالا اور ی لگایا، نسبت دے دی مکہ سے۔ اُمت کی طرف نسبت دیکر 'ت' نکالو 'ی' لگاؤ '**اُمّی**' ہوگیا، اُمت سے نسبت ہوگئی النبی الاُمّی اُمت والے نبی۔ واقعی ہمارے نبی کی جتنی اُمت ہے کسی کی نہیں۔ جنّت میں (۱۲۰) صفیں ہوں گی (۸۰) صفیں صرف اُمت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہوں گی۔

☆☆ **اُمّی** بنا ہے 'اُم' سے اور یاء نسبتی سے، اُم سے مراد یا تو ام القریٰ یعنی مکہ معظّمہ ہے اُمّی بمعنی مکی ہے یعنی مکہ میں پیدا ہونے والے یا اُمّی بنا ہے اُمۃ عربیۃ سے جو لکھنے پڑھنے سے عموماً علحدہ تھے یعنی بے پڑھے لکھے جماعت میں پیدا ہونے والے، یا اُم بمعنی ماں ہے یعنی شاندار ماں والے کہ سیدہ آمنہ جیسی شان والی بی بی جو محمد مصطفٰی ﷺ کی ماں ہیں، ویسی ماں پیدا نہ ہو۔ بے مثال بنی کی بے مثال ماں رضی اللہ تعالٰی عنہا ۔۔ یا اُمّی کے معنٰی ہیں ماں کے پیٹ سے عالم و عارف پیدا ہونے والے جن کے دامن پر کسی کی شاگردی، کسی کی مُریدی، کسی سے فیض لینا ثابت نہیں۔

قلم اعلیٰ جن کا خادم ہو، لوحِ محفوظ جس کی کتاب ہو، اللہ تعالیٰ کے نوشتہ پر

جس کی نظر ہو وہ کس کا شاگرد ہو یا ام بمعنی اصل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتَابِ﴾ یعنی عالم کی اصلیت والا ۔۔

لفظ اُمّی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں **والأمی الذی لایکتب قال الزجاج : الأمی الذی علیٰ خلقة الامة لم یتعلم الکتاب فھو علیٰ جبلته وقیل للعرب الأمیون لان الکتابة کانت فیھم عزیزة او عدیمة** یعنی اُمّی وہ ہے جو لکھ نہ سکے زجاج کہتے ہیں کہ اُمّی اس کو کہتے ہیں جو اپنی پیدائش کے وقت کی حالت پر رہے۔ جس نے لکھنا نہ سیکھا ہو۔ اہل عرب کو بھی اُمّیین کہا جاتا کیونکہ اُن میں لکھنا، نادر بلکہ معدوم تھا۔

صاحبِ رُوح المعانی علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اُمّی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کے عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینے کو علوم ومعارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی **إشارہ إلی عظیم قدرته عزوجل وان افاضته العلوم لاتتوقف علی الاسباب العادیة ۔**

اسی کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں اُمّی ولی بھی ہوسکتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اس کی رُوح ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوجاتی ہے تو اس کے دل پر انوارِ الٰہیہ کا القا کیا جاتا ہے اور انہی انوار سے وہ علومِ ربانیہ اور معارفِ لدنّیہ کا ادراک کرسکتا ہے۔ **ومن انقطع الی اللہ عزوجل وخلصت رُوحه افیض الی قلبه انوار الٰھیة تھیات بھا بادراک العلوم الربانیة والمعارف اللدنیة۔**

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے۔ **لم یحتج الیه من کان القلم الاعلی یخدمه واللوح المحفوظ مصحفه ومنظره ۔ وعدم کتابة مع علمه بها معجزة باهرة علیه السلام ۔** یعنی قلمِ اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوحِ محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو نوشت وخواند کی کیا ضرورت ۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی حضور ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔ کسی عارف نے لکھا ہے:

ام الکتاب (قرآن شریف) کے فیض نے کیونکہ آپ کی پرورش کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب اُمّی رکھا ہے۔ اگرچہ آپ نے علم سیکھنے کی تختی اپنی بغل میں نہیں پکڑی لیکن لوحِ محفوظ کے تمام رازوں سے خبر دی ہے۔ انس وجن نے حضور ﷺ کے خط پر اپنے سَر رکھ دیئے ہیں۔ اگر ظاہری خط نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہ حضور ﷺ کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دُنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین وآخرین کے علوم ومعارف کا خزینہ بن گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان ﴿**تبیانا لکل شیء**﴾ (ہر ہر چیز کا روشن بیان) ہے۔ جامی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ میرے محبوب ﷺ نہ کبھی مکتب میں گئے نہ لکھنا سیکھا' مگر اپنے چشم وابرو کے اشارہ سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔

صحابہ کرام نے جب عرض کیا کہ **من ادبك یا رسول الله** یعنی یارسول اللہ ﷺ! کس نے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی؟ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **ادبنی ربی فاحسن تادیبی** یعنی میری تعلیم وتربیت تو میرے رب نے فرمائی ہے اور بہترین تعلیم وتربیت فرمائی ہے اور جس کا اُستاذ رب العالمین ہو اُسے پھر دُنیا میں کسی اُستاد سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے! کسی مدرسہ میں نہیں پڑھا مگر

اعلم الخلق ہیں﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ یعنی سارے جہان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاّقِ عالم جل جلالہٗ ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہوگی !

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

ایسا اُمّی کس لئے منتِ کش استاد ہو
کیا کفایت اس کو اقراء ربک الاکرم نہیں

آپ کے اُمّی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون بتا سکتا ہے ! لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں:

اول: یہ کہ تمام دُنیا کو علم وحکمت سکھانے والے حضور ﷺ ہوں اور آپ کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو۔ کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہو‘ تا کہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھا ہوا شاگرد ہے۔

دوم: یہ کہ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کر سکے کہ فلاں شخص حضور ﷺ کا استاد تھا تو شاید وہ حضور ﷺ سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم: حضور ﷺ کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور ﷺ چونکہ پڑھے لکھے تھے اس لئے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے اور قرآن انہیں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم: جب حضور ﷺ ساری دُنیا کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفریں تعلیمات دُنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پنجم: اگر حضور ﷺ کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی، حالانکہ حضور ﷺ کو خالقِ کائنات نے اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ کی تعظیم کرے۔ اس لئے اللہ جل شانہٗ نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذ طے کرے اور کوئی اس کا استاد ہو۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ہمارے حضور ﷺ نبی بھی ہیں، رسول بھی ہیں اور اُمّی بھی ہیں۔۔ مگر اُمّی ہونا صرف ہمارے حضور کی خصوصی صفت ہے یعنی پیدائشی عالم بہ علم لدنی۔۔۔ حضور ﷺ کا ایمان باللہ درجہ حق الیقین کا ہے ہمارا ایمان باللہ علم الیقین کے درجہ کا ہے۔ حضور ﷺ کا ایمان بلاواسطہ ہے ہم لوگوں کا ایمان بالواسطہ، حضور ﷺ کا ایمان بالشہادہ ہے۔ ہم لوگوں کا ایمان بالغیب۔ ☆☆☆

رسول نے علم کس سے حاصل کیا : جو نبی کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور جو دِلوں کی صفائی کرے، کیا اُس نبی کے لئے یہ لفظ زیبا ہوسکتا ہے کہ اُن کو اَن پڑھ کہا جائے؟ بغیر سیکھے کوئی کیسے معلم ہوسکتا ہے؟ یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم میرے رسول کو اس دُنیا کے مدرسہ اور دارالعلوم میں تلاش کرتے ہو۔ میرے رسول نے کب اس دُنیا میں سیکھا ہے! تلاش وہاں کریں جہاں سے یہ آئے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ میرا رسول تو اُسی وقت پیدا ہوگیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ شمال نہ جنوب، نہ مشرق نہ مغرب، نہ فرش نہ فرشی، نہ آگ نہ آتشی، نہ باد ہے نہ بادی، نہ آب ہے نہ آبی۔۔۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا، ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا، ابھی چاند وسورج کے چراغ نہیں جلائے گئے، ابھی ستاروں کی قندیلیں نہیں روشن کی گئیں،

ابھی آبشار کے نغمے نہیں جاری کئے گئے۔ ابھی دریا کی روانی بھی نہیں ہے ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں ...... کچھ نہیں ہے مگر نورِ محمدی ﷺ ہے۔ نورِ مصطفٰے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آیا ہے۔ یہ آنے والا عالم لاہوت و عالمِ قدس سے آیا ہے۔ اب یہ جہاں سے آیا ہے وہاں دیکھا جائے کہ وہاں کچھ پڑھا اور سیکھا کہ نہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿**اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ**﴾ (رحمٰن/۴) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، انھیں **ماکان ومایکون** کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)۔ ﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ ۙ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا**﴾ (نسآء/۱۱۳) اور اُس نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

جاہل کو جہالت ہی کا پہلو نظر آیا۔ میں نے اتنے معنی اس لئے رکھے تاکہ سمجھ لو جب اتنے اچھے معنی نکلنے کے باوجود خراب معنی مراد لینا، بتلاتا ہے کہ دِل میں کچھ مرض ہے۔

اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

اگر خموش رہوں میں تو، تو ہی سب کچھ ہے　　　جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ توحید : اسلام کے بُنیادی عقیدۂ توحید کو قرآن و حدیث اور علماءِ اُمّت کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائلِ توحید، توحید اور شفاعت، شانِ کبریائی اور منصبِ رسالت، ربوبیت عامہ اور خاصہ، صفاتِ الٰہی، عقیدۂ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ، عبادت اور تعظیم، عبادت اور استعانت، وحدت و توحید، بشریت و عبدیت مصطفٰی ﷺ ......اس کتاب کے موضوعات ہیں

﴿☆☆☆ **اہلِ سُنّت وَجماعت اورتوحیدالٰہی** : واجب الوجود اپنی ذات اور کمالات میں دوسرے سے بالکل بے نیاز اورغنی بالذات صرف ایک اللہ عزوجل ہے اور فقط وہی عبادت کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔

جوشخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود مانے یعنی یہ کہے کہ یہ شخص اپنی ذات اور کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کا مستحق ٹھہرائے وہ یقیناً مشرک ہے جیسے ہندوستان کے آریہ' رُوح اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور واجب الوجود سمجھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ رُوح اور مادہ کی ذات' بنانے والے سے بے نیاز ہے یہ مشرک ہیں۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے شرح عقائد نسفیہ صفحہ ٦١ پر شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ **الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى وجوب كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام** یعنی شرک کے معنیٰ یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا' یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ علامہ تفتازانی نے فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں' ایک یہ کہ کسی کو خدا کے سوا واجب الوجود مانا جائے' دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا کوئی بھی مسلمان انبیاء واولیاء کو واجب الوجود یا لائق عبادت مانتا ہے۔۔نہیں' ہرگز نہیں۔۔ یہ مومنین پر افترا ہے۔ ایک مسلمان کو بلاوجہ کافر ومشرک بتانا بہت بڑا جرم اور ظلم عظیم ہے۔ خداوند قدوس کی وعید شدید سے ڈرنا چاہیئے۔ ﴿**وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا**﴾ یعنی اس سے بڑھ کر

ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے کہ اللہ نے جس چیز کو شرک نہیں فرمایا، خواہ مخواہ یہ لوگ اس کو شرک بتاتے ہیں۔

اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے، خواہ وہ کمالِ علم ہو یا قدرت یا سمع یا بصر ہو جیسے ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عَالم کے تغیرات کواکب کی تاثیرات سے ہیں اور کواکب ان تاثیرات سے غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں۔ یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں یہ بھی شرک ہے جیسے بُت پرَست، بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں اور اُن کی عبادت کرتے ہیں، یہ مشرک ہیں۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں میں مانتے ہیں اور کمالات کو عطا الٰہی جانتے ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں، مثلاً کوئی شخص کسی کو سمیع وبصیر کہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صفتِ سمع وبصر عطا فرمائی ہے تو وہ مومن اور موحّد ہے مشرک نہیں۔ مشرک تب ہوتا ہے جب یہ مانتا کہ آدمی میں سمع وبصر کی صفت ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اللہ عزوجل کی صفات میں سمیع وبصیر کا ذکر کیا ہے مگر اس کے باوجود انسان کو بھی سمیع وبصیر قرار دیا ہے۔ ﴿**فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا**﴾ اور یہ شرک اس لئے نہیں کہ انسان میں جو صفت سمیع وبصیر ثابت کی گئی ہے وہ عطا کی ہے اور خدا میں ذاتی ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں کتاب وسُنّت سے دی جاسکتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہی نکلتا ہے کہ کسی بھی کمال کو جو ممکن البشر ہے غیر اللہ میں عطائی مانا جائے تو شرک نہیں اور ذاتی مانا جائے تو شرک ہے۔ اگر ذاتی وعطائی کا فرق نہ کیا جائے تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں سُنتا

ہوں، میں دیکھتا ہوں، میں موجود ہوں، غذا نے قوت دی، پانی نے پیاس بجھائی، آگ نے جلا دیا، سردی نے نقصان پہنچایا، دوا نے فائدہ دیا ۔۔۔ یہ سب باتیں شرک ہو جائیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو وہ اس عقیدے کے ساتھ کہتا ہے کہ دیکھنے کی قوت مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے خود بخود نہیں ہے۔ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ دوا نے شفا دی ہے تو اس عقیدہ کے ساتھ کہتا ہے کہ دوا میں شفا دینے کی طاقت اور تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اگر خدا نہ چاہے تو نہ میں دیکھ سکوں اور نہ دوا اپنا اثر دِکھا سکے۔

اگر کسی بندے کو بعطائے الٰہی فریاد رس، مشکل کشا ماننا شرک ہو اور کسی کو حاضر و ناظر، غیب داں سمجھنا توحید کے خلاف ہو تو دُنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ خود ایسے مفسرین بھی شیطان اور ملک الموت کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اور اُمیروں کو چندوں کے وقت، حکیموں کو بیماری کے وقت، حاکموں کو خاص مصیبت کے موقعہ پر فریادرس، حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر اُن کے دروازوں پر جاتے ہیں۔

تعجب ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع بلا ہو سکے، جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع جریان، دافع بخار، اکسیر شفا ہو سکیں۔ ایک شربت کا نام فریادرَس اور رُوح افزا بھی ہو مگر یہ سب توحید کے خلاف نہ ہوں اور حضور نبی کریم محمد مصطفٰے ﷺ کو فریادرَس ماننا اس آیت کے خلاف ہو گیا۔ یہ عجیب تفسیر ہے کہ کہیں غلط اور کہیں صحیح۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کمال کو غیر اللہ میں اگر ذاتی مانا جائے تو وہ شرک ہے اور اگر عطائی طور پر مانا جائے تو ہرگز شرک نہیں۔

جو شخص عطائی کمال کو غیر اللہ میں ماننے کو شرک کہتا ہے وہ جاہل ہے اور اگر جان بوجھ کر کہتا ہے تو خود گمراہ ہے کیونکہ اُس نے عطائی کمال ماننے والے کو مشرک کہہ کر یہ ظاہر

کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات عطائی ہیں اور وہ مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔

اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان لانا اُسی وقت معتبر ہے جب عقیدۂ توحید کے ساتھ ہو اور اِسلامی توحید یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور اپنی ذات وصفات میں بے مثل وبے مثال ہے۔ اُس کی ذات وصفات میں کوئی اُس کا شریک نہیں۔ یاد رکھئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح اُس کی تمام صفتوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**قل هو الله احد**﴾ اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے ﴿**الله الصمد**﴾ اللہ کے سب محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ﴿**لم يلد ولم يولد**﴾ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ﴿**ولم يكن له كفوا احد**﴾ اور اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں ہے۔ آیت ﴿**لم يلد ولم يولد**﴾ میں یہود ونصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ردّ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿**وقالت اليهود عزير نِ ابن الله وقالت النصرى المسيح ابن الله**﴾ یعنی یہودیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح یہود کہا کرتے تھے ﴿**نحن ابنٰٓوء الله واحبائه**﴾ کہ ہم تو (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور خدا کے دوست ہیں۔ تو قرآن کریم کی اس آیت نے ان باطل پرستوں کے اس غلط عقیدے کا ردّ کر دیا کہ خدا نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی ایک صفت کا بھی انکار کفر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے جو اکبر الکبائر یعنی تمام بڑے

بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز کبھی معاف نہ کیا جائے گا اور مشرک کی کبھی ہرگز ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿**ان اللــــه لایـغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشے گا، ہاں شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

یاد رکھیے کہ جس طرح رحمٰن ورحیم اور خبیر وعلیم وغیرہ اس کی صفات ہیں، اسی طرح اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمام رسولوں کا مُرسل اور اُن کا بھیجنے والا ہے۔ اس لئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا بھی توحید کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح کوئی شخص اگر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن یا رحیم کا انکار کردے تو وہ کافر ہوجائے گا اسی طرح اگر کوئی رسولوں اور نبیوں کا انکار کردے تو درحقیقت اُس نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُرسل کا انکار کردیا لہذا وہ بھی کافر ہوجائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی شفیع المذنبین محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے مُصّدِق ومصّدَق ہیں اس لئے جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو رسول مان لیا اُس نے تمام رسولوں کو مان لیا اور اللہ تعالیٰ کی صفت مرسل پر پوری طرح ایمان لایا، اس لئے وہ سچا موحد ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ **لااله الا الله محمد رسول الله** اس پورے کلمہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جب تک کوئی شخص اس پورے کلمے پر ایمان نہیں لائے گا وہ ہرگز ہرگز نہ مسلمان ہوگا نہ موحد۔ اور جو اس پورے کلمے پر ایمان لایا وہ گویا تمام ضروریات دین پر ایمان لایا اور سچا مسلمان اور پکّا موحد بن گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو شریک سے پاک ماننا توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان اس طرح لانا ہوگا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے

ساتھ ہے (**آمنت بالله كما هو باسمائه وصفاته ۔۔۔**) اللہ تعالیٰ کی صفات کو اُسی حیثیت سے کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، ازلی وابدی اور لامحدود ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی، محدود، عارضی اور فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ بندوں کو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے والے اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات، اختیارات، ملکیت، کمالات، طاقت وقوت سب کچھ محدود، عارضی، باقی نہ رہنے والے اور فنا ہونے والے ہیں۔

جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ قادر ومختار ہے۔ اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

حضور ﷺ کا علمِ غیب رب تعالیٰ کے علمِ غیب کی دلیل ہے بلکہ حضور ﷺ کی ہر صفت، کمال صفات رب ذوالجلال کی دلیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات بندوں کو بھی عطا کرتا ہے جیسے دیکھنا، سننا، مالک ہونا، بادشاہ ہونا، غنی کرنا، شفاء دینا، حاکم ہونا، مدد کرنا، اور مارنا جلانا۔ اس طرح کی صفات قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں بندوں کے لئے بھی ثابت ہیں۔

عقائد نسفی شرک کی تعریف ان لفظوں میں کی گئی ہے **اثبات الشريك فى الالوهيه** یعنی معبود اور الٰہ ہونے میں کسی کو خدا کا شریک ماننا یہ شرک ہے۔ شرک کی اس تعریف سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ الوہیت میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور نہ ہی الوہیت کسی کو عطا کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت نہیں دے سکتا، کیونکہ الوہیت مستقل ہے

اور عطائی چیز مستقل نہیں ہو سکتی۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرما دیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے۔ مشرکین اور مؤمنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لئے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مؤمنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔ ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له‘ واشهد ان محمدا عبده‘ ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں‘ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع‘ ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علمِ غیب‘ عبادت و استعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں‘ سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

ذاتی اور عطائی علمِ غیب

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علمِ غیب	رسولوں کا عطائی علمِ غیب
یہ آیات اللہ تعالیٰ کے ذاتی ' ازلی وابدی اور لامحدود علمِ غیب کو بیان کرتی ہیں	یہ آیات انبیاء کرام کے عطائی' محدود اور حادث علمِ غیب کو بیان کرتی ہیں
﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّوَالْبَحْرِ﴾ (انعام/۵۹) اور غیب کی ساری کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا ۔ وہی جانتا ہے جو کچھ خشک وتر (زمین اور سمندر) میں ہے۔	﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران/ ۱۷۹) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم عطا کرے۔ ہاں اُس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے مجتبیٰ رسول (منتخب رسول) کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کو رسول مجتبیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ رسولوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں جب خدا نے انھیں غیب پر مطلع فرمادیا تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عطا سے انھیں غیب کا علم حاصل ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علمِ غیب	رسولوں کا عطائی علمِ غیب
﴿قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ (النمل/ ۶۵) اے حبیب ﷺ تم فرمادو کہ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سوا اللہ تعالیٰ کے۔	﴿وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾ (نسآء/۱۱۳) اور اس نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔
﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (لقمان/۳۴) بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم، وہی پانی برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل وہ کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں وہ مرے گی بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بتانے والا ہے۔	﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ﴾ (نحل/ ۸۹) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور جب وہ کتاب ہی رسول پر نازل کردی گئی اور کتاب کے سارے علوم واسرار رسول کو عطا کردئے گئے تو اب کون سی چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دائرہ علم وادراک سے باہر رہ گئی ہو)

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علمِ غیب	رسولوں کا عطائی علمِ غیب
﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ (انعام/ ۵۰) تم فرمادو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ غیب جان لیتا ہوں ۔	﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ (جن/ ۲۷) غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسند یدہ رسولوں کے۔ (سارے رسولوں میں حضور ﷺ کی جو شان ارفع واعلیٰ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے لہذا حضور ﷺ کو علمِ غیب خاص عطا کیا گیا ہے)
﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ﴾ (اعراف/ ۱۸۸) تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں خود غیب جان لیا کرتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی ۔	﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴾ (تکویر/ ۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں ہیں ۔ (رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ خود غیب جانتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی غیب کی بات بتاتے ہیں)
﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ ۚ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴾ (یونس/ ۲۰) تم فرماؤ کہ غیب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ۔	﴿اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾ (رحمٰن/ ۴) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا ۔۔ انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا ۔۔ انھیں ماکان ومایکون کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا ہے اور جو قیامت تک ہوگا)

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علمِ غیب	رسولوں کا عطائی علمِ غیب
﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ہود/۱۲۳) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور اسی کی طرف ہر چیز لوٹائی جاتی ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔	(رسول اللہ ﷺ کو بعطائے خداوندی ماضی اور مستقبل کی دونوں سمتوں میں غیب کا علم حاصل ہے ۔ یہ شان محبوبیت ہے) صاحب لولاک سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ اپنی شان محبوبیت میں ارشاد فرماتے ہیں :
﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (فاطر/۳۸) **بیشک** آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے وہی دلوں کی بات جانتا ہے۔	☆ **انما انا قاسم والله يعطى** (صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔ (حضور ﷺ بعطائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے : **﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ بیشک** ہم نے آپ کو کوثر (بے حد و بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علمِ غیب	رسولوں کا عطائی علمِ غیب
﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ﴾ (سبا/۳) اللہ عالم الغیب ہے آسمانوں اور زمین میں ذرّہ بھر کوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔	☆ **الکرامت والمفاتیح یومئذ بیدی** (مشکوٰۃ المصابیح) اس قیامت کے روز کرامت اور تمام خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوگی۔
﴿لَهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ﴾ (کہف/۲۶) اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب۔ کیا ہی عجیب اس کا دیکھنا ہے اور کیا ہی عجیب اس کا سننا ہے۔	☆ **اوتیت مفاتیح خزائن الارض** (مشکوٰۃ المصابیح) مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

قرآن مجید کی ان آیات سے اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کا علمِ غیب ثابت ہوتا ہے دونوں طرح کے مضامین کی آیتیں برحق ہیں اور دونوں پر ہمارا ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علمِ غیب اُس کی اپنی ذات سے ہے کسی کا عطا کردہ نہیں ہے وہ ازلی، ابدی اور لامحدود ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کا علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے، محدود ہے، حادث اور فانی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے تو کیا یہ شرک ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر اُن بدمذہبوں کا یہ کہنا کہ عطائی علمِ غیب بھی ماننا شرک ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو بھی عطائی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث نے کشف اور عطائی علمِ غیب کو قرآنی تعلیمات کے خلاف لکھا ہے :

> ’صوفیہ کشف اور غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ قرآن ان کی تکذیب کرتا ہے‘۔ (الصوفية فی ميزان الكتاب والسنة)

غیر مقلد عمر فاروق سلفی لکھتا ہے :

> ’آج کے کلمہ گو مشرک سے بہتر عقیدہ تو جانوروں کا ہے کہ کوئی نبی علمِ غیب نہیں رکھتا: ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ (النمل/۱۸) جس وقت وہ (سلیمان علیہ السلام) چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو ! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان (علیہ السلام) اور اُن کا لشکر تمہیں روند ڈالے‘۔ (شرک کیا ہے؟/۱۶)

(۱) مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا' (۲) جانوروں کو کلمہ گو مسلمانوں سے بہتر بتا دیا'
(۳) سیدنا سلیمان علیہ السلام کو بے خبر لکھ ڈالا۔

(پچھلے صفحات میں ذاتی اور عطائی علمِ غیب پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے)

غیر مقلد وہابی جو چیونٹی کا دماغ رکھتا ہے اُسے کون سمجھائے کہ آخر چیونٹی کو خبر کیسے ہوگئی؟ انبیائے کرام کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہوئے چیونٹی کے علمِ غیب کو مان رہا ہے۔

مظہر ذاتِ خدا شاہد کبریا حضور نبی کریم ﷺ کی گواہی :

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنا صفاتی نام 'شھید' بھی عطا فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (الاحزاب) اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سُناتا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والا اور چمکانے والا چراغ۔ (کنزالایمان)

اے میرے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد' مشاہدہ سے ہے یا شھود سے یا شہادۃ سے' یعنی ہم نے تمہیں دونوں جہان کا مشاہدہ کرنے والا بنا کر بھیجا یا تمام جگہ میں حاضر بنا کر بھیجا کہ ہر جگہ تمہارا علم وتصرف جاری ہے۔ شاہد کا معنیٰ گواہ ہے اور گواہ کے لئے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ قانون کی اصطلاح میں شاہد یعنی گواہ اس شخص کو تسلیم کیا جاتا ہے جو کسی واقع کے وقت نہ صرف موقع واردات پر موجود ہو بلکہ آنکھوں سے اس واقع کا مشاہدہ بھی کر چکا ہو۔ اگر کوئی شخص موقع پر موجود تو ہو لیکن بینائی اور بصارت سے محروم ہو تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جاسکتی' اس لئے یہ لازم ٹھہرتا ہے کہ شاہد اسی کو تصور کیا جائے جس نے واقع کا آنکھوں کے ساتھ مشاہدہ کیا ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دُنیا میں عالم غیب کو دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی عینی گواہی دیں گے۔ یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح آپ کا مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سُن کر۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضور ﷺ کو ہوئی۔

سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں۔ وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود۔ آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا حاضر و ناظر اور گواہ ہونا ثابت ہے۔

واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ کی صدہا حکمتیں ہیں' اُن میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ تمام پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی اور جنّت و دوزخ کی گواہیاں دیں اور اپنی اپنی اُمتوں سے پڑھوایا کہ **اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** مگر اُن حضرات میں سے کسی کی گواہی بھی دیکھی ہوئی نہ تھی' سُنی ہوئی تھی اور گواہی کی انتہا دیکھنے پر ہوتی ہے۔ تو ضرورت تھی کہ اس جماعت پاک انبیاء میں کوئی ہستی وہ بھی ہو کہ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر گواہی دے' اُس کی گواہی پر شہادت کی تکمیل ہو جائے۔ یہ شہادت کی تکمیل حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پر ہوئی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے **اِنَّـآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا** بے شک ہم نے تم کو حاظر و ناظر (گواہ) بنا کر بھیجا۔ گواہی سب پیغمبروں نے دی تھی مگر وہ اسناد تھی اور حضور نبی کریم ﷺ کی گواہی اس اسناد کی انتہا۔ اسی لئے حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں کہ سمعی شہادتوں کی انتہاء عینی شہادت پر ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کی تشریف آوری پہلے سے ہی ہو جاتی تو دیگر انبیاء نبوت سے سرفراز نہ کئے جاتے۔ نیز حضور ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں کہ عینی گواہی کے بعد سُنی ہوئی گواہی کیسی ؟

دُنیا میں حضور نبی مکرم ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے اُن کا ایمان محض کلمہ توحید یعنی **لااله الا الله** پر ہوتا تھا رب العزت نے چاہا کہ دُنیا میں کوئی ہستی ایسی بھی ہو جس کا توحید پر محض ایمان ہی نہ ہو بلکہ وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے دُنیا کے سامنے الوہیت خداوندی پر ذاتی شہادت فراہم کرے اور اعلانیہ طور پر عامتہ الناس کو بتلا دے کہ میں یہ سب کچھ محض علم و بصیرت کی بناء پر نہیں بلکہ مشاہدے اور معائنے کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ یہ مبارک و مسعود ہستی سرور کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی ہے معراج کی شب حضور ﷺ کو ملکوت السمٰوٰت والارض اور مکان ولا مکان کی سیر کرائی گئی۔ کائنات کے ایک ایک ذرّے کا مشاہدہ کرایا گیا' اُن کے خواص واوصاف پر مطلع کیا گیا اور سب سے آخر میں مشاہدہ رب ذوالجلال سے سرفرازی ہوئی۔ عبد کامل اور خالق کے مابین تمام حجابات اُٹھا لئے گئے اور بالآخر حضور ﷺ قرب کی منزلیں طے کرتے ہوئے اس مقام پر جا پہنچے جس کی رفعتوں کا اندازہ بھی چشم تصور نہیں کر سکتی۔ جلوۂ محبوب میں حضور ﷺ کے غایت انہاک اور قرب کا اعلان قرآن ان الفاظ میں کر رہا ہے: ﴿**مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى**﴾ (النجم/۱۷)
آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی (نہ جھپکی آنکھیں (نہ درماندہ ہوئی چشم مصطفٰی) اور نہ حدِ ادب سے آگے بڑھی۔ آنکھ پھری تک نہ تھی' آنکھ میں کجی تک نہ آئی۔

شبِ معراج کے علاوہ بھی متعدد مواقع پر حضور ﷺ کو کائنات ارضی وسماوی کا مشاہدہ کرایا گیا۔ حدیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت نے اپنے دستِ قدرت کو میرے دونوں کندھوں کے درمیان ایسے رکھا کہ میں ٹھنڈک اور برودت کو اپنے سینے میں محسوس کیا' پھر فرمایا: **فتجلی لی کل شئی عرفت ما فی السموٰت والارض** (جامع ترمذی) پس مجھ پر ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب جان لیا۔

انہی مشاہدات کی بناء پر حضور ﷺ کا علم محض سماعی اور قیاسی نہ رہا بلکہ حضوری اور مشاہداتی حیثیت اختیار کر گیا۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ موجودات کائنات کو علی وجہ البصیرت دیکھ کر پکار اُٹھے کہ میں نے کائنات کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ لیا ہے اور اس میں موجود ہر ہر ذرّے، ہر ہر گوشے، شجر وحجر، جن وانس، ارض وسماء، کائنات بحر و بر ...... الغرض کائنات عالم کی ہر ہر شئے کی حقیقت کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ میں بر بنائے مشاہدہ گواہی دیتا ہوں کہ ان میں کسی میں بھی وصف الوہیت نہیں پایا جاتا۔ البتہ زمین وآسمان کی اس کائنات میں عبادت وبندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں، سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔ وہی نفع ونقصان کی مالک اور حاجت روا ہے اور اسی لائق ہے کہ اس کی محبت سے دل کی دُنیا کو آباد رکھا جائے، اسی سے عجز ونیاز کا اظہار کیا جائے، اسی کے سامنے جبین نیاز جھکائی جائے اور اسی کو قادر مطلق اور خود مختار مانا جائے، یہ واحد ویکتا ہستی اللہ رب العزت کی ہے۔ کلمہ شہادت اسی مفہوم سے عبارت ہے۔

حضور نبی مکرم ﷺ کی شہادت کے بعد کائنات میں توحید باری تعالیٰ کی شہادت کا حق ادا ہو گیا، چنانچہ اب اُمت کے لئے کلمہ طیبہ **لاالٰہ الا اللہ** کہہ دینا ہی کافی ہے کیونکہ حضور ﷺ کی شہادت سب کی طرف سے ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ شاہد حقیقی ہیں لہذا آپ جس کے ایمان یا کفر کی گواہی دے دیں تو ممکن نہیں کہ اُس کے خلاف ہو جائے۔ اب جو کوئی سیدنا صدیق اکبر وسیدنا فاروق اعظم ...... وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان میں شک کرے، وہ خود بے دین ہے

کہ وہ حضور ﷺ کی شہادت کی صداقت میں شک کرتا ہے کیونکہ اُن کے ایمان کی حضور ﷺ نے گواہی دی، پھر حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے سرکاری گواہ ہیں اور سرکاری گواہ کی گواہی جرح قبول ہوتی ہے بلکہ جو اس گواہ پر جرح کرے وہ مجرم ہوتا ہے۔ حضور نبی مکرم ﷺ جس کے ایمان یا کفر کی گواہی دے دیں وہ رب تعالیٰ کے ہاں بلا جرح قبول ہوتی ہے نیز مقدمہ کا دارومدار اور فریقین کی ہار جیت صرف گواہی پر ہوتی ہے اگر گواہ قوی ہے تو دلیل بھی قوی۔ اور حاکم کا فیصلہ بھی چُست ہوگا ورنہ نہیں۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ) بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت سے تین طرح حضور نبی کریم ﷺ کا حاضر وناظر اور گواہ ہونا ثابت ہے

(۱) یہ کہ **جَآءَكُمْ** میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور رحمۃ للعالمین ﷺ تشریف لائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔

(۲) یہ فرمایا گیا **مِنْ اَنْفُسِكُمْ** تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی اُن کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے ایسے ہی حضور ﷺ ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں:

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جان
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

(۳) اگر حضور رحمۃ للعالمین نبی مکرم ﷺ کو کسی کے دُکھ کی خبر نہ ہو تو اُمت کی مصیبت آپ کو ناگوار کس طرح گزرے ! معلوم ہوا کہ ہمارے راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور ﷺ کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی !

اے مسلمانو ! تم سب کے پاس رسول تشریف لائے، کیسے آئے، ایسے آئے کہ ہر مسلمان کے دل میں ہیں، خیال میں ہیں، گھروں میں ہیں، قبر میں ہیں کون سی جگہ ہے جہاں وہ نہیں ہے۔ تم جہاں بھی ہو رسول تمہارے پاس ہیں اور مسلمان تو ہر جگہ ہیں، رسول بھی ہر جگہ ہے۔ دیکھو التحیات میں حضور ﷺ کو ندا سے سلام ہے۔ معلوم ہوا کہ قلب مومن میں موجود ہیں (اشعۃ اللمعات باب التشہد) تنہا گھر میں جاؤ تو حضور ﷺ کو سلام کرو۔ معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے گھر میں ہیں۔ جب کان میں خود بخود آواز آئے تو درود شریف پڑھو، کیونکہ وہ حضور ﷺ کی آواز ہے (شامی، مدارج) جب قبر میں مردہ جائے، کہیں بھی مرے، کسی جگہ دفن ہو، حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر جگہ ہیں، حجاب ہماری طرف سے ہے۔ بعض اولیاء ہر جگہ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ مظہر ذاتِ خدا شاہد کبریا حضور نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کے نیک اعمال اور بُرے اعمال پر گواہ ہیں **شاهداً عليهم باعمالهم من طاعه ومعصية شاهدًا عليهم يوم القيامة فهو شاهد افعالهم اليوم والشهيد عليهم يوم القيامة** (قرطبی) یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ اس دُنیا میں اپنی اُمت کے نیک و بد اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن اُن پر گواہی دیں گے۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں **تشھد علی اُمتك کقوله تعالیٰ ویکو ن الرسول علیکم شهیدا** (کشاف) یعنی حضور اپنی اُمت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد ہے ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

علامہ خازن لکھتے ہیں **ای شاھدا علی اعمال اُمته** : اپنی اُمت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

علامہ راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے: **الشھادة والشھود الحضور مع المشاھدة اما بالبصر او البصیرة** ۔ یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نُور سے۔

یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا' اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کردی جاتی تو شہادتِ نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفات کمالیہ پر' کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ **لااله الا الله**' تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت' حکومت' شخصی وجاہت' علم اور فضل وکمال یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ مظہر ذاتِ خدا شاہد کبریا حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت سے وہ سارے حجاب تار تار ہو گئے اور اس جلیل المرتبت نبی کی شہادتِ توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ نیز حضور ﷺ' اس کے عقائد' اس کے نظام عبادت واخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے

بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔ اسی آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں بہار جاوداں آسکتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ اُمتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکار کر دیں گی کہ نہ اُن کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے اُن کو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا، اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ الہٰ العالمین! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بُلانے میں اُنہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے، اُن کو طرح طرح کی اذیتیں دیں، انہیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو تختہ دار پر بھیج دیا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی اُمت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شاهدا على اُمتك حضور ﷺ اپنی اُمت پر گواہی دیں گے۔

اپنی تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے: **اخرج ابن المبارك عن سعيد بن المسيب قال ليس من يوم الا ويعرض على النبى ﷺ اُمته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم ولذلك يشهد عليه** (مظہری)

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ﷺ ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں، اسی لئے حضور ﷺ اُن پر گواہی دیں گے۔

علامہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: **فقولہ تعالیٰ : شاھداً علی الله بالوحدانیة وانه لااله غیره وعلی الناس باعمالهم یوم القیامة** یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **شاھداً علیٰ من بعثت الیهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم و ..... وتؤدیها یوم القیامة اداء مقبولًا فی مالهم وما علیهم** (رُوح المعانی) یعنی حضور ﷺ گواہی دیں گے اپنی اُمت پر کیونکہ حضور اُن کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور اُن کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت اُن کے حق میں یا اُن کے خلاف گواہی دیں گے۔

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ **ان الله تعالیٰ قد اطّلعه ﷺ علی اعمال العباد فنظر الیها لذلك اطلق علیه شاھداً** یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرما دیا ہے اور حضور ﷺ نے انہیں دیکھا ہے، اسی لئے حضور ﷺ کو شاہد کہا گیا۔ اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رُومی قدس سرہ کا قول نقل کیا ہے کہ بندوں کے مقامات حضور ﷺ کی نگاہ میں تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسمِ پاک شاہد رکھا ہے۔

اس بیان کردہ حقیقت میں غور و فکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو۔

حضور ﷺ محشر میں بھی اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ الغرض وہ تمام اَبدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ عالم غیب کی وہ حقیقتیں جو عقل و خرد کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حضور شفیع المذنبین ﷺ قیامت میں سب کی گواہی دیں گے ﴿**وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا**﴾ نیز تمام انبیاء نے جنّت و دوزخ کی گواہی سُن کر دی اور حضور ﷺ نے گواہی معراج میں دیکھ کر دی۔ اسی لئے آپ شاہد حقیقی ہیں۔ عینی گواہی پر تمام سمعی گواہیوں کی تکمیل ہو جاتی ہے کہ پھر کسی گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی گواہی آخری گواہی۔۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ**﴾ دین مکمل ہو چکا ہے۔ سورج کی موجودگی میں کسی چراغ کی ضرورت نہیں۔ حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ۔۔ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

دُنیا میں ثبوت توحید کا دارومدار حضور ﷺ پر ہے اور آخرت میں تمام خلق کے جنّتی وَ دوزخی ہونے کا مدار حضور ﷺ پر ہے۔ وہاں سارے حضور ﷺ ہی کا منہ تکیں گے کیونکہ حضور ﷺ دُنیا میں خالق کے گواہ ہیں اور آخرت میں مخلوق کے گواہ۔

گواہ میں بہت صفات ہوتی ہیں مگر تین صفات لازم ہیں:

(۱) گواہ، گواہی حاصل کرتے وقت واردات کے موقعہ پر حاضر ہو کر مشاہدہ کرے اور گواہی دیتے وقت حاکم کے روبرو حاضر ہو۔ اسی لئے اُسے شاہد یا شہید کہتے ہیں یعنی حاضر۔

(۲) مدّعی کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ گواہ کامیاب ہو، تاکہ مقدمہ کامیاب ہو، مدّعیٰ علیہ گواہ کو ناکام کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ ہی گواہ پر جرح کرتا ہے وہ ہی گواہ کے علم پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گواہ بے خبر ہے۔

(۳) گواہ پر اعتراض درپردہ مدّعی پر اعتراض ہے اسی لئے گواہ کا دشمن مدّعی کا دشمن ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ دُنیا میں خلق کے سامنے خالق کے، جنّت وَ دوزخ کے اور

تمام غیبی چیزوں کے گواہ ہیں، لہذا دُنیا میں تشریف آوری سے پہلے خالق کے قرب خاص میں رہ کر تمام چیزوں کا مشاہدہ فرما کر یہاں تشریف لائے اور آخرت میں خالق کے سامنے مخلوق کے گواہ ہوں گے، لہذا ضروری ہے کہ ہر مخلوق کے ہر حال سے باخبر ہوں، ورنہ گواہی کیسی؟ نیز، آج جو لوگ حضور نبی مکرم ﷺ کے علم پر اعتراض کر رہے ہیں، سمجھ لو کہ حضور ﷺ کی گواہی اُن کے خلاف ہونے والی ہے اور یہ لوگ مدّعیٰ علیہ ہیں، کیونکہ گواہ کے علم کی تنقیص وہ کرے گا جس کے خلاف گواہی ہو۔ نیز، حضور ﷺ کے علم اور کمالات کی مخالفت درپردہ رب تعالیٰ کی مخالفت ہے کیونکہ حضور ﷺ رب تعالیٰ کے گواہ ہیں۔

خیال رہے کہ حضور ﷺ کی گواہی چار طرح کی ہے:

- خالق کے گواہ مخلوق کے سامنے
- مخلوق کے گواہ خالق کے سامنے
- خالق کے گواہ خالق کے پاس
- مخلوق کے گواہ مخلوق کے سامنے

جس کے جنّتی ہونے کی حضور ﷺ گواہی دیں، وہ یقیناً جنّتی ہے، جسے اچھا کہہ دیں، وہ اچھا ہے، جسے بُرا کہہ دیں وہ بُرا ہے، جس چیز کو حلال فرما دیں وہ حلال ہے، جسے حرام کہہ دیں وہ حرام۔ کیونکہ آپ گواہِ مطلق ہیں، اس شاہد رب العالمین کے منہ سے جو نکلے وہ حق ہے۔

حضور ﷺ عالم کے ذرّے ذرّے میں حاضر و ناظر ہیں۔ آج حکیم کہتے ہیں کہ دوا کی طاقت مرض سے زیادہ ہونا چاہیے تاکہ مرض کو دَبا سکے ورنہ دوا خود مرض سے دَب جائے گی۔ شیطان بیماری ہے اور نبی کریم ﷺ علاج، جب شیطان کو یہ قوت دی گئی کہ ﴿اِنَّهٗ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ کہ وہ اور اُس کی

ذرّیت تم سب کو ہر وقت دیکھتے ہیں اور شیطان سارے عالم پر نگاہ رکھتا ہے کہ جہاں کسی نے نیکی کا ارادہ کیا اور اُس نے آکر بہکا دیا۔ اب اگر حضور ﷺ کو بالکل بے خبر رکھا جائے تو رب تعالیٰ پر اعتراض ہوگا کہ اُس نے بیماری قوی پیدا کی اور دوا کمزور ......لہذا ضروری ہے کہ حضور ﷺ کو ہدایت دینے کے لئے ہر وقت ہر ایک کی خبر ہو۔

نکتہ : عربی قاعدہ سے ﴿**شَاهِدًا**﴾ حال ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ ہم نے آپ کو بھیجا اس حال میں کہ آپ حاضر و ناظر ہیں، یعنی بھیجنے سے پہلے آپ حاضر و ناظر ہو چکے تھے جیسے کوئی کہے کہ زید ڈاکٹر آیا یعنی آنے سے پہلے وہ ڈاکٹر ہو چکا تھا، تو معنیٰ یہ ہوئے کہ آپ دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی عالم میں حاضر تھے اور پردہ فرمانے کے بعد بھی حاضر ہیں۔

رُوح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے کہ حضور ﷺ تمام عاَلم کے پیدا ہونے سے پہلے رب تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کو مشاہدہ فرماتے تھے اور جو ارواح، نفوس، اجسام، حیوانات، نباتات، جمادات، جِنّ، شیاطین، فرشتے اور انسان پیدا کئے گئے، اُن کے پیدا ہونے کو ملاحظہ فرما رہے تھے اسی طرح تمام مخلوقات کے ہر ہر کام اور سزا و جزا، شیطان کا پہلے عابد ہونا پھر بعد میں گمراہ ہونا، حضرت آدم علیہ السلام کا خطا فرمانا بعد میں توبہ قبول ہونا، جنّت میں رہنا بعد میں زمین پر آنا، انبیاء کا دُنیا میں آنا، اُن کا تبلیغ فرمانا، قوموں کا اُن کے ساتھ اچھا یا بُرا سلوک کرنا، غرضکہ ایک ایک واقعہ حضور نبی کریم سیدالاولین والآخرین ﷺ کے پیش نظر تھا اسی لئے فرمایا گیا **عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ** جان لیا ہم نے جو کچھ ہو چکا اور ہوگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی اُمت کو لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ

دریافت فرمائے گا: کیا تو نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ جواب دیں گے 'ہاں'۔ کافر انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا؟ اپنا گواہ لاؤ۔ وہ عرض کریں گے **محمد ﷺ وأُمتہ' فلیشھد انہ' بلغ** حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اُمت گواہ ہیں' پس یہ گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے جو قرآن میں ہے: ﴿**وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ**﴾ اور ہم نے تم کو سب اُمتوں میں افضل کیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

حضرت الشیخ عبدالکریم شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **واما (الشھید) فانہ ﷺ متصفاً بہٖ والدلیل علیٰ ذٰلك قولہ تعالیٰ وارسلنٰك علیھم شھیدا فھو الشھید المطلق للحق والخلق** آپ کا نام شہید بھی ہے اور آپ صفتِ شہید کے ساتھ متصف تھے۔ اس کی دلیل کلام باری **وارسلنك** ۔۔۔۔ الخ ہے۔ پس آپ حق تعالیٰ اور خلق کے لئے شہید مطلق ہیں۔ **(الکمالات الالھیہ فی الصفات المحمدیہ)**

حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **واقوی الارواح فی ذٰلك رُوحہ ﷺ فانھا لم یحجب عنھا شیئی من العالم** تمام رُوحوں سے قوی تر رُوح محمدی ہے پس اس سے جہان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ (کتاب الابریز)

علامہ ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں: **لافرق بین موتہٖ وحیاتہٖ فی مشاھدتہٖ لامتہٖ ومعرفتہٖ باحوالھم ونیاتھم وعزائھم وخواطرھم وذٰلك عندہ' جلی لاخفابہٖ** آپ کے اپنی اُمت کو دیکھنے اور اس کے احوال و نیات' عزائم وخواطر جاننے میں آپ کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں۔ یہ سب کچھ ان پر بلا کسی پوشیدگی کے واضح ہے (مواہب الدنیہ) یعنی حضور ﷺ حیاتِ ظاہرہ اور بعد

انتقال اپنی اُمّت کے احوال' نیات' ارادے اور قلبی وسواس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات ان کے نزدیک ظاہر ہے پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں' تمہارے رسول روز قیامت تم پر گواہ ہیں کہ وہ نورِ نبوت سے ہر صاحب دین کے رتبہ' درجہ ایمان اور وہ حجاب (جس کی وجہ سے وہ ترقی کرنے سے رُک گیا) کو جانتے ہیں۔ ہر اُمتی کے گناہوں' اعمال نیک و بد اور خلوص و نفاق سے واقف ہیں۔ لہذا آپ کی گواہی اُمت کے حق میں از روئے شرع مقبول و منظور ہے'۔ (تفسیر فتح العزیز)

آیت ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلَ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ اور رہو رسول تم پر گواہی دینے والا' کے تحت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جو کچھ فضائل و مناقب اپنے زمانہ میں موجود لوگوں کے متعلق یا ان کے متعلق' جو آپ کے زمانہ میں نہیں' مثلاً اویس قرنی' امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا منقول دجّال وغیرہ بیان فرمائے ہیں یا اپنے زمانہ میں موجود یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرمائیں تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے' اس لئے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اُس کی اُمت کے اعمال پر مطلع کر دیا جاتا ہے کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے اور فلاں نے ایسا کیا' تاکہ قیامت کے دِن وہ اپنی اُمت پر گواہی دے سکیں۔ (تفسیر عزیزی)

ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبته كل متدين اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہر مسلمان کے رُتبہ سے آشنا ہیں۔ (تفسیر رُوح البیان)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دُنیا ظاہر فرمادی **فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه** پس میں اُسے دیکھتا ہوں اور جو کچھ اُس میں قیامت تک ہونے والا ہے اُسے دیکھتا ہوں

جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (مواہب لدنیہ' طبرانی شریف)

ثابت ہوا کہ اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور رسالتمآب ﷺ کو جمیع علوم غیبیہ پر مطلع فرما دیا ہے۔ قیامت تک کوئی شئے آپ سے مخفی نہیں ہے۔

حدیث میں **نظر** سے حقیقتاً دیکھنا مراد ہے نہ کہ **نظر** کے معنی مجازی۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرور دوجہاں ﷺ عالمین کی ہر چیز' (مشرق ومغرب تمام زمین) کو مثل اپنے کف دست مبارک کے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ **فاعتبروا یاولی الابصار**۔

مسندِ امام احمد بن حنبل میں بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہے کہ ہم کو حضور ﷺ نے اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پَر بھی نہیں ہلاتا مگر اس کا ہم کو علم بتا دیا۔

عالَم میں کیا ہے' جس کی تجھ کو خبر نہیں
ذرّہ ہے کونسا' تیری جس پر نظر نہیں

حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ بیشک وشبہ حیات کے ساتھ باقی ودائم ہیں اور اعمال اُمت پر حاضر وناظر ہیں اور طالبوں اور متوجہ ہونے والوں کو فیض دیتے ہیں اور اُن کی تربیت فرماتے ہیں۔ (حاشیہ اخبار الاخیار)۔

مدارج النبوت میں فرماتے ہیں **وما ارسلنٰك الا شاهدًا يعنى عَالِمٌ و حَاضِرٌ** معلوم ہوا کہ شاہد کا ترجمہ عالم وَ حاضر وناظر بالکل درست ہے۔

بیضاوی شریف میں **شاهدا** کے تحت ہے **على من بعثت اليهم بتصديقهم وتكذيبهم ونجاتهم وضلالهم** آپ تصدیق کرنے والوں' انکار کرنے والوں' نجات والوں اور گمراہوں پر گواہ ہیں۔

جلالین شریف میں ہے **شاھدا علی من ارسلت الیھم** تمام پر گواہ ہیں جن کی طرف مبعوث ہوئے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **ارسلت الی الخلق کآفۃ** (مسلم شریف) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قرآن وحدیث کی رُو سے آپ تمام مخلوق کے لئے نبی بن کر تشریف لائے' لہذا تمام مخلوق پر شاہد ہیں اور تمام مخلوق کو اپنی بصر یا بصیرت مبارکہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

حضور ﷺ زمان ومکان میں جلوہ گر ہیں اس لئے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے **اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی** جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو نبی اکرم ﷺ پر سلام کہے
(ابن ماجہ' ابوداؤد' سنن کبریٰ)

شفاء شریف میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو **السلام علیك ایھا النبی** کہتا ہوں۔ 'شرح شفا' میں ہے کہ **لان رُوحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام** اس لئے کہ رُوح مصطفوی ﷺ اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے لہذا گھروں میں داخل ہوتے وقت **السلام علی النبی** کہا کرو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ** بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے
(ترمذی' مشکوٰۃ)

عزرائیل علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کائناتِ عالم کے تمام جاندار ہر وقت ہیں' دُنیا بھر میں جس کی موت کا وقت آجاتا ہے فوراً اسکی رُوح قبض کرتے ہیں۔ منکر نکیر کی

آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں۔ میکائیل علیہ السلام تمام دُنیا والوں کی روزی کا بحکم الٰہی انتظام کرتے ہیں، مخلوق کے رزق کو اُن کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں۔ مگر حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اے آنکھ والو! تمہاری آنکھیں کتنا ہی زیادہ، کتنا ہی دُور تک دیکھنے والی کیوں نہ ہو، مگر پھر بھی جو میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے۔

حضور ﷺ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر ہیں، صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے **انا جلیس من ذکرنی** جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا ہمنشین ہوں۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں، میں اس کا جلیس ہوں، تو رسول اس کے بھی مظہر۔ **انا جلیس من ذکرنی** جو رسول کا ذکر کرے گا، رسول اس کے قریب ہیں۔ چاہے آپ دیکھو، چاہے نہ دیکھو۔ مشاہدہ کرو یا نہ کرو۔ بہرحال آپ رسول کے قریب ہیں۔ ہم اپنے کو اُن کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں وہ ناظر ہیں۔ ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہیں، ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے غلاموں اور محتاجوں کی یہ شان ہے کہ حضرت غوث الثقلین شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **وعزتی ربی ان السعدآء والاشقیاء یعرضون علیَّ وان عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائصٌ فی بحار علم الله** (زبدۃ الاسرار وبہجۃ الاسرار)

مجھے رب العزت کی قسم! بیشک سعدا اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوحِ محفوظ میں دیکھتی ہے۔ میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔

نیز، فرمایا: **نظرت الی بلاد الله جمعًا کخردلةٍ علی حکم اتصالی**

میں نے اللہ تعالیٰ کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے رائی کا ایک دانہ ہو (قصیدہ غوثیہ)

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء   از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے۔

امام ربانی مجد الف ثانی قدس سرہ السبحانی سرہندی فرماتے ہیں: میں لوحِ محفوظ میں دیکھتا ہوں (تفسیر مظہری)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر‘ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر‘ طبری وابونعیم نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھے فرمایا کہ اے حارث! تم نے کس حال میں دن پایا؟ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہوکر۔

پھر فرمایا‘ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: **کانی انظر الی عرش ربی بارزًا وکانی انظر الی اهل الجنة یتزاورون فیها وکانی انظر الی اهل النار یتضاعون فیها** میں گویا عرش الٰہی کو ظاہراً دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنّت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔

محتاج کا جب یہ عالم ہے تو مختار کا عالم کیا ہوگا؟ جب اس آفتاب عالمتاب کے ذرّوں کی نظر کا یہ حال ہے کہ جنّت ودوزخ‘ عرش وفرش‘ جنّتی ودوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں‘ کوئی چیز اُن سے پوشیدہ نہیں تو آفتاب کونین‘ سراجاً منیرا ﷺ کی نظر کا کیا پوچھنا۔

کیا اُن کی نگاہ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ ۔۔۔ ہرگز نہیں !

دلِ فرش پر ہے تری نظر‘ سرعرش پر ہے تری گزر   ملکوت وملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

علمِ غیب پر ایک صوفیانہ نکتہ: کائنات کا ذرّہ ذرہ، کائنات کا پتہ پتہ، دریا کا قطرہ قطرہ، آسمان کا تارا تارا سب کیا ہے؟ یہ سب خدا کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ اور جو جتنا ان کو جانے گا، اُن کے پاس اتنے زیادہ دلائل ہوں گے۔ تو رب تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوقات سے جس کو پیدا فرمایا، اُس سے اپنے نبی کو غافل نہیں رکھا۔ اس سے اپنے نبی کو بےعلم نہیں رکھا تاکہ کوئی توحید کی دلیل رسول کی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔ توحید کی کوئی بھی دلیل، کوئی بھی برہان، کوئی بھی حجت رسول کی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔ ملکوت سماوات والارض کو سیدنا ابراہیم کو جب دِکھایا گیا تھا اس کا معنی بھی یہی تھا۔ اُن کو دلائل توحید بکثرت عطا فرمائے گئے۔ صاحبِ رُوح البیان حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب کا علم اس لئے دیا گیا کہ ایک ممکن کو (جو علم دینا ممکن ہے) ایسا نہ ہو کہ رسول کا دامن اس سے خالی ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم جزئی وکلی کا احاطہ ہے۔ آپ سے عالمین آسمانوں زمینوں کی کوئی ایسی شئے نہیں جو کہ مخفی ہو، اس لئے کہ آپ اللہ کے حبیب ہیں۔

ابتدائے خلق سے جنّت اور دوزخ میں پہنچنے تک کا علم :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ہمیں ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنّت اور دوزخیوں کے دَوزخ میں داخل ہونے تک کی خبر دی۔ اُسے یاد رکھا جس نے یاد رَکھا، اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف)

اس جگہ حضور ﷺ نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ (۲) پھر عالم کی انتہاء کس طرح ہو گی یعنی از روزِ اوّل تا قیامِ قیامت

ایک ایک ذرّہ وقطرہ بیان کر دیا۔

معلوم ہوا کہ دانائے غیوب حضور ﷺ کو ابتدائے خلق سے لے کر جنتیوں کے جنّت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخلے تک کا علم عطا کیا گیا ہے ایک حدیث میں تو آیا کہ اُن کے نام بلکہ اُن کے باپوں اور قبائل تک بھی آپ کے علم میں ہے۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت ملک میں کوئی شئ نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(آل عمران/ ۱۷۹)

' اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہی بخشے تم سب کو غیب پر' لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے' (معارف القرآن' مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند)

اس آیت کریمہ کے نزول کے بارے میں چند روایتیں ہیں :

(ا) واحدی نے امام سدّی سے روایت کی کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جیسے آدم علیہ السلام پر رُوحیں پیش کی گئی تھیں ایسے ہی عالم کی پیدائش سے پہلے مجھ پر میری اُمت (اُمت دعوت یعنی سارے انسان) اپنی صورتوں میں پیش کئے گئے۔ میں نے سب کو جان پہچان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو انہوں نے استہزاء کیا اور مذاقاً بولے کہ محمد (ﷺ) تو اُن لوگوں کو پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور ہم تو عرصہ سے آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمیں آج تک آپ نہ پہچان سکے۔ یہ خبر نبی کریم ﷺ کے گوش گذار ہوئی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر رب تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا' لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم کے تعلق زبان طعن دراز کرتے ہیں!

آج سے قیامت تک کی جو بات چاہو پوچھ لو۔ تم جو بھی پوچھو گے ہم بتائیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن خذافہ کھڑے ہوگئے اور بولے یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمھارے باپ خذافہ ہیں اور پوچھو۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم اللہ کی ربوبیت، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمیں معافی دیجئے۔ تب حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ایسے طعنوں سے باز رہو گے، کیا تم باز رہو گے؟ اور منبر سے نیچے اُتر آئے۔ تب یہ آیت کریمہ اُتری۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا مجھ سے جو چاہو سوال کرو یہ اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر سوال کے جواب کا علم عطا فرمایا ہو، خواہ احکام شرعیہ سے متعلق سوال کیا جائے یا ماضی اور مستقبل کی خبروں کے متعلق سوال کیا جائے یا اسرار تکوینیہ کے متعلق سوال کیا جائے اور صحابہ کرام نے اس کو عموم پر ہی محمول کیا تھا اسی لئے وہ اصحاب نے آپ سے اپنے نسب کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید عالم ﷺ کو قیامت تک کی تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا گیا اور حضور ﷺ کے علم میں طعن کرنا، وسعتِ علم پر نقص نکالنا یہ شیوۂ منافقین ہے۔ اور ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ علم بقدر مرتبہ تمام انبیاء کو ملا مگر جو رسولوں میں مجتبیٰ ہے جو انبیاء میں برگزیدہ رسول ہے اسے اللہ تعالیٰ علمِ غیب عطا فرماتا ہے۔ پھر سید انبیاء حبیب خدا تو تمام رسولوں میں سب سے اعلیٰ و اولیٰ و افضل و اعلم ہیں انہیں جتنا بھی علم عطا ہو وہ کم ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں

خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا‘ پھر منبر سے اُترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ منبر سے اُترے اور عصر کی نماز پڑھائی‘ پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا‘ پھر آپ نے ہمیں تمام **ماکان ومایکون** (یعنی جو ہو چکا ہے اور جو قیامت تک ہو گا) کی خبریں دی‘ سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا‘ اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔ (صحیح مسلم)

ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو پیدائش سے پہلے ہی اوّلین وآخرین‘ گذشتہ اور آئندہ تمام اُمور (ہر شئے) کا علم عطا فرمایا ہے۔

ایسے روشن دلائل کے ہوتے ہوئے جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے علم **ماکان ومایکون** کا انکار کرتے ہیں‘ وہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ میں عیب اور نقص ثابت کرتے ہیں کیونکہ اللہ سکھانے والا ہے اور حضور ﷺ سیکھنے والے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے کہ مَیں نے سب کچھ سکھا دیا۔ اور یہ رَٹ لگائیں کہ کچھ نہیں سکھایا! اس طرح تو معاذ اللہ‘ خداوند تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جاتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم)

(۲) ابن جریر نے انہی امام سدّی سے روایت کی‘ کہ ایک بار کفار عرب نے کہا تھا کہ اگر محمد ﷺ سچے ہیں تو ہمیں خبر دیں کہ ہم میں سے ایمان کون لائے گا اور کافر کون رہے گا تب یہ آیت کریمہ اُتری۔

(۳) امام کلبی کہتے ہیں کہ قریش نے کہا تھا اے محمد (ﷺ) آپ کہتے ہیں کہ آپ کا

مخالف دوزخ میں جائے گا، اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہے اور آپ کی پیروی کرنے والا جنّت میں جائے گا اللہ اس سے راضی ہے۔ بتایئے، جنّتی کون کون ہیں، کتنے ہیں اور دوزخی کون کون ہیں، ان کی تعداد کیا ہے؟ تب یہ آیت کریمہ اُتری۔

(۴) حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ خود مسلمانوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ہمیں مومن اور کافر کو پہچاننے کے لئے علامات بتادی جائیں۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ منافقین دعویٰ کرتے تھے کہ ہم صحابہ کرام کی طرح مخلص مومن ہیں مگر غزوۂ احد میں اُن کا نفاق کھل گیا۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(رُوح المعانی و خازن و خزائن العرفان)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقوں کا علم تھا نیز یہ بھی پتہ چلا کہ علم کا ظاہر نہ کرنا علم کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ اور صحابہ کرام تو اپنے نبی پاک کے علم کی وسعت کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے البتہ منافق لوگ تسلیم نہ کرتے اور چیں بچیں ہو کر اعتراض کرتے۔

قانون قدرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو منتخب کرتا ہے انھیں غیوب کی خبریں دیتا ہے جس سے وہ لوگوں کے دلی حالات ہر ایک کے کفر یا ایمان بلکہ مومنین کے ایمانی درجات اور کفار کے کفر کے مراتب سے خبردار ہوتے ہیں پھر وہ رسول جسے چاہیں اُس کے ایمان و کفر پر مطلع کر دیں چنانچہ دیکھ لو کہ آقائے دوجہاں نے بشارتیں دے دیں کہ حسن و حسین جوانان جنّت کے سردار ہیں۔ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم جنّت میں میرے ساتھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ رسولوں کا انتخاب اس لئے ہے تاکہ تم بھی اُن سے مستغنی و بے نیاز نہ ہو سکو۔ اپنا حال بھی اُن سے پوچھو، اور دل کا حال بھی اُن سے پوچھو، بیماری تو ہوتی ہے مریض کے جسم میں، مگر بتاتا ہے طبیب۔

لہذا تم اللہ رسول پر ایمان لاؤ اور انہیں پر ایمان رکھو کہ جسے وہ مخلص یا جنّتی فرمائیں اُسے مخلص وجنّتی مانو اور جسے وہ منافق یا جہنمی بتائیں' اُسے ویسا ہی مانو ۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم ایمان وتقویٰ اختیار کئے رہو تو تمھیں بہت بڑا ثواب ملے گا جو تمھارے وہم وگمان سے وراء ہوگا اس نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو ۔

بعض اہل کشف اولیا اللہ بھی غیوب پر مطلع کئے جاتے ہیں مگر نبی کے واسطے سے نہ کہ استقلالاً ۔ حضرات انبیاء علیہم السلام علمِ غیب کے مورث ہیں اور اولیا اللہ اُن کے وارث ۔ (رُوح المعانی)

عام لوگوں کا ذریعہ علم تو دلائل اور ظاہری علامات ہیں اور غیب پر صرف رسولوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں ہی غیب پر مطلع ہونے کی استعداد پائی جاتی ہے اور اولیائے کرام کو یہ نعمت حضور فخر موجودات ﷺ کی غلامی سے میسر ہوتی ہے اور حضور ﷺ کے وسیلہ (Intermediation) کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوسکتی ۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کرم وعطا وبخشش (کریم ۔ معطی ۔ وہاب) کے انکار کا نام توحید رکھنا کہاں کا انصاف ہے ! ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصطفٰے ﷺ کے قلبِ منور کو علوم غیبیہ سے بھر پور فرمایا' لیکن حضور ﷺ کا علم نہ تو اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح ذاتی ہے اور نہ ہی غیر متناہی ہے بلکہ وہ محض عطائے الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط وتفصیلی کے ساتھ اس کی نسبت ذرّہ اور صحرا' قطرہ اور دریا کی بھی نہیں ۔ لیکن علومِ خلائق (ساری مخلوق کے علم) کے مقابلہ میں وہ بحر ذخّار ہے جس کی گہرائی کو کوئی غواص آج تک نہ پاسکا اور جس کے کنارہ تک کوئی شناور آج تک نہ پہنچ سکا ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) زمانہ رسالت ہی میں مخلصین ومنافقین کی چھانٹ ہوگئی تھی کہ کوئی منافق'

صحابہ کرام میں چُھپا ہوا نہ تھا۔ آج اب جو شخص کہے (کہ سوائے چار پانچ کے باقی سارے صحابہ چُھپے منافق تھے، جن کا نفاق حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ، کے مقابلہ میں خلافت کے دعویدار یا دعویداروں کے طرفدار بن گئے) وہ خود منافق ہے۔

(☆) اللہ تعالٰی نے حضور انور ﷺ کو قیامت تک کے ہر شخص کے ہر حال کی خبر دے دی۔ حضور ﷺ ہر ایک کا ایمان وکفر اور گنہگاری وپرہیزگاری اچھی طرح جانتے ہیں۔ تمام عالم کے ایمان کی نبض پر حضور ﷺ کا ہاتھ ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں آیت **﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾** کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور ﷺ ہر ایک کے ایمان واعمال کے مدارج کو جانتے ہیں تب ہی تو آپ قیامت میں سب کی گواہی دیں گے

(☆) حضور انور ﷺ کے علمِ غیب کا انکار کرنا یا اس کا مذاق اُڑانا منافقوں کا کام ہے تمام صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور انور ﷺ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ چنانچہ ام المؤمنین نے ایک سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں؟ فوراً فرمایا، ہاں وہ عمر ہیں۔ یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جسے ہر شخص کی کھلی چھپی نیکی کی بھی خبر ہو، اور آسمان کے تاروں کی گنتی کی بھی خبر ہو۔

تمام انبیاء کا علم اور اُن کی تصدیق :

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ (ال عمران/۸۱)

اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالٰی نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمھیں اس کی جو عطا

کروں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسُول جو تصدیق کرنے والا ہو اُن (کتابوں) کی جو تمھارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اُس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی۔

حضرت امام مہدی کے ظہور کی غیبی خبر :

Appearance of Imam Mehdi

مسلمان ہونے کے لئے قیامت پر ایمان لانا بھی بہت ضروری ہے جو قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ مرنے سے پہلے جیسے بیماری کی شدت، موت کے سکرات اور نزع کی حالتیں ظاہر ہوتی ہیں ایسے ہی قیامت سے پہلے چند نشانیاں ظاہر ہوں گی انہیں کو علاماتِ قیامت یا آثارِ قیامت کہتے ہیں۔

مخبرِ صادق حضور نبی کریم ﷺ نے قیامت کے قریب ہونے والے واقعات کو آج سے چودہ سو سال پہلے ہی بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ان غیبی خبروں میں حضرت امام مہدی کا ظہور بھی ہے۔

حضرت امام مہدی، حضور نبی مکرم رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں حَسنی سید ہوں گے (آپ کا نام محمدؐ، والد کا نام عبداللہ اور آپ کی والدہ کا نام آمنہ ہوگا) آپ امام و مجتہد ہوں گے قیامت کے قریب جب تمام دُنیا میں کفر پھیل جائے گا اور اسلام صرف حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) ہی میں رہ جائے گا۔ اولیاء اور ابدال سب وہیں ہجرت کر کے جائیں گے۔ رمضان مبارک کا مہینہ ہوگا، ابدال کعبہ شریف کا طواف کر رہے ہوں گے، حضرت امام مہدی بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اولیاء انھیں دیکھ کر پہچانیں گے اُن سے بیعت لینے کو عرض کریں گے وہ انکار کریں گے غیب سے آواز آئے گی **هذا خليفة الله المهدى فاسمعوا له واطيعوه** یہ اللہ کے

خلیفہ مہدی ہیں اُس کی بات سُنو اور اُس کا حکم مانو۔ تمام لوگ اُن کے ہاتھ پر بیعت کریں گے پھر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سب کو اپنے ساتھ لے کر ملک شام آجائیں گے۔ آپ کا زمانہ بڑی خیر و برکت کا ہوگا اور آپ کے عدل و انصاف سے زمین بھر جائے گی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دَجّال کا نکلنا Emergence of Dajjal :

دجّال یہودی قوم کا ایک کافر ہے اور وہ کانا ہوگا۔ اس کی پیشانی پر ک ف ر یعنی کافر لکھا ہوگا جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نہ دکھائی دے گا۔ سب سے پہلے شام و عراق کے درمیان ظاہر ہوگا اور نبوت کا دعویٰ کرے گا ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے پھر یہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اپنی عبادت کے لئے لوگوں کو کہے گا اس کے ساتھ ایک باغ اور ایک آگ ہوگی۔ جو اس پر ایمان لائے گا وہ اس کو اُس باغ میں ڈالے گا جو حقیقت میں آگ ہوگی اور جو اس کا انکار کرے گا اس کو یہ اُس آگ میں ڈالے گا جو حقیقت میں جنّت کا باغ ہوگا۔ جادو کے کرشمے اور بہت شعبدے دکھائے گا' واقع میں کچھ نہ ہوگا اسی لئے اس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ پانی برسائے گا تھوڑی دیر میں زمین سے سبزے اُگائے گا مُردوں کو زندہ کرے گا۔ یہ چالیس دن میں تمام زمین کا سفر کرے گا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا کیونکہ ان دونوں شہروں کے تمام دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ لگا ہوگا فرشتے اُس کا منہ پھیر دیں گے۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دجّال کا رُعب مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا :

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مدینہ منورہ میں دجّال کا رُعب اور خوف داخل نہیں ہوگا۔ اُس وقت اُس کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مدینہ منورہ (میں داخلہ) کے راستوں پر فرشتے (مقرر) ہیں اس میں طاعون داخل نہیں ہوگا اور نہ دجّال۔ (مسلم)

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ یہ بات جانتے ہیں کہ دجّال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا اور اُس وقت مدینہ منورہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر کتنے فرشتے مقرر ہیں آپ اُن کی تعداد بھی جانتے ہیں۔

دجّال ملک شام میں ہلاک ہوگا :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دجّال مشرق کی جانب سے آئے گا اس کا قصد مدینہ منورہ کی طرف ہوگا یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے پچھلے حصہ میں اُترے گا پھر فرشتے ملک شام کی طرف اُس کے رُخ کو پھیر دیں گے اور وہیں وہ ہلاک ہوگا۔ (مسلم)

اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مستقبل کے تمام خطرات اور جمیع فتن کو جانتے ہیں حتیٰ کہ دجّال کہاں سے آئے گا اور کس مقام میں نہیں جا سکے گا اور کس مقام میں ہلاک ہوگا ان تمام تفصیلات کو جانتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اُترنے کی غیبی خبر :

Descend of Prophet Isa

جب دجّال ساری دُنیا پھر پھر کر ملک شام کو جائے گا جہاں حضرت امام مہدی خلیفہ ہوں گے آپ مسلمانوں کا ایک لشکر جمع کر کے اس سے جنگ کے لئے تیار ہوں گے اُس وقت حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر دو فرشتوں کے بازؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اُتریں گے اور فجر کی نماز حضرت امام مہدی کے پیچھے ادا کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے دین محمدی کے تابع ہوں گے حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور لوگوں سے عمل کروائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی خوشبو سے دجّال پگھلنا شروع ہوگا جیسے پانی سے نمک گھلتا ہے دجّال بھاگے گا اور آپ اُس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے اور اس ملعون کو قتل کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو آپ کی سانس کی ہوا لگے گی وہ مر جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب توڑیں گے اور خنزیر (سور) کا قتل کریں گے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ سُوروں کا شکار کرتے رہیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو نہ کافر رہنے کی اجازت ہوگی اور نہ ہی سور کھانے، شراب پینے کی اجازت ہوگی۔ اُس وقت کفار کے لئے دو ہی صورتیں ہوں گی، اسلام یا قتل۔ یہ حضور ﷺ کا ہی حکم ہے جس کا ظہور اس دن ہوگا) سب آپ پر ایمان لائیں گے۔ اس وقت تمام جہاں میں صرف دین اسلام ہوگا۔ بچے سانپ سے کھیلیں گے۔ شیر اور بکری ایک ساتھ چریں (پھریں) گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح کریں گے اولاد بھی

ہو گی، چالیس سال تک رہیں گے اور بعد وفات روضہ انور میں دفن ہوں گے۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یاجُوج ماجُوج کے نکلنے کی غیبی خبر :

Appearance of Gog and Magog

دجّال کے قتل ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر آپ کوہ طور پر چلے جائیں کیونکہ اب یاجوج ماجوج کی ایسی قوم ظاہر ہوگی جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے یاجوج ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند یافث کی اولاد سے ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے یہ زمین میں فساد کرتے تھے موسم بہار میں نکلتے تھے اور سب کھیتوں اور جانوروں کو کھا جایا کرتے تھے جنگلی جانوروں، سانپوں اور بچھوؤں تک کو چٹ کر جاتے۔

حضرت ذوالقرنین نے دو اونچے پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط تانبا لوہا پلائی دیوار بنا کر اُن کا آنا بند کر دیا۔ قربِ قیامت میں یہ دیوار اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹوٹ جائیگی اور یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے اور دُنیا میں قتل وغارت اور فساد کریں گے یہاں تک کہ کچھ تیر آسمان کی طرف بھی پھینکیں گے اور وہ تیر خون آلود ہو کر گرے گا۔ اس دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان کوہ طور پر محصور رہیں گے اور دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک قسم کے کیڑے یاجوج ماجوج کی گردنوں میں پیدا کر دے گا جس سے دم بھر میں وہ سب مر جائیں گے۔ یاجوج ماجوج کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ہمراہ پہاڑ سے اُتریں گے پھر اللہ تعالیٰ کچھ پرندوں کو بھیجے گا جو اُن کی لاشوں کو اُٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا پھینک دیں گے پھر خوب بارش ہو گی اور زمین صاف ہو جائے گی۔ پھل اور اناج بکثرت پیدا ہوں گے

برکت کا یہ حال ہوگا کہ ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک گائے کے دودھ سے پورا قبیلہ آسودہ ہو جائے گا اور ایک بکری کا دودھ پورے ایک خاندان کے لئے کافی ہوگا۔ روئے زمین کے تمام کفار مسلمان ہوں گے یا قتل کردیئے جائیں گے۔ یہودی کے قتل کے لئے پیڑ اور پتھر مسلمان سے کہیں گے کہ اے مسلمان میرے پیچھے یہودی ہے لہذا یہودی کو کہیں پناہ نہیں ملے گی سب قتل کردیئے جائیں گے۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

تین زلزلے Earthquakes : حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں اقامتِ دین وحکومت عدل آئین فرما کر وفات پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جہجاہ نامی ایک بادشاہ ہوگا پھر جہجاہ کے بعد چند دوسرے بادشاہ بھی ہوں گے پھر لوگوں میں کفر وشرک کی رسمیں پھیلے گی اور علم بہت ہی کم رہ جائے گا۔ ہر طرف گمراہی ہوجائے گی، پھر تین جگہ زلزلوں سے لوگ زمین میں دھنس جائیں گے ایک جگہ مشرق میں، ایک جگہ مغرب میں اور ایک جگہ جزیرۃ العرب میں۔ اور یہ تینوں جگہیں وہ ہوں گی جہاں جہاں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ رہیں گے۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

آسمان سے دھواں ہوگا: Smoke from the Sky

آسمان سے ایک دھواں ہوگا جس سے زمین سے آسمان تک اندھیرا ہو جائے گا مشرق سے مغرب تک تمام دُنیا تاریک ہو جائیگی یہ آسمانی دھواں چالیس دن تک لگا تار مسلسل رہے گا، مسلمانوں کو زکام ہوگا اور آواز بیٹھے گی۔ کافروں ومنافقوں پر بے ہوشی اور مستی طاری ہوجائے گی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

سورج کے مغرب سے نکلنے کی غیبی خبر :

Rising the Sun from the West

ماہ ذوالحجہ میں یوم النحر (یعنی قربانی کے دنوں) کے بعد رات نہایت لمبی ہوگی کہ بچے چلا اُٹھیں گے اور مسافر تنگ دِل ہوجائیں گے اور جانور چراگاہوں کے لئے شور مچائیں گے مگر صبح نہیں ہوگی، جب سب لوگ بے قرار ہوکر توبہ توبہ پُکارنے لگیں گے تو سورج بہت معمولی روشنی کے ساتھ مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا اور اتنا بلند ہوکر غروب ہوجائے گا جتنا چاشت کے وقت (دس بجے دن) ہوتا ہے پھر حسب دستور مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا رہے گا اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی اس وقت اسلام لانا معتبر نہیں ہوگا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿**یَـوۡمَ یَاۡتِیۡ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَایَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُهَا لَمۡ تَكُنۡ اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ كَسَبَـتۡ فِیۡ اِیۡـمَـانِهَـا خَیۡرًا**﴾ (الانعام) جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی (مغرب سے سورج نکلنا) کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دَابَّةُ الۡاَرض کے نکلنے کی غیبی خبر : Appearance of the Beast

مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد دابۃ الارض نکلے گا یہ عجیب شکل کا جانور ہوگا (چہرہ آدمی کی طرح، سر گائے کی طرح، کان ہاتھی کی طرح اور سینہ شیر جیسا ہوگا)۔ مکہ مکرمہ میں صفا کا پہاڑ پھٹ جائے گا اور یہ جانور ظاہر ہوگا جو تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا بہت اچھی صحیح اور صاف عربی بولے گا اُس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔

مسلمانوں کی پیشانی پر عصائے موسوی سے ایک لکیر بنا دے گا جس سے تمام چہرہ نورانی ہو جائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان مومن باللہ لکھ جائے گا اور کافروں کی دونوں آنکھوں کے درمیان سلیمانی انگوٹھی سے ایک کالی مہر لگا دے گا جس سے پورا چہرہ کالا اور بے رونق ہو جائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان کافر باللہ تحریر ہو جائے گا اس کے بعد لوگ ایک دوسرے کو مومن اور کافر کہہ کر پُکارا کریں گے۔

دابۃ الارض اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہوگا اور اس کا نکلنا قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے قیامت کی تین نشانیاں یعنی سورج کا مغرب سے نکلنا، دجال کا ظاہر ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ یہ نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد کسی کا ایمان لانا اور نیکی کرنا اس کو نفع نہیں دے گا توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

قیامت سے چالیس سال پہلے ٹھنڈی ہوا چلے گی : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور دابۃ الارض کے بعد جب قیامت آنے کو صرف چالیس سال رہ جائیں گے تب ایک ٹھنڈی خوشبودار ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گذرے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی رُوح نکل جائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے انہیں کافروں پر قیامت آئے گی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

محشر میں لے جانے والی آگ کی خبر :

قیامت کی تمام نشانیوں کے بعد مشرق سے ایک آگ اُٹھے گی جو سب کو گھیر کر ملک شام میں میدان محشر کی طرف لے جائے گی اور اب حشر ونشر کا سلسلہ قائم ہوگا۔

یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

میدان حشر میں نور اور ظلمت کے اسباب

(۱) ابو داؤد و ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ 'خوش خبری سنا دو اُن لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں' قیامت کے روز مکمل نور کی۔

(۲) مسند احمد اور طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'جو شخص پانچوں نمازوں کی محافظت کرے گا (یعنی اُن کے اوقات اور آداب کو پابندی کے ساتھ بجالائے گا) اُس کے لئے یہ نماز قیامت کے روز نور اور برہان اور نجات بن جائے گی اور جو اس پر محافظت نہ کرے گا نہ اُس کے لئے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات اور وہ قارون اور ہامان اور فرعون کے ساتھ ہوگا

(۳) طبرانی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو سورۂ کہف پڑھے گا' قیامت کے روز اُس کے لئے اتنا نور ہوگا جو اس کی جگہ سے مکہ مکرمہ تک پھیلے گا اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھے گا' قیامت کے روز اُس کے قدموں سے آسمان کی بلندی تک نور چمکے گا۔

(۴) امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت بھی تلاوت کرے گا وہ آیت اُس کے لئے قیامت کے روز نور ہوگی۔

(۵) ویلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مجھ پر درود بھیجنا پُل صراط پر نور کا سبب بنے گا۔

(٦) طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حج وعمرہ کے احرام سے فارغ ہونے کے لئے جو سر منڈایا جاتا ہے تو اس میں جو بال زمین پر گرتا ہے وہ قیامت کے دن نور ہوگا۔

(٧) مسند بزار میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ منیٰ میں جمرات کی رمی کرنا، قیامت کے روز نور ہوگا۔

(٨) طبرانی نے بسند جید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ جس شخص کے بال حالت اسلام میں سفید ہوجائیں وہ اس کے لئے قیامت میں نور ہوگا۔

(٩) بزار نے بسند جید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد میں ایک تیر بھی پھینکے گا اُس کے لئے قیامت میں نور ہوگا۔

(١٠) بیہقی نے شعب الایمان میں بسند منقطع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ بازار میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو اس کے ہر بال کے مقابلے میں قیامت کے روز ایک نور ملے گا

(١١) طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا نقل کیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت وتکلیف کو دُور کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے پل صراط پر نور کے دو شعبے بنادے گا جس سے ایک جہان روشن ہوجائے گا جس کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

(١٢) بخاری ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سے اور طبرانی نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ان سب نے بیان کیا

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ایاکم والظلم فانه هو الظمت یوم القیٰمة** ۔ یعنی تم ظلم سے بہت بچو کیونکہ ظلم ہی قیامت کے روز ظلمات اور اندھیری ہوگی۔ **نعوذ باللّٰه من الظلمات و نسأ له النور التام یوم لقیامه**

یہ سب غیب کی خبریں ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ہر چیز کا علم : حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا جنہیں آپ نے ناپسند کیا اور جب لوگوں نے اس قسم کے سوالات کثرت سے کیئے تو آپ جلال میں آ گئے اور لوگوں سے ارشاد فرمایا تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ پھر ایک شخص نے پوچھا' میرا باپ کون ہے؟ فرمایا' تیرا باپ حذیفہ ہے پھر ایک دوسرا شخص اُٹھا اور عرض کیا: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا' تیرا باپ سالم ہے جو شیبہ کا مولیٰ ہے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے روئے زیبا پر جلال کے آثار دیکھے تو عرض کی حضور ہم لوگ بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتے ہیں (اب ہم اس طرح کے بلاضرورت سوال نہ کریں گے)۔ (بخاری)

تمام عالم حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اس طرح ہے جیسے اپنی کفِ دست۔ خیال رہے کہ عالم کہتے ہیں ماسواء اللہ کو۔ تو عالمِ اجسام' عالمِ ارواح' عالمِ امر' عالمِ امکان' عالمِ ملائکہ' عرش وفرش غرض کہ ہر چیز پر حضور ﷺ کی نظر ہے۔ اور عالم میں لوحِ محفوظ بھی ہے جس میں سارے حالات ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اگلے پچھلے سارے واقعات پر بھی اطلاع رکھتے ہیں' تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کیئے جائیں' وہ بھی نگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے پوشیدہ نہیں کہ عبداللہ کے والد حذافہ کو بتا دیا۔ کون کب مرے گا' کہاں مرے گا' کس حال میں مرے گا' کافر یا مومن' عورت کے پیٹ میں کیا ہے' یہ بھی حضو ﷺ پر مخفی نہیں۔ غرض کہ ذرّہ ذرّہ اور قطرہ قطرہ علم میں ہے۔

قیامت کب ہوگی‘ بارش کب ہوگی‘ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی‘
نیک بخت یا بد بخت)‘ کون کل کیا کمائے گا (کیا کھائے گا)‘ اور کون کس زمین
میں مرے گا‘ یہ علوم خمسہ سے ہے۔ صرف ان پانچ باتوں کا علم ہی غیب نہیں ہے
بلکہ غیب کی باتیں بہت کثرت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں
وہ تمام چھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چھپا ہوا ہے لہذا توحیدِ الٰہی غیب ہے‘
غیب پر ایمان لانا ہی دینِ اسلام ہے ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ ۔ عرش الٰہی غیب ہے‘
لوحِ محفوظ غیب ہے‘ قلم غیب ہے‘ کرسی غیب ہے‘ تخت غیب ہے‘ سدرۃ المنتہیٰ
غیب ہے‘ ساتوں آسمان غیب ہے‘ برزخ غیب ہے‘ عذابِ قبر غیب ہے‘ قبر کی
راحت غیب ہے‘ قبر کی زندگی غیب ہے‘ کس عمل سے قبر میں عذاب ہو رہا ہے یہ
غیب ہے‘ بہشت غیب ہے‘ جنّت کے باغات غیب ہے‘ جنّت کی نہریں غیب ہے‘
جنّت کے انعامات غیب ہے‘ جنتیوں کے درجات غیب ہے‘ جنّت میں کون داخل ہوگا
یہ غیب ہے‘ جنّت میں کس جنّتی کو کتنی حوریں یا غلمان ملیں گے یہ غیب ہے‘ دوزخ
غیب ہے‘ دوزخ کا عذاب غیب ہے‘ دوزخ میں کون داخل ہوگا یہ غیب ہے‘ کس
عمل سے دوزخ میں ڈالا جائے گا یہ غیب ہے‘ دوزخیوں کی سزائیں غیب ہے‘
حساب غیب ہے‘ نامہ اعمال غیب ہے‘ میزانِ عدل غیب ہے‘ قیامت کے میدان
میں جمع کیا جانا غیب ہے‘ فرشتے غیب ہیں‘ حضرت امام مہدی کا ظہور غیب ہے‘
دجّال کا نکلنا غیب ہے‘ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول غیب ہے‘ دجّال کا قتل کیا جانا
غیب ہے‘ یاجوج ماجوج کا نکلنا غیب ہے‘ تین زلزلوں سے لوگوں کا زمین میں
دَھنسنا یہ غیب ہے‘ آسمانی دھواں چالیس دن تک لگاتار مسلسل رہے گا یہ غیب ہے‘
سورج کا مغرب سے نکلنا غیب ہے‘ قیامت سے چالیس سال قبل ٹھنڈی ہوا کا جاری ہونا
غیب ہے‘ محشر میں لے جانے والی آگ غیب ہے ‘ دابۃ الارض کا نکلنا غیب ہے‘

میدانِ حشر میں ہر شخص اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار رہے گا یہ غیب ہے، میدانِ حشر میں کسی کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہوگا یہ غیب ہے، میدانِ حشر کسی کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا یہ غیب ہے، جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دَم مارنے کی مجال نہ ہوگی یہ غیب ہے، میدانِ حشر سب **نَفسِیٔ نَفسِیٔ** کہیں گے یہ غیب ہے، قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا یہ غیب ہے، میدانِ حشر میں سب کو سفارشی کی تلاش رہے گی یہ غیب ہے، سب لوگ سفارش کے لئے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے یہ غیب ہے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے **اذھبوا الی غیرہ** کسی دوسرے مددگار کے پاس جاؤ...... یہ غیب ہے، حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب فرمائیں گے **اذھبوا الی غیرہ** یہ غیب ہے، حضور شفیع المذنبین ﷺ فرمائیں گے **انا لھا**۔ **انا لھا** ہاں میں تمہاری دستگیری کے لئے تیار ہوں ...... یہ غیب ہے، حضور ﷺ عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے یہ غیب ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں گے یہ غیب ہے، ادھر سے آواز آئے گی **یا محمد ارفع رأسك قل تسمع اسئل تعط اشفع تشفع** اے سراپا خوبی و زیبائی اپنے سر مبارک کو اُٹھاؤ، کہو تمہاری بات سُنی جائے گی، تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے، تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے ...... یہ غیب ہے، حضور شفیع المذنبین ﷺ شفاعت کا دَروازہ کھولنے اور شفاعت فرمانے کے بعد تمام انبیائے کرام اپنی اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے یہ غیب ہے، اولیائے کرام، شہداء، علماء، حفاظ، حجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا، نابالغ بچے جو مر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آ کر عرض کریں گے ہم نے آپ کو وضو

کے لئے فلاں وقت پانی دیا تھا' کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجاء کے لئے پانی دیا تھا علماء اُن کی بھی شفاعت کریں گے یہ غیب ہے' رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضور ﷺ کا مقام محمود پر مبعوث اور قائم فرمایا جانا غیب ہے' میدان محشر میں سب سے پہلے ذنوب کبائر کی شفاعت کا دَروازہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے کھولا جائے گا اُس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پھر اولیاء اللہ' پھر علماء حفاظ قراء علی الترتیب شفاعت فرمائیں گے یہ غیب ہے' حضور ﷺ حشر میں تین مقام پر ملیں گے ...... میزان پر جہاں اُمت کے عمل تولے جا رہے ہوں گے ...... حوض کوثر پر پیاسی اُمت کو آب کوثر کے جام پلاتے ہوئے ...... پُل صراط پر اپنی اُمت کو بچاتے ہوئے ...... یہ غیب ہے'

قیامت کے چھوٹی چھوٹی نشانیاں (علاماتِ صغریٰ) یہ غیب ہے ۔

☆ علمِ دین اُٹھالیا جائے گا یعنی علماء نہ رہیں گے' جہالت زیادہ ہوگی ۔

☆ شراب' زناکاری اور بے حیائی بہت بڑھ جائے گی ۔

☆ عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ ہو جائے گی یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی ۔

☆ مال کی زیادتی ہوگی' عرب میں کھیتی اور باغ اور نہریں ہو جائیں گی ۔ نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی اور وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے ۔

☆ مرد اپنی عورت کی اطاعت اور ماں باپ کا نافرمانی کرے گا ۔

☆ دِین پر قائم رہنا اتنا دشوار ہوگا جیسے مٹھی میں انگارا لینا' یہاں تک کہ آدمی قبرستان میں جا کر تمنا کرے گا کہ کاش میں اس قبر میں ہوتا ۔

☆ وقت میں برکت نہ ہوگی یعنی وقت بہت جلد جلد تیزی سے گزرے گا ۔

☆ لوگ امانت کو غنیمت' مال غنیمت کو اپنی ذاتی ملکیت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھنے لگیں گے اور زکوٰۃ نکالنا اور ادا کرنا گراں و دشوار ہوگا یعنی زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھیں گے ۔

☆ اپنے دوست واحباب سے میل جول رکھے گا اور ماں باپ سے دُور دُور رہے گا۔

☆ نماز کے ارکان‘ فرائض وشرائط وغیرہ کا لحاظ کئے بغیر لوگ نمازیں پڑھیں گے یہاں تک کہ پچاس نمازوں میں سے ایک بھی قبول نہ ہوگی۔

☆ حیاءوَشرم جاتی رہے گی۔ بڑوں اور چھوٹوں کا آپس میں لحاظ و پاس نہ ہوگا۔

☆ جھوٹ بولنا ہنر میں شمار ہوگا۔

☆ عورتیں مردانہ وضع اختیار کریں گے اور مَردوں کو زنانی وضع پسند ہوگی۔

☆ پچھلوں (گذرے ہوئے لوگوں) پر لعنت کریں گے انھیں بُرا کہیں گے۔

☆ علم دِین پڑھیں گے مگر دِین کے لئے نہیں بلکہ دُنیا کی عزت و وجاہت کی خاطر۔

☆ مسجد میں لوگ چلائیں گے شور مچائیں گے اور وہاں دُنیا کی باتیں بتائیں گے۔

☆ ملاقات کے وقت‘ سلام وجواب کے بجائے لوگ گالی گلوج سے ایک دوسرے کا استقبال کریں گے اور پیش آئیں گے۔

☆ گانے بجانے کی کثرت ہوجائے گی ہر گھر و محفل میں ناچ گانا ہوگا۔

☆ ذلیل لوگ جنھیں تن کا کپڑا‘ پاؤں کی جوتیاں‘ بدن پر صاف کپڑے نصیب نہ تھے بڑی بڑی عمارتوں‘ محلوں‘ کوٹھیوں بنگلوں پر فخر کریں گے یعنی دُنیا میں ایسا انقلاب آئے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور عزیز لوگ ذلیل ہوجائیں گے

☆ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی یعنی لونڈی وخادمہ کے بطن سے مالک کی اولاد ہوگی یا یہ بھی مُراد ہوسکتا ہے کہ اولاد نافرمان ہوگی بیٹا‘ ماں سے ایسا سلوک کرے گا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو جنے گی۔

☆ سرخ آندھیاں آئیں گی‘ زلزلے بہت آئیں گے۔

☆ بیت المقدس شہر آباد ہوگا اور مدینہ منورہ ویران ہوگا۔ دوسری قومیں بار بار مسلمانوں پر حملہ کریں گی۔

☆ دَرندے جانور آدمیوں سے بات کریں گے۔

☆ باریک لباس کی وجہ سے عورتیں مثل برہنہ ہوں گی۔

☆ قوم کے اُمیر فاسق ہوجائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام باتوں کا علم بھی حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ مخبر صادق حضور نبی کریم ﷺ کو علمِ غیب ہونا خود بخود آفتاب کی طرح روشن ہورہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی قیامت تک دُنیا میں وقوع پذیر ہونے والے کاموں، وقوعِ قیامت، میدانِ حشر، دخولِ جنت و دوزخ تک ہونے والے تمام حالات کا نقشہ تفصیلاً اُمت کے سامنے پیش فرمادیا۔ یہ علمِ غیب نہیں تو اور کیا ہے !

قبروں کے حالات کا علم : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گذر دو قبروں سے ہوا، دو آدمیوں کی آواز سُنی۔ آپ نے فرمایا: ان دونوں پر عذاب ہورہا ہے مگر کسی بڑی بات پر نہیں۔ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا غیبت (چغلی) کرتا تھا۔ آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ پھر فرمایا اُمید ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوجائیں، ان دونوں پر عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ قبر میں ہونے والے عذاب کو بھی جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور اصحاب قبور کی آواز بھی سُنتے ہیں اور اُن کے عذاب کی وجہ اور سبب بھی جانتے ہیں اور تخفیفِ عذاب کا حل بھی جانتے ہیں۔

یہ حدیث شریف ذات رسالت مآب ﷺ کے عظیم ترین قوت سماعت و طاقت بصارت اور علمِ غیب پر روشن دلیل ہے۔

صحابہ کرام بھی ساتھ تھے مگر کسی کی نظر عالمِ برزخ پر نہ پڑی' اس لئے کہ اُن کے حواس کچھ اور تھے' نبی کے پاس والی قوت کچھ اور تھی کہ جب اُس نے اِس قوت کو استعمال کیا تو عالمِ برزخ کے تمام حالات اس پر کھل گئے۔

عذاب کا ہونا ایک غیب۔ اور کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اس کا بتانا دوسرا غیب۔ اور جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں گی عذاب موقوف رہے گا یہ تیسرا غیب۔

پاس کھڑے ہونے والے کسی صحابی نے نبی کو اپنے پر قیاس کرتے ہوئے اور نبی کو اپنی طرح سمجھتے ہوئے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ! آپ کی آنکھیں' حلقہ چشم میں ویسے ہی تو نظر آتی ہیں جیسے ہماری آنکھیں ہیں۔ اے نبی ! آپ کا قد وقامت دیکھنے میں ویسے ہی تو دِکھتا ہے جیسے ہمارا قد وقامت۔ تو یہ کیا بات ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہم نہیں مانتے۔ ایسا کسی صحابی نے نہیں کہا۔

صحابہ کرام نے تو نبی کو ایسا مان گئے تھے کہ آج ویسا کوئی مانے تو ایمان کی لذت پا جائے۔ اے نبی ! ہم آپ کو مان چکے ہیں۔ قبر میں کیا ہو رہا ہے نبی بتائیں تو ہم کیوں نہ مانیں۔ جب وہ خدا کے بارے میں **اشھد ان لاالہ الا اللہ** ارشاد فرمائے جب وہ غیب الغیب کا پتہ دے تو ہم مان لیں اور قبر کا پتہ دے تو ہم نہ مانیں ! جنّت کا پتہ دے تو مان لیں۔ جہنم کا پتہ دے تو مان لیں۔ آخرت کا پتہ دے تو مان لیں اور قبر کا پتہ دے تو نہ مانیں' ایسی بات نہیں ہے۔ نبی کہتے چلے جارہے ہیں اور ماننے والے مانتے چلے جارہے ہیں اور پھر نبی نے دِکھایا: اے میرے ماننے والو ! اُن پر جو کچھ ہو رہا ہے عالمِ برزخ میں ہو رہا ہے اور میں عالمِ شہادت میں ہوں اور دیکھو میں

ٹہنیاں گاڑ کے یہیں سے اُن کو مدد پہونچا رہا ہوں تو دیکھ لیا تم لوگوں نے یہاں رہ کر وہاں اپنے ماننے والوں سے غافل نہیں ہوں۔ اور جب اتنی بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ میں عالمِ شہادت میں رہ کر عالم غیب کی مدد کر رہا ہوں تو یہ بھی بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی کہ جب وہاں ہوں گا تو یہاں کی مدد کروں گا۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ کے لئے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی‘ یہاں تک کہ زمین کے اندر جو عذاب ہوتا ہے اُسے آپ ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں۔

(☆) حضور سید المرسلین ﷺ مخلوقات کے ہر کھلے اور چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت کون کیا کر رہا ہے اور پہلے کیا کرتا تھا چنانچہ آپ نے فرما دیا کہ ایک چغلی (غیبت) کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔

(☆) حضور انور ﷺ ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں کہ قبر پر شاخیں رکھ دیں تا کہ عذاب کم ہو جائے۔

(☆) قبروں پر سبزہ اور پھول وغیرہ ڈالنا سُنّت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردہ کو راحت ہوتی ہے۔

(☆) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت کے لئے حافظ بٹھانا بہتر ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا (کیونکہ مومن کی تسبیح وتہلیل سبزہ کی تسبیح وتہلیل سے اعلیٰ ہے)۔

(☆) اگرچہ ہر خشک وتر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردہ کو راحت نصیب ہوتی ہے ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن پاک کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے اور مومن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری (تازگی) ہے۔

کل خیبر کس کے ہاتھوں فتح ہوگا ؟ حضور ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: کل یہ جھنڈا میں ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ (علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آشوبِ چشم کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے آپ کے آنے کی اُمید نہ تھی، صحابہ کرام نے عین وقت پر اچانک آپ کو دیکھ لیا) حضور ﷺ نے علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ عزوجل نے اُن کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائی۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ **علم مافی غداً** کل کیا ہوگا اور کس کے ہاتھ پر ہوگا یہ سب حضور نبی کریم ﷺ بعطاء الٰہی جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرما دیا کل خیبر فتح ہوگا، یہ باتیں علوم خمسہ میں سے ہے۔ حضور ﷺ جنگ کے اختتام سے پہلے جنگ کے نتائج کو بھی جانتے ہیں، فتح ملنے والی ہے یا شکست ہونے والی ہے سب جانتے ہیں۔ فتح کس شخص کے ہاتھ پر ملنے والی ہے اس کو بھی جانتے ہیں۔

خشوع وخضوع کا علم : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **فواللہ مایخفی علیّ خشوعکم ولارکوعکم اِنّی لاراکم من ورائی کما اراکم** اللہ عزوجل کی قسم ! تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری)

خشوع ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ مگر نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے قربان کہ مصلی کے خشوع کا ادراک کر رہی ہیں۔ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خشوع، رکوع، سجود اور ضمائر قلوب وکیفیاتِ نفسانیہ حضور ﷺ پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے، جیسا کہ دن کی روشنی میں (خصائص الکبریٰ)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں پڑھا ہے اور سب میں یہی مضمون پایا ہے کہ حضور ﷺ عقل میں سب پر ترجیح رکھتے ہیں اور رائے میں سب سے افضل تھے اور ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور آپ دُور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ بخاری، مسلم اور دیگر کتب میں مذکور اس حدیث کو بھی دیکھیں کہ جس میں ہے کہ نجاشی بادشاہ کا حبشہ میں انتقال ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے اس کی موت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا **استغفروا لاخیکم** اپنے بھائی کے لئے دُعائے مغفرت کرو۔ (نجاشی کا انتقال حبشہ میں ہوا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہوں کے سامنے جنازہ رکھا تھا اس لئے بخاشی بادشاہ پر نماز پڑھی)۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کو مکہ معظّمہ سے دیکھ لیا تھا جبکہ قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا (یہ معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا) اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی، اسوقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپکو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔ (شواہد النبوۃ)

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائے اُمّی! تری دانائی کی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ** بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (ترمذی، مشکوٰۃ)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے (نسائی)

عزرائیل علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کائناتِ عالم کے تمام جاندار ہر وقت ہیں' دُنیا بھر میں جس کی موت کا وقت آجاتا ہے فوراً اسکی رُوح قبض کرتے ہیں منکر نکیر کی آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں ۔۔۔ میکائیل علیہ السلام تمام دُنیا والوں کی روزی کا بحکم الٰہی انتظام کرتے ہیں ۔ مخلوق کے رزق کو ان کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں ۔۔۔ مگر حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اے آنکھ والو! تمہاری آنکھیں کتنا ہی زیادہ کتنا ہی دُور تک دیکھنے والی کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے ۔

دل فرش پر ہے تیری نظر' سر عرش پر ہے تیری گزر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں' وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

وادی نجد ۔۔۔ نگاہ نبوت میں :

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی جارہی ہے **اللهم بارك لنا فى شامنا** اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت دے۔ **اللهم بارك لنا فى يمننا** اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا' **وفى نجدنا** ' یارسول اللہ ﷺ دُعا فرمائیں کہ ہمارے نجد میں برکت دے۔ پھر حضور ﷺ نے وہ ہی دُعا فرمائی۔ شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ لیا۔ اُنھوں نے پھر توجہ دلائی کہ **وفى نجدنا** حضور یہ بھی دُعا

فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو۔ غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دُعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دُعا نہ فرمائی' بلکہ آخر میں فرمایا **ھناك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطٰن** ۔۔ میں اس ازلی محروم خطّہ کو دُعا کس طرح فرماؤں۔ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔ (مشکوٰۃ' بخاری)

اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ قیامت تک آنے والے ہر فرد اور ہر ہر شخص کو اچھی طرح جانتے ہیں' کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ ہے جانتے ہیں اور کس شخص کی نسل سے اور کس جماعت سے ضلالت اور گستاخیوں کی اشاعت ہونے والی ہے اس کو جانتے ہیں اور اُن کے علامات وعادات کو بھی جانتے ہیں اور ذوالخویصرہ کی گمراہ جماعت کس وقت ظاہر ہونے والی ہے اور اس گمراہ جماعت کو پہچاننے کے لئے اس جماعت کے ایک شخص کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ اس کی جسمانی ہیئت وحالت کس طرح ہوگی اُس کو بھی جانتے ہیں۔ اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شانِ رسالت میں گستاخی ایک ایسا بڑا گناہ ہے جس کی وجہ سے گستاخ اگر چہ کہ وہ ظاہراً کتنا ہی بڑا عابد وزاہد کیوں نہ ہو دِین سے خارج ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کی نگاہِ پاک میں دجّال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس کی خبر ہمیں اس طرح دے دی۔ اس فرمان عالی کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا۔ وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لئے اُس نے اہل حرمین ودیگر مسلمانوں پر ظلم کئے' قتل وقتال کیا' اُن کے قتل کو باعث ثواب سمجھا' سلف صالحین کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ نجدیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے وہ مشرک ہے۔ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا۔۔

حضور ﷺ کی مبارک آنکھ نے تا قیامت تمام واقعات دیکھے' اسی آنکھ نے نماز کسوف میں جنّت کو ملاحظہ فرمالیا۔ رب تعالیٰ کو دیکھا **﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾** مجھے دیکھنے میں پلک بھی تو نہ جھپکی ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دِیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔ سب کی آنکھیں اس کے دِیدار پُرانوار سے عاجز و لاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بےمثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ پس جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا تو اُس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خُدا ہی چُھپا تم پہ کروروں درود

خارجی فرقہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں خارجی فرقہ پیدا ہوا اور آپ سے مخالفت شروع کیا' بالآخر جب نوبت جنگ تک پہنچی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیج کر بہت تفہیم کرائے' جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ فرقہ راضی نہ ہوا تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس پہنچکر فرمائے کہ کم از کم اتنا تو کرو کہ تم مجھ سے جنگ نہ کرو' میں بھی تم سے جنگ نہیں کروں گا۔ مگر ظالموں نے اس خوش اخلاقی کی کچھ بھی قدر نہ کی ورنہ ایک حاکمِ وقت کو اتنی نرمی کی کیا ضرورت تھی؟ الغرض ان لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی اور یہ ارادہ کرلئے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جب کسی دوسری جنگ میں مصروف رہیں تو اس وقت کوفہ پر حملہ کر کے کوفہ لوٹ لیں‘ اب تو مجبوراً سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی فوجیں لے چلنا پڑا‘ اس پر بھی آپ نے دوبارہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجکر فہمایش کیئے‘ کچھ تو توبہ کیئے‘ ماباقی جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ آمادہ جنگ ہونے والوں کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فوجیں لئے ہوئے نہروان کی طرف بڑھے۔ راہ میں ایک عبادت خانہ تھا وہاں کے پجاری نے کہا‘ اے مسلمانوں کے اُمیر ٹھیرو لشکر کو آگے مت بڑھاؤ اس وقت مسلمانوں کا ستارہ گرا ہوا ہے جب یہ ستارہ عروج پر آئے اس وقت جنگ کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ تم کو علمِ آسمانی کا دعویٰ ہے اچھا بتلاؤ کہ فلاں ستارہ کے سیر کی کیا کیفیت ہے؟ اُس پجاری نے کہا: میں نے تو آج تک ایسا نام بھی نہیں سُنا۔ اس کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اور چند سوالات فرمائے‘ پجاری کسی کا بھی جواب نہ دے سکا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کو علمِ آسمانی کی پوری خبر نہیں ہے۔

اچھا زمین کی چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں‘ بتلاؤ تمہارے قدم کے نیچے کیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا‘ ایک برتن ہے اس میں اس سکہ کی اتنی اشرفیاں ہیں۔ اُس نے کہا‘ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا‘ اس جنگ میں جو کچھ ہونے والا ہے اُس کی خبر‘ غیب کی خبریں بتانے والے رسول ﷺ دے چکے ہیں۔

جس طرح تمہارے اس واقعہ کی خبر دیئے ہیں‘ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ میرے لشکر کے صرف دس شخص شہید ہوں گے اور خارجیوں کے لشکر کے سب مارے جائیں گے صرف دس بچیں گے۔

اس پجاری کے قدم کے نیچے کھودا گیا تو واقعی ایک برتن میں اسی سکہ کی اتنی ہی اشرفیاں نکلیں جتنے آپ فرمائے تھے وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔

جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کبھی شک نہیں ہوا' میں ہمیشہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتا رہا لیکن خارجیوں کے مقابلہ کے وقت مجھے شک ہونے لگا تھا کہ آپ اس مقابلہ میں حق پر ہیں یا نہیں' کیوں کہ خارجیوں کی صورتیں نہایت مقدس تھیں اور وہ زاہد اور نیک لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ایک روز ایک سوار آیا اور کہا کہ اَمیر المومنین' مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمائے **'کَلّا'** ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دوسرا سوار دوڑے ہوئے آیا اور کہا کہ مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ نہیں بڑھے۔ سوار نے کہا **واللہ** میں اُن کو بڑھتے ہوئے دیکھ آیا ہوں' سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے **واللہ** نہیں بڑھے' اُن کے قتل کی جگہ تو وہی ہے' اُس سے آگے کیسے بڑھ جائیں گے !

جندب کہتے ہیں کہ میں نے دِل میں کہا' اب مجھے موقع ہاتھ آیا ہے کہ آزماؤں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے کہتے ہیں......یا......اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سُنی ہوئی خبر ہے' اور دِل میں یہ عہد کیا کہ اگر مخالفین نہروان سے بڑھ گئے ہیں تو پہلا شخص میں ہوگا جو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں گا اور اگر نہیں بڑھے ہیں تو پہلا شخص میں ہی ہوں گا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں پر حملہ کروں گا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ویسا ہی پایا جیسا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ مخالفین کا ایک سپاہی بھی نہروان سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ میرا شانہ ہلا کر فرمائے' جندب اب تو ہمارا حق پر ہونا تم کو معلوم ہوا۔ میں نے کہا' بیشک اَمیر المومنین آپ حق پر ہیں۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔

صبح ظفر از مشرق انوار برآمد   فتح مندی کی صبح نورانی مشرق سے نکلی حاجتمندوں
اصحاب غرض را شب سودا بسر آمد   کے لئے اندھیری رات آخر ہوئی۔

الغرض سیدنا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو فتح ہوئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی پورا ہوا اور حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی طرف کے صرف دس شخص شہید ہوئے باقی سب سلامت رہے اور مخالفین کے سب مارے گئے‘ صرف دس اشخاص نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذوالثدیہ (وہی شخص ہے جس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ کے پیشن گوئی میں اُوپر آچکا ہے) کو دھونڈو‘ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اس جنگ میں وہ مارا جائے گا بہت کچھ دھونڈا گیا مگر وہ نہ ملا‘ آپ نے فرمایا‘ اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا‘ نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ اس جنگ میں اُس کا مارا جانا ضروری ہے پھر دھونڈو‘ دوبارہ دھونڈا گیا تو وہ چالیس مُردوں کے نیچے دَبا ہوا ملا۔ سب نے دیکھ لیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے جو سُنا تھا وہ سب کچھ سچ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق احادیث :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپسی پر مٹھی بھر بھر کر لوگوں میں کچھ تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا: اے محمد ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شخص کو قتل کردوں۔ آپ نے فرمایا: رہنے دو‘ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں‘ یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہیں اُترتا‘ اور یہ قرآن سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ بنو تمیم سے ذوالخویصرہ نامی ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ! عدل کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے عذاب ہو' اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو میں (اپنے مشن میں) ناکام و نامراد ہو جاؤں گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہنے دو' کیونکہ اس کے ایسے ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں تم اپنے روزوں کو حقیر گردانو گے۔ یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اُترے گا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اُن لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ اُن میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کا ایک شانہ عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا ہلتا ہوا گوشت کا لوتھڑا ہوگا۔ یہ گروہ اس وقت ظاہر ہوگا جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سُنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا علی مرتضٰی نے اُن سے قتال کیا اور میں اُس وقت سیدنا علی کے ساتھ تھا۔ سیدنا علی نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ وہ مل گیا اور اس کو سیدنا علی کے پاس لایا گیا اور میں نے اس شخص کو ان ہی صفات کے ساتھ پایا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا' جس میں کچھ مٹی بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں

کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ میں ان لوگوں کی تالیف قلب کروں۔ پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی، گال اُبھرے ہوئے تھے اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ پیشانی اونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر کون اللہ سے ڈرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر اَمین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے اَمین نہیں مانتے، پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ راوی کا گمان ہے وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہو گی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پالیتا تو قومِ عاد کی طرح اُن کو قتل کر ڈالتا۔ (بخاری، سنن ابوداؤد، مسند احمد)

جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا، آپ نے اس کو سزا کیوں نہیں دی؟

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا آپ نے اُس کو قتل کرنے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ سیدنا محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں کیونکہ وہ شخص منافق تھا اور مسلمانوں کی وضع اختیار کر کے رہتا تھا۔ آپ نے صبر کیا اور تحمل کیا اور دوسرے نومسلموں کی تالیف کے لئے اس کو قتل نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں نبی ﷺ کے صبر اور حلم اور مواضع تہمت سے بچنے کا ثبوت ہے۔

جو شخص نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ (صحیح مسلم)

جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا اسی کی نسل سے خارجی پیدا ہوئے :

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اُس منافق کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی اس حدیث سے شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ غیب کی خبر دیتے تھے کیونکہ آپ نے جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خارجیوں کا ظہور ہوا جو کافروں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے اور یہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر بہت قوی دلیل ہے۔ اُن کا امام وہ شخص تھا جس نے نبی کریم ﷺ کی طرف ظلم اور ناانصافی کی نسبت کی۔ اگر اس میں ادنیٰ بصیرت ہوتی تو وہ جان لیتا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف ظلم اور بے انصافی کی نسبت کرنا اسی طرح جائز نہیں ہے جس طرح اللہ کی طرف ظلم اور بے انصافی کی نسبت جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے اور اس پر کسی کا حق نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے متعلق بے انصافی اور ظلم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی ظلم اور بے انصافی کا تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کا ہر قول اور فعل وحی کے مطابق ہوتا ہے۔ اُن خارجیوں کی جہالت اور گمراہی کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب کو کافر کہتے تھے جن کے صحبتِ ایمان اور جنّتی ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے شہادت دی تھی، مثلاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

اپنے وصال اور اہلبیت میں سے پہلے وصال کرنے والے کا علم :

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا‘ حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے مرحبا فرمایا اور اپنے پاس بٹھایا اور سیدہ کے کان میں سرگوشی فرمائی تو آپ رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اُن سے سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے اس بات کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگیں **ماکنت لافشی سر رسول الله** ﷺ کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش کرنے والی نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پھر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے پہلی سرگوشی میں یہ فرمایا تھا کہ ہر سال جبرئیل علیہ السلام مجھ سے قرآن مجید کا دور ایک بار کرتے تھے‘ اس بار دو بار کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں میرا وقت وصال قریب آ گیا ہے اور تم میرے اہل بیت سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ یہ سُن کر میں رو پڑی اور پھر حضور ﷺ نے چپکے سے میرے کان میں فرمایا **اما ترضین ان تکونی سیدة نسآء اهل الجنة ــ او ــ نسآء المؤمنین ؟** کہ تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جنت کی عورتوں کی سردار بنو گی ...... یا ...... یوں فرمایا کہ تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو گی۔ (بخاری شریف)

یہ واقعہ آخری ایام نبوی ﷺ کا ہے‘ اس کے بعد جلد ہی حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و بزرگی جس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور آپ کے ذریعے ہی اُمت کو معلوم ہوئی ہے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُسے پوری کوشش کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کر کے اس بات کو منظر عام پر لائی ہیں۔

نیز ان پاک دامن طیبات مخدرات کے باہم تعلقات اور ایک دوسرے کے ساتھ روابط آخر ایام تک عمدہ طریق سے قائم تھے ان کی باہمی آمد و رفت ہوتی تھی ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام اُن میں موجود تھا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور اُن سے کچھ سرگوشی کی۔ آپ روئیں پھر اُن سے کچھ بات کی تو آپ ہنسیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو میں نے اُن کے رونے اور اُن کے ہنسنے سے متعلق پوچھا تو بولیں، مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ آپ وفات پا جائیں گے تو میں روئی، پھر مجھے خبر دی کہ مریم بنت عمران کے سوا، جنتی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنسی۔ (ترمذی)

یہ واقعہ حضور ﷺ کی وفات کے قریب حجۃ الوداع کے سال ہوا۔ حضور ﷺ کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اب وہ قریب ہے، یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اے فاطمہ، میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم مجھ کو ملو گی، یہ دونوں باتیں حضور ﷺ نے فرمائیں۔

ان احادیث کی روشنی میں مسئلہ علم رسول اللہ ﷺ بھی نکھر کر سامنے آ گیا۔ منکرین علم نبوت کا مسلک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کو تو دِیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور **ماذا تکسب غدا** کا ناجائز انطباق کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تو یہ پتہ بھی نہیں کہ کل کیا ہوگا، آپ کو تو اپنی وفات کے زمان و مکان تک کا علم نہیں، لیکن حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ **فاخبرنی انی اول اهل بیتہٖ اتبعه** ، اُن کی غلط فہمی، کج فکری اور بے علمی کو آشکار کر رہے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ کتنی صاف اور واضح بات ہے اور حضور ﷺ نے کس قدر حتمی انداز میں فرمایا ہے کہ میرے

اہل خانہ میں سے سب سے پہلے تم میرے پیچھے آؤ گی۔

ان احادیث مبارکہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا علم روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے، اس مبارک فرمان میں اپنے وصال کی خبر دے کر اپنا عقیدہ واضح فرما دیا کہ اللہ عزوجل نے مجھے اپنے وصال کا علم عطا فرمایا ہے، نیز مجھے اپنے اہلبیت میں سے جس کا وصال سب سے پہلے ہوگا اُس کو بھی جانتا ہوں چنانچہ فرمایا کہ اہلبیت میں سب سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگا اور وہی سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی۔ دوسری طرف حضرت فاطمہ وحضرت عائشہ وسیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اس فرمان پر اعتراض نہ کرنا اس عقیدہ کو ثابت کر رہا ہے کہ اِن مقدس ہستیوں کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے اور دوسروں کے وصال کا علم عطا فرمایا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو رسول اکرم ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ آپ (ﷺ) ساری کائنات اور خود اپنی ذات گرامی اور جملہ خلائق کے حالات موت وحیات کے اوقات سے باخبر ہیں۔

خیال رہے کہ انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ نے سانسوں کے حساب سے متعین فرمائی ہے اور یہ بات اس کے علم وقدرت میں ہے کہ فلاں شخص دُنیا میں اتنے سانس لے گا اور وہ اپنی قدرت کاملہ سے جس کو چاہے اور جتنا چاہے اپنے خزانہ علم سے حصہ علم عطا فرمائے۔ ذرا اندازہ لگائیں کہ سید عالم ﷺ نے بیک وقت تمام خاندان نبوت کے افراد کے انفاس حیات کو بھی گن لیا اور پھر اُن کا آپس میں موازنہ کرتے ہوئے فوراً اعلان بھی فرما دیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سانس دوسروں کی نسبت کم ہیں۔ سائنس کے ہوش رُبا ترقی کے باوجود آج تک اس قسم کا کوئی آلہ ایجاد نہیں ہوا جو انسان کی زندگی کے سانسوں کو شمار کر کے بقیہ زندگی کا اندازہ لگا سکے۔ یہ علم

صرف تلمیذ رَحمان، سید دو عالم ﷺ کو ہی عطا فرمایا گیا۔

منکرین علمِ رسول اپنے ملحدانہ نظریات پر نظر ثانی کریں کہ وہ کس ہستی معظم کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ انھیں دِیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ علمِ رسول کو زید، بکر، بچوں پاگلوں چوپایوں بلکہ جمیع حیوانات سے تشبیہ دینا کافرانہ گستاخی ہے۔

اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں یہی کفریہ عبارت لکھی ہے علمائے اہلسنت وجماعت نے اس کفریہ عبارت پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان کو دولتِ علم ویقین سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

کس زوجہ کا پہلے وصال ہوگا ؟ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب رب العالمین ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے وہ سب سے پہلے مجھ سے آکر ملے گی۔ ہم آپس میں اپنے ہاتھ ملاتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں اور وہ کون خوش نصیب ہے جو سب سے پہلے بارگاہ رسالت میں شرف باریابی حاصل کرے گی۔ لیکن جب سب سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو ہمیں پتہ چلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت اور فیاضی تھی۔ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو سب سے زیادہ اس لحاظ سے لمبے ہاتھ والی تھیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ وخیرات کرتی تھیں۔ (بخاری)

اس حدیث شریف میں مخبر صادق حضور نبی کریم ﷺ اس غیبی خبر کا اظہار فرما رہے ہیں کہ ازواج مطہرات کی موجودگی میں آپ اس دُنیا سے تشریف لے جائیں گے اور مزید یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ (سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے وہ سب سے پہلے مجھ سے آکر ملے گی۔ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو کل کی بھی خبر نہیں رہتی، کسی کے مرنے کی بھی خبر نہیں ہوتی۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے سرورِ عالم ﷺ نے تھوڑی سے مٹی عطا فرمائی اور فرمایا کہ اس مٹی کو سنبھال کر رکھ لو۔ جس دن یہ خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا نواسہ حسین شہید کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ سنہ ٦٠ ہجری دس محرم الحرام کو وہ مٹی خون بن گئی۔ (خصائص کبریٰ)

سیدنا عمر فاروق وسیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق سرکار رسالت ﷺ‘ سیدنا صدیق اکبر‘ سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُحد پہاڑ پر پہنچے‘ فرطِ محبت سے اُحد پہاڑ ہلنے لگا۔ (دیکھو اب کسی شقی القلب کو پتھر سے تشبیہ نہ دینا۔ پتھر تو بڑا ہوشیار ہے رسول کی محبت میں نرم ہے۔ جہاں رسول نے قدم رکھ دیا‘ اُس نے نشان لے لیا‘ وہ لوگ پتھر سے بدتر ہے جو رسول کی محبت کا نقش نہ رکھے۔ بہرحال پہاڑ ہلنے لگا تو) حضور ﷺ پہاڑ سے کہتے ہیں **اصبر عليك نبى وصديق وشهيدان** ٹھہر جا‘ تجھ پر نبی ہے‘ صدیق ہے‘ دو شہید ہیں۔ (بخاری)

اس حدیثِ پاک سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کو جہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت کا علم ہے وہاں سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما کا بھی علم ہے کہ یہ دونوں شہید کئے جائیں گے چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت حضور نبی کریم ﷺ کے دُنیا سے پردہ فرمانے کے تیرہ سال بعد ہوئی جب کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت چوبیس سال بعد ہوئی۔ یہ علمِ غیب نہیں تو اور کیا ہے ؟

پہاڑ نے تو محبت کی حرکت کی تھی ...... مگر حضور نبی مکرم ﷺ نے اُس کو ادب کا

مقام بتلایا۔ اور یہ نہ کہا کہ تجھ پر محمد ہے‘ ابوبکر ہے‘ عمر ہے‘ عثمان ہے‘ بلکہ صفات کا ذکر کیا۔ اشارہ کر دیا کہ ادب کی وجہ کیا ہے۔ تجھ کو جو ادب پر مجبور کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ نبوت ادب کی چیز ہے۔ نبی پہنچے تو ادب کرو۔ صدیق پہنچے تو ادب کرو۔ شہید پہنچے تو ادب کرو۔ ولی پہنچے تو ادب کرو۔ پہاڑ کو ادب کا قانون سکھلایا۔ پہاڑ مؤدب ہو گیا۔

نبی اپنی رسالت‘ خدا کی توحید اور عالم غیب کی حقیقتوں کو سمجھانے اور منوانے کے لئے ہی آتا ہے۔ جہاں نظر نہ پہنچ سکے ان حقیقتوں کو سمجھانے کے لئے نبی آیا ہے۔

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے صدیق اکبر کی صداقت پر ہی مہرِ تصدیق ثبت نہ کی بلکہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف بھی اشارہ فرمایا اور خوشی سے جھومتے ہوئے پہاڑ کو بھی قرار نصیب ہو گیا۔

ساری مخلوق رسول سے محبت کرتی ہے پہاڑ بھی رسول سے محبت کرتے ہیں۔ رسول کی محبت کے بغیر ایمان نہیں ہو سکتا‘ ایمان کے اندر کمال نہیں ہو سکتا اگر رسول کی محبت سب کی محبت پر غالب نہ ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول سے محبت نہ ہو اور ایمان ہو۔ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔

مظہرِ امام اعظم‘ **محی الحنفیت** ‘فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ   ان سا نہیں انسان‘ وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں   ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنّتی ہیں :

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی‘ جب بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوتے تو بات کرنے میں آواز اُونچی ہو جاتی تھی۔ بھلا رب تعالیٰ کو یہ کب منظور تھا کہ کوئی میرے حبیب کے حضور میں بلند آواز سے گفتگو کرے۔

ارشاد فرمایا :

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے، اور اُن کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چِلّا تے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

سبحان اللہ، کیسا ادب سکھایا کہ اس بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو زور سے بولنے کی بھی اجازت نہیں، حضرت قیس رضی اللہ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بوجہ خوف بارگاہِ نبوت میں حاضر نہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے ایک روز دریافت فرمایا کہ کچھ روز سے قیس نہیں آئے، لوگوں نے حضرت قیس کے گھر جا کر غیر حاضری کا سبب پوچھا، فرمانے لگے مَیں جہنمی ہوگیا کیونکہ میری آواز اُونچی ہے اور آیت کریمہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ مَاجرا بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا گیا تو فرمایا کہ وہ جنّتی ہیں یعنی اب تک جو ہوگیا وہ معاف ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں پیغام بھیجا تو وہ حاضر ہوئے، آپ نے خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا، **یاثابت الا ترضیٰ ان تعیش حمیدا او تقتل شهیدا وتدخل الجنة** اے ثابت کیا تم پسند کرتے ہو اس بات کو کہ تم عزت والی زندگی گزارو گے اور تم شہادت پاؤ گے اور جنّت میں جاؤ گے۔ انھوں نے عرض کیا **بَلیٰ**، کیوں نہیں۔ مَیں اپنے رب کی عطاؤں پر بڑا خوش ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد جنّتی زندگی گزاری، لوگ اُن کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور جب دُنیا سے کوچ کر جانے کا وقت آیا تو مسیلمہ کذاب سے جہاد کرتے ہوئے شہادت کا جام نوش کیا اور یقیناً حضور ﷺ کی خوشخبری کے

مطابق سیدھے جنّت میں گئے ۔ (ضیاء النبی)

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر ہر جنّتی اور ہر ہر دوزخی کو اچھی طرح جانتے ہیں ۔ حضور ﷺ یہ بھی جانتے ہیں کہ کون عزت والی زندگی گزارے گا اور کون ذِلّت و رُسوائی کی زندگی گذارے گا ...... کون شہادت پائے گا اور کون قتل کیا جائے گا ۔

(☆) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے ۔ حضور ﷺ اُن کی بیمار پُرسی کے لئے اُن کے گھر تشریف لے گئے، وہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے ۔ حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا اے زید! تم اس بیماری سے صحت یاب ہو جاؤ گے اس کی فکر مت کرو لیکن یہ بتاؤ کہ میرے بعد تم زندہ رہو گے اور تم نابینا ہو جاؤ گے اس وقت تمہارا رویہ کیا ہوگا؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھوں گا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھوں گا ۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے وفادار غلام کی یہ بات سُن کر فرمایا: پھر تمہیں بغیر حساب کے جنّت میں داخل کر دیا جائے گا ۔ (ضیاء النبی)

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حالت کفر میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک انصاری صحابی کو شہید کیا ۔ یہ اطلاع حضور ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ سُن کر ہنس پڑے ۔ انصار کو بڑی حیرت ہوئی، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! قوم کے ایک آدمی نے ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اور حضور ہنس رہے ہیں ۔ آپ نے فرمایا، میں اس چیز کے لئے نہیں ہنسا بلکہ میرے ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے اُس شخص کو قتل کیا ہے جس کا درجہ جنّت میں اُس شہید کے برابر ہے ۔ پھر دُنیا نے دیکھا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور جام شہادت نصیب ہوا ۔ (دلائل النبوۃ، ضیاء النبی)

(☆) صحیح بخاری ومسلم میں حدیث پاک ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی دربانی کر رہے تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا، اُنھیں اندر آنے دو اور ساتھ جنّت کی خوشخبری بھی دے دو، چنانچہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور آپ کو جنّت کی خوشخبری دی۔ آپ نے ان جلیل القدر صحابہ کو جنّت کی خوشخبری دی جنہیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ’تم آخر عمر میں نابینا ہوجاؤ گے‘، چنانچہ آخری عمر میں اُن کی بصارت جاتی رہی۔ (مدارج النبوۃ)

رسول کے علمِ غیب کو مان کر مسلمان ہوئے :

(☆) حضرت قباث الکنانی رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں مشرکین کی طرف سے تھے شکست کے بعد بھاگتے ہوئے دِل ہی دِل میں کہہ رہے تھے **ما رايت هذا الامر فرمنه النساء** ایسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا جس میں عورتوں کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضور ﷺ کے بارے میں جاننے کے لئے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ قباث ! وہ تم ہی تو تھے جو دِل ہی دِل میں یہ کلمات کہہ رہے تھے۔ یہ سُنتے ہی انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (شواہد النبوۃ)

(☆) سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ (میدانِ بدر میں) وہ اپنے ہمراہ بیس اوقیہ سونا لائے تھے تاکہ مشرکوں کو کھانا دیں، لیکن جنگ میں اُن سے

وہ لے لیا گیا اور اسے مال غنیمت میں داخل کر دیا گیا تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس بیس اوقیہ سونے کو اُن کے فدیہ میں محسوب کر لیں لیکن حضور ﷺ نے اُسے قبول نہ فرمایا اور کہا کہ یہ تو وہ مال ہے جسے تم ہمارے خلاف جنگ میں کفار کی مدد کے لئے لائے تھے۔ اب وہ مسلمانوں کی غنیمت میں ہے اُسے فدیہ میں محسوب نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا میں اور کوئی مال نہیں رکھتا۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا چچا لوگوں سے بھیک مانگے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ سونا کہاں ہے جسے تم مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے سپرد کر کے آئے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کو اس کی خبر کیسے ملی؟ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے خبر دی، پھر وہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس سے باخبر نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ اسلام لائے اور کہنے لگے **اشهد ان لااله الا الله وانك رسول الله۔** (مدارج النبوۃ، ضیاء النبی)

(☆) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن حارث کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بہت تعجب خیز ہے اور دلچسپ بھی۔

عبداللہ بن حارث اپنی قوم کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے، اُن کے ساتھ چند اونٹنیاں اور لونڈی تھی۔ انہوں نے اُن سب کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا دیا اور تنہا بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اسیرانِ جنگ (جنگی قیدیوں) کی رہائی کی درخواست پیش کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم قیدیوں کے فدیہ کے لئے کیا لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سُن کر حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری وہ اونٹنیاں اور وہ لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو۔ زبانِ رسالت (ﷺ)

سے یہ علمِ غیب کی خبر سُن کر عبداللہ بن حارث حیران رہ گئے کہ آخر حضور ﷺ کو میری لونڈی اور اونٹنیوں کی خبر کس طرح ہوگئی۔ اُسی وقت اُن کے اندھیرے دِل میں حضور اکرم ﷺ کی صداقت اور آپ (ﷺ) کی نبوت کا نور چمک اُٹھا اور وہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ)

حضرات عمیر بن وہب، عیینہ بن حصن، حارث بن ابی ضرار، نوفل بن حارث، عمیر بن رافع ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قبولِ اسلام کے واقعات سیرت کی کتابوں اسد الغابہ، دلائل النبوۃ، ضیاء النبی، سیرت مصطفیٰ وغیرہ میں موجود ہیں سب ہی نے مخبر صادق حضور نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کو مان کر اسلام قبول کیا۔

بھیڑیئے کی خبر سُن کر یہودی کا اسلام قبول کرنا :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا، بکری چرانے والے کے پاس آیا اور اُس نے بکریوں کی ریوڑ میں سے ایک بکری کو پکڑ لیا۔ چرواہے نے اُس کو تلاش کیا اور اس بکری کو اُس سے چھڑا لیا، تو وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دُم ہلا کر کہنے لگا کہ میں نے اس رزق کا اِرادہ کیا جو مجھے اللہ نے دیا، میں نے تو اُس کو پکڑ لیا اور تو نے اُس کو چھڑا دیا۔ اُس شخص نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے کہا: **اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی و ما هو کائن بعدکم** اس سے زیادہ تعجب انگیز اس شخص کا حال ہے جو (کھجوروں کے جھرمٹ) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ) میں ہے کہ وہ گذشتہ اور آئندہ سب کی خبر دیتا ہے۔ راوی نے کہا کہ وہ شخص یہودی تھا۔ اُس نے خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سُنایا اور اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ (مشکوٰۃ شریف باب المعجزات)

علاقوں کی فتح کا علم :

حضرت سفیان بن ابی زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا: یمن فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی' کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی اُن کے لئے بہتر ہے۔ پھر شام فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر شام چلی جائے گی' کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی اُن کے لئے بہتر ہے۔ پھر عراق فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی' کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی اُن کے لئے بہتر ہے۔ (بخاری' مسلم)

(اس مبارک حدیث میں) حضور اقدس ﷺ نے پہلے یمن کا تذکرہ فرمایا' پھر شام کا' پھر عراق کا۔ اسی ترتیب سے یہ ممالک فتح ہوئے۔ یمن کا کچھ حصہ عہد رسالت ہی میں فتح ہو چکا تھا بقیہ عہد صدیقی میں فتح ہوا۔ اس کے بعد شام فتح ہوا۔ پھر عراق اور جب یہ فرمایا تھا شام وعراق پر قیصر وکسریٰ کی انتہائی مضبوط حکومتیں قائم تھیں اور عرب کا جو حال تھا اُس کے پیش نظر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی اہل عرب شام اور عراق کو فتح کر پائیں گے۔ مشہور مستشرق گبن نے لکھا ہے کہ جس وقت روم پر غلبہ کی پیشن گوئی کی گئی تھی اس سے زیادہ مستبعد (یعنی بعید) اور کوئی پیشن گوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ سب اس کا ظہور تھا کہ فرمایا زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی۔ میں اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ رہا ہوں۔ سمیٹ دی گئی ہے کا مطلب' میری اُمت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۳)

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا راہِ خدا میں خرچ کرنا :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق ! کسریٰ مر گیا، پس اُس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ عز وجل کے راستے میں خرچ کرو گے۔ (مسلم)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ خبر دینا کہ کسریٰ مر گیا اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا اور تم ان کے خزانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے، ان سب خبروں کا تعلق علمِ غیب سے ہے۔

اُمت کے شرک میں مبتلا نہ ہونے کا علم :

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز نکلے اور اہل احد پر آپ (ﷺ) نے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر واپس تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا، میں تمہارا پیش رَو ہوں۔ تمہارا گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ان خزانوں کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کرو گے **(وانى والله لانظر الى حوضى الان وانى اعطيت مفاتيح خزائن الارض او مفاتيح الارض وانى والله مااخاف عليكم ان تشركوا بعدى ولكن اخاف عليكم ان تنافسوا فيها)**۔ (بخاری، مسلم)

اُن لوگوں پر افسوس آتا ہے جو بے دھڑک آقائے دوعالم ﷺ کی نسبت یہ کہتے ہیں

کہ اُن کو تو دِیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر یقین کرنا تو دَر کنار، اُن لوگوں کو سید عالم ﷺ کی قسم کا بھی اعتبار نہیں۔ اُن کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی، رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ کیا ایسے لوگ اُمتِ نبی کہلانے کے کس قدر حقدار ہو سکتے ہیں۔ خود ہی اندازہ فرمالیں۔

معلوم ہوا کہ نگاہِ نبوت کے سامنے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا حوض جنّت میں ہے اور حضور ﷺ مدینہ منورہ میں مسجد کے منبر پر کھڑے اس کو ملاحظہ فرمارہے ہیں حالانکہ جنّت ساتوں آسمانوں بلکہ عرش معلیٰ سے بھی اُوپر ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی مسافت پانچ سو سال ہے اور آسمان کُل سات ہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ جس نگاہ کے سامنے آسمان وعرشِ معلیٰ اور یہ مسافت حجاب وآڑ نہیں بن سکتے، یہ زمین کی اشیاء اور دَر و دِیوار آڑ کیسے بن سکتے ہیں !

حضور مالک الامم ﷺ، خدا کی قسم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ بتائیے وہ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کو کیا منہ دِکھائیں گے جو یہ کہیں کہ سید عالم ﷺ کسی چیز کے مختار نہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو حضور ﷺ کے ساتھ کوئی خاص دشمنی ہے۔

اسی حدیث شریف کا آخری جملہ ہے **وانی والله مااخاف علیکم ان تشرکوا بعدی** یعنی اللہ کی قسم مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کروگے۔ اس جملے میں حضور ﷺ قسم ارشاد فرمارہے ہیں کہ میرے بعد تم شرک میں مبتلا نہیں ہوگے۔

حضور سرورِ دوجہاں ﷺ تو اپنی اُمت کو مشرک نہ فرمائیں اور نہ اُن کے شرک کرنے کا خطرہ سمجھیں، پھر جو لوگ مذہبِ حق اہلِ سُنّت وجماعت پر شرک وکفر کے فتوے لگاتے ہیں اُن کو ابھی تک اتنی سمجھ نہیں آئی کہ جس اُمت کے شرک میں مبتلاء

نہ ہونے کی خوشخبری سرورِ دو جہاں ﷺ فرما رہے ہیں، ہم بے دَھڑک اُن کو مشرک اور کافر بنا رہے ہیں حالانکہ حدیثِ پاک میں موجود ہے کہ جو کسی مسلمان کو مشرک و کافر کہے اور وہ اس بات سے بَری ہو تو کفر و شرک، کہنے والے پر ہی لوٹتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے برخلاف بد مذہب اور بدعقیدہ عناصر شرک کی جاہلانہ تشریح کرتے ہوئے وہ تمام آیاتِ قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں، سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے ہیں اور مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیشن گوئی :

سراج الامت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب ہماری حد و عدّ سے باہر ہیں۔ حضور مخبر صادق نبی کریم ﷺ کا زندہَ جاوید معجزہ اور باب العلم اَمیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نہ مٹنے والی کرامت ہیں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ اُمتِ مصطفویہ کے چراغ، دینی مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی پیشن گوئی اور فضیلت نہایت اہتمام سے بیان فرمائی، چنانچہ مسلم و بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابونعیم شیرازی، طبرانی نے قیس ابن ثابت ابن عبادہ سے روایت کی۔

لوكان الايمان عند الثريا لتناوله' رجال من ابناء فارس وفى رواية البخارى والمسلم والذى نفسى بيدهٖ لوكان الدّين معلقًا بالثريا لتناوله' رجل من فارس	اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو فارسی اولاد میں سے بعض لوگ وہاں سے لے آتے۔ مسلم بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ قسم اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر دین ثریا تارے میں لٹکا ہوتا تو فارس کا ایک آدمی اُسے حاصل کر لیتا۔

بتاؤ فارسی النسل میں اس شان کا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا کون ہوا؟

ترفع زينت الدُنيا سنة خمسين ومائة	سنہ ڈیڑھ سو میں دُنیا کی زینت اُٹھا لی جائے گی۔

سنہ ۱۵۰ میں حضرت امام اعظم کی وفات شریف ہے۔ معلوم ہوا کہ امام اعظم دُنیائے شریعت کی زینت' شریعت کی رونق، علم وعمل کی زیبائش تھے۔

جنّتی دیہاتی :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی شخص حاضر ہوکر عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جس کو اختیار کرنے سے میں جنّت میں چلا جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی عبادت کرو' کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ' فرض نماز ادا کرو' فرض زکوٰۃ دو' رمضان کے روزے رکھو۔ دیہاتی نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں ان احکام میں نہ کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: جو شخص کسی جنّتی کو دیکھنا چاہے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو لوگوں کے انجام، نیک بختی اور بدبختی کا علم ہے۔ حضور ﷺ جانتے ہیں کہ جنّتی کون ہے، دوزخی کون ہے۔ حضور ﷺ کو خبر تھی کہ یہ بندہ مومن تقویٰ پر قائم رہے گا ایمان پر انتقال ہوگا اور جنّت میں جائے گا۔

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے جنّتی ہونے کا علم :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک جنّتی آ رہا ہے پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ایک جنّتی آ رہا ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ (ترمذی)

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ کون کون آ رہا ہیں اور آنے والوں کے انجام کا بھی علم تھا۔ حضور ﷺ نے اُن کے ایمان کی گواہی دی ہے۔ اب جو کوئی سیدنا صدیق اکبر وسیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے ایمان میں شک کرے، وہ خود کافر ہے (رافضی قطعاً کافر ہے) کیونکہ وہ حضور ﷺ کی شہادت کی صداقت میں شک کرتا ہے۔

انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے علاوہ، اہل جنّت کے سردار کا علم :

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھا، اتنے میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اوّلین وآخرین میں سے جتنے جنّتی ہیں انبیاء ومرسلین کے علاوہ تمام ادھیڑ عمر والوں کے یہ دونوں سردار ہیں۔ اے علی ان دونوں کو نہ بتانا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(ادھیڑ عمر) یہ تیس یا چونتیس سال سے اکیاون (۵۱) سال تک کا درمیانی عرصہ ہے۔ پس اعتبار کیا جائے گا اس کا کہ جو دُنیا میں اس حال میں تھا، ورنہ جنّت میں

ادھیڑ عمر نہ ہوگی۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ دونوں (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سردار ہیں اُن مسلمانوں کے جو ادھیڑ عمر میں فوت ہوئے' پھر جنّت میں داخل ہوئے۔ اس لئے کہ جنّت میں ادھیڑ عمر نہیں ہوگی بلکہ جو بھی داخل ہوگا وہ (۳۳) سال کا ہوگا۔

اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جمیع احوال محشر سے واقف ہیں اور کون جنّتی ہیں اور کون جنتیوں کے سردار ہیں' یہ سب حضور ﷺ جانتے ہیں۔

جنّتی جوانوں کے سردار کا علم :

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) اہل جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جوانی میں وفات پا جائیں اور وہ جنّتی بھی ہوں تو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اُن کے سردار ہیں۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حسنین کریمین جنّتی جوانوں کے تو سردار ہیں' خلفائے راشدین وغیرہ کے نہیں۔ جب خلفائے راشدین کے سردار نہیں ہو سکتے تو انبیاء مرسلین (علیہم السلام) کے بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتے بلکہ جو بھی ادھیڑ عمر میں وفات پانے والے ہیں' اُن کے بھی سردار نہیں جیسا کہ سابق حدیث میں گزر چکا ہے کہ اُن کے سردار تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا فرمایا ہے کہ حسنین کریمین نہ صرف جنّتی بلکہ جنّتی جوانوں کے بھی سردار ہیں۔ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے کہ قیامت آئے گی حساب و کتاب ہوگا پھر کوئی جنّت میں اور کوئی دوزخ میں (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے) جائے گا اور پھر وہاں پر یہ سرداری کس کے حصہ میں آئے گی۔ جس کے حصے میں سرداری آئے گی اُس کا تذکرہ فرما دیا۔

جب حضرات حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) جنتیوں کے سردار ہیں تو یزید کا ٹھکانہ کیا ہوگا ؟

ستر ہزار بغیر حساب جنّت میں داخل ہوں گے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت میں سے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) اشخاص بغیر حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، دُعا فرمائیے کہ اللہ (عزوجل) مجھے ان لوگوں میں کردے۔ حضور ﷺ نے دُعا کی، اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کردے۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا، یارسول اللہ ﷺ میرے لئے بھی دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں سے کردے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے۔ (مسلم شریف)

صحیح مسلم میں یہ بھی آیا ہے کہ ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اشخاص داخلِ جنّت ہوں گے۔ یہی تو علمِ غیب ہے۔

اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تخلیق کائنات سے لے کر اہل جنّت کے جنّت میں اور اہلِ دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام اُمور وحالات اور تمام اُمتوں کو اُن کی تعداد کے ساتھ اور اُمت محمدیہ کی تعداد کو اور اُمت محمدیہ میں سے کتنے ہزار افراد بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہوں گے اور اُن کے اوصاف کیا ہوں گے، ان تمام چیزوں کو جانتے ہیں عکاشہ بن محصن (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں میں سے ہیں، یہ بھی آپ (ﷺ) جانتے ہیں۔

اہلِ جنّت کی صفوں کی تعداد کا علم :

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنتیوں کی (۱۲۰) صفیں ہوں گی اور ان میں سے (۸۰) صفین اس اُمت کی ہوں گی اور (۴۰) صفیں دوسری اُمتوں کی ہوں گی۔ (ترمذی)

اس حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنّت کی (۱۲۰) صفیں ہوں گی، یہ غیب ہے اس اُمت کی کتنی صفیں ہوں گی، باقی تمام اُمتوں کی کتنی صفیں ہوں گی، یہ بھی غیب ہے اور حضور ﷺ نے سب کچھ بیان فرما دیا۔

اسلام کی کیفیت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام غریب شروع ہوا اور آخر میں غریب ہو جائے گا۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث شریف سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر دَور اور ہر زمانے میں اسلام کے نشیب وفراز سے واقف ہیں اور آخر میں اسلام کس کیفیت وحالت میں ہوگا اس کو بھی آپ (ﷺ) جانتے ہیں۔

ادنیٰ درجے کا جنّتی :

حضرت ثویرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرتبہ کے لحاظ ادنیٰ جنّتی وہ شخص ہوگا جو اپنے باغوں، اپنی بیویوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدمت گاروں اور اپنی آرام گاہوں کو ایک ہزار برس کی مسافت کے اندر پھیلا ہوا دیکھے گا اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑے مرتبہ کا جنّتی وہ شخص ہوگا جو صبح وشام دیدارِ الٰہی عزوجل سے مشرف ہوگا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القیامۃ/۲۲)

کچھ منہ اس دن ترو تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔ (کنز الایمان)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اہل جنّت کے مراتب سے باخبر ہیں جو کہ قیامت میں حساب وکتاب کے بعد اہل جنّت کو عطا کئے جائیں گے۔ حضور ﷺ

جب ہی تو بتلا رہے ہیں کہ مرتبہ کے لحاظ سے جو ادنیٰ درجے کا جنّتی ہوگا اس کی شان وَعظمت یہ کہ وہ اپنے باغات، بیویوں، خدام اور تختوں کو ایک ہزار سال کے پھیلاؤ میں دیکھے گا اور یہ سب غیب ہے جو حضور ﷺ نے بیان فرمایا۔ نیز ادنیٰ درجے والے جنّتی کے لئے اتنا رقبہ اور اس میں پھیلا ہوا اتنا وسیع سامان ہوگا کہ اس کنارہ سے اُس کنارہ تک انسان ایک ہزار سال میں پہنچے۔ یہ تو ادنیٰ درجے کے جنّتی کا رقبہ ہے تو اعلیٰ درجے کے جنّتی کا رقبہ و سامان اور اس کا پھیلاؤ کتنا وسیع ہوگا اور پھر جنّت کتنی وسیع ہوگی اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

اہلِ سُنّت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اپنے دِیدار سے مشرف فرمائے گا۔ اس کا دِیدار بلا کیف ہے یعنی دیکھیں گے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔

دُنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا دِیدار حضور نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے۔

دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا :

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے سُنا قیامت کے دن دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پیروں کے تلووں میں دو انگارے ہوں گے جن سے اُس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح پیتل کی دیگچی میں پانی کھولتا ہے۔ (بخاری، ترمذی)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو قیامت کے دن دوزخ میں ہونے والے معاملہ کا بھی علم ہے۔

شبِ براءت :

روایت ہے کہ تیرہویں شعبان کو حضور نبی کریم ﷺ نے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اُمت کی شفاعت عرض کی تو ایک تہائی اُمت کی شفاعت قبول ہوئی، پھر چودھویں شب میں دُعا کی تو دو تہائی اُمت بخشی گئی، پھر پندرہویں رات میں مناجات کی تو ان نافرمان بندوں کے سوا جو سرکش اونٹوں کی طرح خدا سے مُنھ موڑ کر بھاگتے ہیں ساری اُمت کے حق میں شفاعت قبول ہوگئی۔ (صاوی)

شب براءت کے خوش نصیب وبدنصیب : حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے مگر نجومی، جادوگر، شرابی، زناکار، ماں باپ کا نافرمان، سودخوار، حقوق العباد میں گرفتار، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے والا، کسی مسلمان سے کینہ رکھنے والا، بلا کسی شرعی وجہ کے اپنی رشتہ داری کو کاٹ دینے والا۔ اس رات میں نہیں بخشا جاتا۔ (صاوی)

لیکن ہاں ! اگر یہ لوگ اس رات کے آنے سے پہلے اپنے اُن بُرے کاموں سے سچّی توبہ کرلیں تو اُن لوگوں کی بھی اس رات میں مغفرت ہو جائے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں آسمانِ دُنیا پر تجلّی فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی تمام بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ بندوں کو مغفرت عطا فرماتا ہے۔ (ترمذی)

انعام کے لئے اللہ تعالیٰ کی ندائیں : حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبنے کے وقت سے آسمانِ دُنیا پر نزولِ اجلال فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ کیا ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اُس کو بخش دوں؟ کیا ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اُس کو روزی عطا کروں؟ کیا ہے کوئی بلا میں مبتلا کہ میں اس کو

عافیت دوں؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ اسی قسم کی ندائیں ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

شب براءت سے متعلق ان احادیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ جانتے ہیں کہ کس شب میں کیا واقع ہوا ہے اور کس شب میں اُمت کی کس حد تک شفاعت قبول ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ شب براءت میں کن لوگوں کو بخشتا ہے اور کن لوگوں کو نہیں بخشتا ہے۔ حضور ﷺ یہ بھی جانتے ہیں کہ جن لوگوں کی بخشش نہیں ہوسکتی ہے اگر وہ لوگ اس رات کے آنے سے پہلے اپنے اُن بُرے کاموں سے توبہ کرلیں تو ان لوگوں کی بھی اس رات میں مغفرت ہو جائے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شب کے کس حصہ میں کونسے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور کتنے لوگوں کو بخشتا ہے۔ انعام کے لئے اللہ تعالیٰ کی ندائیں کب تک ہوتی رہتی ہیں ...... یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ جانتے ہیں۔

سب سے آخری جنّتی :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے اخیر میں جنّت میں جائے گا۔ ایک شخص دوزخ سے منہ کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا' اُسے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنّت میں داخل ہو جا۔ جنّت کے پاس آئے گا تو خیال آئے گا کہ جنّت تو بھر چکی ہوگی۔ پس وہ لوٹے گا۔ عرض کرے گا: اے میرے رب وہ تو بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنّت میں داخل ہو جا۔ پھر وہ جنّت کے پاس آئے گا پھر خیال کرے گا کہ وہ تو بھر چکی ہے۔ پھر لوٹے گا۔ عرض کرے گا: اے میرے رب' بیشک وہ تو بھر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنّت میں داخل

ہو جا۔ تیرے لئے دس دُنیا کے برابر جنّت میں حصہ ہے۔ تو وہ بندہ عرض کرے گا کیا تو مجھ سے دِل لگی فرماتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے۔ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ (ﷺ) کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر فرمایا یہ وہ شخص ہوگا جسے جنّت میں سب سے کم حصہ ملے گا۔
(بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والا اور سب سے آخر میں جنّت میں داخل ہونے والا، نیز اللہ عزوجل اور اس بندے کے درمیان ہونے والی گفتگو اور پھر دس دُنیا کے برابر اُس کو جنّت میں سے حصہ عطا فرمانا وغیرہ یہ سب غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن یہ باتیں عشق والوں کو ہی سمجھ آتی ہیں، بے عشق کو ایسی احادیث جن میں عظمت نبوی ﷺ کا اظہار ہو، نظر نہیں آئیں گی۔ اگر کوئی دِکھائے بھی تو ضعیف نظر آئیں گی۔

مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانے والا :

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو سُنا، انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ آپ (ﷺ) خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس فرمان عالی میں اس واقع کی طرف اشارہ ہے جو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں پیش آیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمیوں نے موت پر بیعت کر لی تھی قلت اور ڈر سے آپ

(رضی اللہ عنہ) پاک تھے۔ حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تیاری تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سلطنت سے دستبرداری کر لی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں پر یہ بات گراں گزری حتی کہ کسی نے آپ (رضی اللہ عنہ) سے کہا' اے مسلمانوں کی عار (شرمندگی)۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عار' نار سے بہتر ہے۔ صرف اس خیال سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے یہ کام کیا کہ نانا جان کی اُمت میں قتل وخون نہ ہو۔ ان دونوں جماعتوں کو مسلمان فرمانے میں یہ بتایا گیا کہ حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دونوں اور ان دونوں کی جماعتیں مسلمان ہوں گی۔ بغاوت' اسلام سے نہیں نکال دیتی۔ اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ باغی کی گواہی قبول ہے۔ باغی کی طرف سے قصاص قبول کرنا جائز ہے۔ ان کے قاضی کے فیصلے نافذ ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو علمِ غیب بخشا کہ حضور ﷺ نے آنے والے واقعہ کی خبر اس وضاحت سے دی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اس صلح سے راضی اور خوش ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی یہ دستبرداری صحیح ہے۔ جب دستبرداری دُرست ہے تو حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت بھی دُرست ہے۔ (مرآۃ المناجیح جلد ۸)

منافق کی موت کا علم :

منافقین میں نعمان بن اوفی۔ عثمان بن اوفیٰ۔ رافع بن حریملہ بہت مشہور تھے۔ جب وہ مرا تو مرا تو حضور ﷺ نے فرمایا: **قَدْ مَاتَ اَلْیُوم عَظِیْمٌ مِّنْ عُظَمَآءِ الْمُنَافِقِیْنَ۔** آج ایک بڑا منافق ہلاک ہو گیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ جب تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں سخت آندھی چلی، حضور نے فرمایا: **اِنَّمَا هَبَّتْ لِمَوْتِ عَظِيْمٍ مِّنْ عُظَمَآءِ الْكُفَّارِ**۔ ایک بہت بڑا کافر مرا ہے، اس لئے یہ آندھی چلی ہے۔

جب مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس روز رافع ہلاک ہوا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے آئے، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو بڑے زور سے آندھی چلی کہ سوار زمین میں دَھنسنے کے قریب ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ آندھی کسی منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے۔ جب آپ (ﷺ) مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔ (مسلم شریف)

حضور نبی کریم ﷺ کا مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے منافق کی موت کے بارے میں فرمانا 'علمِ غیب' ہے۔ صحابہ کرام کا انکار نہ کرنا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ تو مدینہ سے باہر ہیں، مدینہ میں کیا ہوا، آپ کو کیسے معلوم۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو غیب کے علم کی دولت سے نوازا ہے۔ علمِ غیب پر اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

مسلم شریف کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ **هذا مصرع فلان** یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دستِ مبارک کو اِدھر اُدھر زمین پر رکھتے تھے۔ راوی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور ﷺ کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

خیال رہے کہ **علم بای ارض تموت** کون کس جگہ مرے گا یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور ﷺ جنگِ بدر میں ایک روز پہلے دے رہے ہیں۔

زہر آلود بریاں بکری کا نبی اکرم ﷺ کو خبر کرنا :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے مقام پر مشرکین سے قتال کے بعد واپس تشریف لائے‘ راستے میں ایک یہودی عورت ملی جو سر پر کھانے کا برتن اُٹھائے ہوئی تھی۔ اس برتن میں بکری کا بھنا ہوا گوشت تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو بھوک بھی لگی تھی۔ اس عورت نے کہا الحمدللہ ! اے محمد (ﷺ) میں نے اللہ کی نذر مانی تھی کہ اگر آپ بخیر و عافیت واپس آئے تو میں یہ بکری قربان کروں گی اور اس کا گوشت بھون کر آپ ﷺ کو کھلاؤں گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بکری کے اس گوشت کو قوتِ گویائی عطا کی۔ اس نے بول کر کہا اے محمد (ﷺ) ! آپ مجھے تناول نہ فرمائیں‘ میں زہر آلود ہوں۔ (ابونعیم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا‘ تو نبی اکرم ﷺ کو ایک بکری کا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ اس گوشت میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جتنے یہودی یہاں موجود ہیں اکٹھے ہو جائیں‘ پس وہ جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اُن سے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنے والا ہوں‘ کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں‘ ہم تصدیق کریں گے۔ آپ نے پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا: ’فلاں‘۔ آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا‘ تمہارا باپ تو فلاں شخص ہے۔ انہوں نے جواب دیا‘ آپ ﷺ نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں‘ ملایا ہے۔ پوچھا‘ تمہیں کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا؟

کہنے لگے، ہماری خواہش یہ تھی کہ اگر آپ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے نجات وراحت مل جائے گی اور اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ (بخاری)

غیبی بارش :

ایک بار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کا چادر شریف اوڑھ لیا تو ان کی آنکھوں سے غیب کے پردے اُٹھ گئے کہ آپ نے غیبی بارش دیکھ لی جو ایک انصاری کی وفات پر نازل ہوئی۔ (جامع المعجزات)

کعبہ کی کلید : ہجرت سے پہلے ایک دن حضور ﷺ کعبہ شریف میں گئے۔ اُس وقت کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس ہوتی تھی۔ آپ نے اُن سے فرمایا: چابی لاؤ اور کعبہ کا دروازہ کھولو تاکہ میں کچھ وقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ نہ مَیں چابی دیتا ہوں اور نہ آپ کے لئے بیت اللہ کا دَروازہ کھولتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے عثمان بن طلحہ ! ایک دن آئے گا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عنایت کروں گا۔ وہ کہنے لگے کہ ایسی باتیں ہم نے کئی سُنی ہیں۔ کیا اُس وقت قریش ہلاک ہوجائیں گے؟ آخر وہ وقت آیا کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ فتح مکہ کے دن فاتحانہ حیثیت سے تشریف لائے۔ کعبہ کے چابی بردار عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنے والد طلحہ سے کہا کہ اگر آج میں نے چابی حضور ﷺ کے سُپرد نہ کی تو مجھے قتل کردیا جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ چابی پیش کی جائے۔ پھر وہ چابی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ)

کو بُلایا اور وہ بات یاد دلائی تو وہ بولے' بیشک آپ کا ارشاد پورا ہوگیا۔ پھر آپ نے وہ چابی عثمان (رضی اللہ عنہ) کو عطا فرماتے ہوئے فرمایا: اب یہ چابی قیامت تک ہمیشہ تمہاری نسل کے پاس رہے گی' چنانچہ بیت اللہ شریف کی کلید برداری کا یہ مبارک منصب اب تک عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ) کی اولاد میں چلا آرہا ہے۔ (تاریخ مکہ)

رحمۃ للعالمین کے لئے سارے عالم کا علم ضروری :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿**وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ**﴾ (الانبیاء/۱۰۷) اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں' مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔

رحمت فرمانے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جن پر رحمت فرماتا ہے ان کا علم بھی رکھتا ہو کیونکہ رحمت فرمانے والا جن چیزوں کو جانتا ہی نہیں ہوگا اُن پر رحمت کس طرح فرمائے گا ! تو اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ازل سے ابد تک ساری کائنات عالم اور تمام مخلوقات الٰہیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں کیونکہ اگر وہ سارے جہان کو نہ جانیں تو پھر سارے جہان پر رحمت کس طرح فرمائیں گے؟ لہذا' جب یہ ایمان ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو اس بات کا بھی یقین کرنا پڑے گا کہ آپ **عَالِمُ الْعَالَمِیْن** بھی ہیں یعنی سارے عالم کو جانتے ہیں اور سب کو اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا**﴾ اے محبوب! اللہ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہے جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ کے اُوپر بہت ہی بڑا ہے۔ اب اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین تو تسلیم کرے اور **عالمِ ماکان وماَ یکون** (یعنی جو ہو چکا ہے اور جو قیامت تک ہوگا سب کا علم)

نہ مانے تو وہ ایسا ہی ہے کہ دھوپ اور دن کی روشنی کو تو تسلیم کرتا ہے مگر سورج کے وجود کا انکار کر رہا ہے۔

علمِ غیب پر اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے :

منافقین کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ مسجد میں حاضر ہوتے، مسلمانوں کی باتیں سُنتے، پھر اُن پر پھبتیاں کستے اور اُن کے دِین کا مذاق اُڑاتے، اور جب بھی انھیں موقع ملتا، ذات پاک حبیب کبریا ﷺ کو ہدف تنقید بناتے، کبھی حضور نبی کریم ﷺ کے علم پر اعتراض کرتے، (جیسا کہ آجکل بدعقیدہ و بدباطن وہابی حضور نبی کریم ﷺ کے علم پر اعتراض کرتے ہیں) کبھی دینی تعلیمات پر اعتراض کرتے اور کبھی مسلمانوں کی غربت اور افلاس کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ تبوک کے سفر میں ایک جگہ نبی کریم ﷺ کی اُونٹنی گم ہوگئی۔ مسلمان اس کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اس پر منافقوں کے ایک گروہ نے اپنی مجلس میں بیٹھ کر خوب مذاق اڑایا۔ منافقین کے سرداروں میں سے ایک کا نام **زید بن الصلت** تھا اُس نے جھٹ زبانِ طعن دراز کی۔ کہنے لگا کہ محمد (فداہ ابی و اُمّی) یوں تو دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کے پاس آسمان کی خبر رہتی ہے اور اتنا علم بھی نہیں کہ اُس کی اونٹنی کہاں ہے۔ سرورِ عالم ﷺ نے جب اُس کی یہ بات سُنی تو حضور نے فرمایا: بخدا! میں اس چیز کو جانتا ہوں جس کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹنی کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ فلاں گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت کی ٹہنی کے ساتھ اُلجھ گئی ہے اور وہ وہاں رُکی ہوئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

چند مسلمان اس وادی میں گئے، اُس اونٹنی کو اُسی حالت میں دیکھا جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے بتایا تھا۔

(۹۲۸) صفحات پر مشتمل محققانہ جائزہ۔ متلاشیان راہِ حق کے لئے ملکُ التحریر کا بیش قیمت تحفہ

فتنہ اہلحدیث : غیر مقلدیت اس دور کا سب سے خطرناک فتنہ ہے جس نے ائمہ اربعہ بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اور حضرات حنفیہ) کے خلاف بدزبانی، طعن و تشنیع اور تہمت طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ اہل حدیث کے نام سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں، اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں، ان کے عقائد و مسائل سے واقفیت کے بعد غیر مقلدیت سے طبعًا وحشت و نفرت ہوتی ہے۔ ان کی صحبت جذامی اور ایڈس کے مریض سے زیادہ خطرناک ہے، ان کی صحبت ایمان کے لئے خطرہ ثابت ہوتی ہے۔ ائمہ مجتہدین، محدثین اُمت اور اسلاف صالحین سے مروی معتبر و مستند ہزار ہا احادیث کو ضعیف، موضوع، من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا یہی اولین درجہ کے 'منکرین حدیث' ہیں۔ یہ فرقہ تمام (۷۲) گمراہ فرقوں کا ملغوبہ ہے یہ لوگ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتے ہیں یہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی، مشرک اور کافر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بذاتِ خود بدعتی ہیں۔

سُنّت وَ بدعت: سُنّت کی فاضلانہ تشریح اور بدعات و منکرات پر ایک محققانہ جائزہ

صاحبِ شریعت حضور ﷺ کے کلام میں 'سُنّت و بدعت' دو مختلف و متقابل چیزیں ہیں، اسی لئے اُن میں سے کسی ایک کا تعین، اُس کی ضد کے تعین پر موقوف ہے۔ اگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کسے کہتے ہیں، وہ سُنّت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو کام حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا وہ سُنّت میں داخل ہوگا اور جو کام حضور ﷺ کے طریقے اور سیرت کے خلاف ہوگا وہ بدعت میں داخل ہوگا۔ اسلام میں کارِ خیر کا ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور بُرے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

حضور ﷺ دُور والوں کو دیکھتے‘ جانتے اور مدد کرتے ہیں :

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب میں‘ محدث طبرانی رحمۃ اللہ علیہ معجم صغیر میں‘ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں روایت کرتے ہیں :

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک رات حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے لبیک کہا‘ پھر لبیک لبیک تین بار فرمایا اور میں نے آپ کو تین بار **نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ** تیری مدد کی گئی‘ تیری مدد کی گئی‘ تیری مدد کی گئی فرماتے سُنا۔ حضور ﷺ وضو فرما کر تشریف لائے تو میں نے عرض کی‘ یارسول اللہ ﷺ : میں نے سُنا کہ حضور کلام فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی فریاد کرنے والا مجھ سے نصرت طلب کرتا ہے۔ تین روز کے بعد عمر بن خزاعی رضی اللہ عنہ چالیس سواروں کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ آئے‘ جو کچھ گزرا حضور ﷺ کو خبر دی۔ (الطبرانی)

اس حدیث سے حضور ﷺ کو دُور دراز سے پُکارنا‘ آپ سے فریاد کرنا اور آپ سے مدد چاہنا ثابت ہوا‘ نیز معلوم ہوا حضور ﷺ دُور دراز مقامات سے پُکارنے اور فریاد کرنے والوں کے نام اور اُن کے حسب ونسب اور اُن کے احوال کو جانتے ہیں اور فریاد کو سُنتے ہیں اور امداد فرماتے ہیں۔

فریادِ اُمتی جو کرے حالِ زار میں   ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

☆ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ایمان وعقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ دُور سے پُکارنے والے کو دیکھتے ہیں‘ اُسے جانتے ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں …… اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :

یارحمۃ للعٰلمین ادرک لزین العابدین
محبوس ایدی الظلمین فی موکب والمزدحمِ

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو
وہ اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے

☆ حضرت شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو فالج کا مرض لاحق ہوا، نصف جسم بیکار ہوگیا۔ آپ نے حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں اس ایمان وعقیدہ کے ساتھ قصیدہ لکھا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور فریاد سُن رہے ہیں۔ اُسی رات زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے دستِ مبارک اُن کے بدن پر پھیرا، یہ فوراً شفایاب ہوگئے۔ امام بوصیری اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اُس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سُنا دیجئے جو آپ نے مدحِ نبوی ﷺ میں کہا ہے۔ انہوں نے پوچھا، کون سا قصیدہ؟ اُس نے کہا، جس کے اوّل میں ہے **امن تذکر جیران بذی سلم**۔ اُن کو تعجب ہوا، کیونکہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ اُس درویش نے کہا، واللہ! میں نے اُس کو اُس وقت سُنا ہے جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں پڑھا جارہا تھا اور آپ خوش ہو رہے تھے۔ اس قصیدۂ بردہ کا ایک شعر آپ بھی سُن لیں۔ ان شرک سازوں کے فتوؤں کی حقیقت کھل جائے گی۔

یااکرم الخلق ما لی من الوذبہٖ
سواك عند حلول الحادث العمٖ

اے ساری مخلوق سے زیادہ بہتر، میرا آپ کے سوا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت۔

(اے ساری مخلوق سے زیادہ سخی، مصائب وآلام کے وقت حضور کے بغیر میں کس کے دامن میں پناہ لوں)۔

☆ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں :

یـااکـرم الثـقـلین یاکنزالوریٰ   جدلی بجودك ارضنی برضاك
انـا طـامع بالـجود منك لم يكن   لابی حـنـيـفة فی الانام سواك

اے موجودات سے اکرم اور نعمتِ الٰہی کے خزانے' جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے' مجھے بھی آپ راضی فرمایئے ۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں' آپ کے سوا ابوحنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں ۔ اس میں حضور ﷺ سے صریح مدد لی گئی ہے اس عقیدہ کے ساتھ کہ حضور ﷺ سُن رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں ۔

یا سید السادات جئتك قاصدا   ارجـو رضـاك واحتـمی بحماك

اے پیشواؤں کے پیشوا میں دِلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں' آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں ۔ (ان اشعار میں حضور ﷺ سے استعانت ہے' اس عقیدہ کے ساتھ کہ حضور ﷺ سُن رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں ۔)

☆ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب مؤلفہ اشرف علی تھانوی (وہابی' دیوبندی)

قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

یـاشـفیـع الـعبـاد خـذ بيـدی   انـت فـی الاضـطـرار معـتمـدی
دستگیری کیجئے میری نبی   کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
لیـس لـی مـلـجـا سواك اغـث   مسـنـی الـضـر سیـدی سیـدی
بجز تمہارے ہے کہاں میری پناہ   فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
غشـی الـدهـر ابـن عبداللـه   کـن مـغيـثـا فـانـت لـی مـددی
ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف   اے میرے مولیٰ خبر لیجئے مری
نام احمد چوں حصار شد حصیں   پس چہ باشد ذات آں روح الامیں

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا گم ہونا :

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾

جب تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو اور اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو۔

(النساء/۴۳)

اگر پانی میسر نہ ہو اور غسل یا وضو کی حاجت ہو یا بیماری بڑھنے کا مکمل اندیشہ ہو تو غسل اور وضو کے بجائے تیمّم کرے۔ شریعت میں جو تیمّم رکھا گیا ہے اُمت کے لئے اس میں بڑی آسانی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طفیل تیمّم کا حکم ملا۔ بخاری شریف میں آیت تیمّم کی شان نزول جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب ہم لوگ مقام بیداء یا مقام ذات الجش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا حضور ﷺ اور کچھ لوگ اس ہار کی تلاش میں وہاں ٹھہر گئے رات کا وقت تھا اور پانی کہیں قریب موجود نہیں تھا چونکہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھنے کا خیال تھا اس لئے بہت فکر مند ہوئے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بلا وضو نماز کیسے پڑھ سکیں گے یہ سوچ کر وہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ سیدہ عائشہ نے کیا کیا۔ حضور ﷺ اور صحابہ کو یہاں ٹھہرا لیا ہے حالانکہ یہاں پانی موجود نہیں ہے یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور جو کچھ خدا نے چاہا انھوں نے مجھ کو (سخت وست) کہا اور پھر (غصہ میں) اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اس وجہ سے (مار کھانے کے باوجود) میں ہل نہیں سکتی تھی۔ صبح

کو جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو وہاں کہیں پانی موجود ہی نہ تھا۔ ناگہاں حضور ﷺ پر تیمّم کی آیت نازل ہوگئی۔ چنانچہ حضور ﷺ اور تمام اصحاب نے تیمّم کیا اور نماز فجر ادا کی۔ اس موقع پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (خوش ہوکر) کہا کہ اے ابوبکر کی آل۔ یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ پھر ہم لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے ہم نے ہار کو پایا۔ (بخاری شریف)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اُمت پر یہ بھی ایک احسان ہے۔

اعتراض : عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا، جگہ جگہ تلاش کرایا گیا، نہ ملا۔ پھر اونٹ کے نیچے سے برآمد ہوا۔ اگر حضور ﷺ کو علم تھا تو لوگوں کو اُسی وقت کیوں نہ بتادیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

جواب : اس حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا نہ کہ نہ جاننا۔ اور نہ بتانے سے صدہا حکمتیں ہوتی ہیں بعض حضرات نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا۔ تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں؟ مرضی الٰہی یہ تھی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو، مسلمان اس کی تلاش میں یہاں رُک جائیں، نماز کا وقت آجائے، پانی نہ ملے، تب حضور ﷺ سے عرض کیا جائے کہ اب کیا کریں، تب یہ آیتِ تیمّم نازل ہو۔ جس سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت قیامت تک کے مسلمان معلوم کرلیں کہ ان کے طفیل ہم کو تیمّم کا حکم ملا۔ اگر اُسی وقت ہار بتادیا جاتا تو آیتِ تیمّم کیوں نازل ہوتی۔ رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ سے کائنات کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں بلکہ آپ اس کائنات کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔ زمین پر رہتے ہوئے زمین کے اندر مردوں کو ہونے والے عذاب کو ملاحظہ فرمالیں اور وجہ بھی بتلائیں کہ کس وجہ سے

ہو رہا ہے۔ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے حبشہ میں فوت ہونے والے نجاشی بادشاہ کی موت سے باخبر ہوں۔ موتہ میں ہونے والی جنگ اور اس کی کیفیت کو ملاحظہ فرما کر بتلاتے جائیں کہ فلاں نے جھنڈا پکڑا، فلاں شہید ہو گیا، اب فلاں نے پکڑا، فلاں شہید ہو گیا......... اور فلاں کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی۔ مدینہ منورہ میں داخلے سے پہلے منافق کی موت کی خبر دے۔ تعجب ہوتا کہ جو آنکھ قیامت تک کے حالات کو مشاہدہ کرے، اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو شانِ مصطفیٰ ﷺ پہچاننے کی توفیق دے۔

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

مومنین کی بے مثال مائیں جن کی پاکیزگی کی گواہی قرآن مجید نے دی

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن

ازواج مطہرات کی سب سے بڑی فضلیت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حضور ﷺ کی بیبیاں فرمایا، ازواج النبی ﷺ اور آپ کی اولادِ پاک کی شانِ رفیع میں آیت تطہیر نازل فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے گھروں کو مہبط وحی الٰہی اور حکمت ربانی کا گہوارہ قرار دیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مکان کی عزت وتکریم مکین سے ہوتی ہے۔

دنیا کا بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو اپنی عظیم ترین ماؤں کے بارے میں اپنی ناپاک زبان دراز کرے۔ امہات المؤمنین کا انکار یا اُن کی شان عالی مرتبت میں بکواس کرنا دراصل اس بات کا ثبوت پیش کرنا ہے کہ مومنین کی بلند مرتبہ ماؤں سے اُن کا کوئی ایمانی، قلبی اور رسمی رشتہ نہیں ہے۔ امہات المؤمنین کی سیرت پر نہایت ہی جامع، مدلل اور تحقیقی کتاب، جس میں بد مذہب عناصر اور مستشرقین کے تمام بیہودہ اعتراضات کا علمی انداز میں منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔۔ یہ کتاب دِینی جامعات میں بھی داخلِ نصاب ہے۔

سانحہ افک

اور رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کی فتنہ انگیزی

اور حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت

عہد رسالت کا ایک انتہائی المناک سانحہ اور رُوح فرسا المیہ تاریخ میں واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے۔ اسلام کے دشمن‘ اسلام کی روز افزوں ترقی‘ شاندار فتوحات اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت‘ کامیابیاں اور ہادی اسلام کی عزت وشوکت کو دیکھ کر آتش زیر پا ہو رہے تھے اور اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ کھل کا مقابلہ کرنے کی ہمت سلب ہو چکی تھی ان کی باطنی خباثت ہر روز نئے نئے فتنے جگا کر مسلمانوں کو پریشان کرتی رہتی تھی۔ ان کے سرغنہ عبداللہ ابن ابی نے اب ایسی چال چلی جس نے قیامت برپا کردی۔ اسلامی معاشرہ کا عضو عضو دَرد سے چیخ اُٹھا۔ ساری فضا میں شکوک وشبہات کا ایک اندھیرا چھا گیا۔ ان ظالموں نے اس پاک ہستی کو اپنی بہتان تراشی کا ہدف بنایا جس کا براہ راست تعلق پیغمبرِ اسلام سرورِ عالم رحمت عالمیان ﷺ کی ذات سے تھا جس کی گرد راہ بھی رہروان جادۂ ہدایت کے لئے نور افشاں تھی۔ منافقین نے حضور سرور عالم ﷺ کی ذاتی عزت پر حملہ کر کے کمینگی اور دناءت کی حد کردی۔ اللہ تعالیٰ نے اس خانوادۂ رسالت کی عصمت وطہارت کی شہادت اپنی زبان قدرت سے دی اور اس سورۂ پاک میں وہ آیتیں نازل فرمائیں جن سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اور منافقین کو یقین ہو گیا کہ اُن کا کوئی منصوبہ اور اُن کی کوئی سازش اسلام کے شجرہ طیبہ کو اب اُکھیڑ نہیں سکتی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے ۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو ہمرکابی کا شرف بخشتے ۔ جب حضور غزوۂ بنی مصطلق پر روانہ ہوئے تو حسب معمول قرعہ ڈالا گیا تو میرا نام نکلا چنانچہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ گئی ۔ اُس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے ۔ میں ہودج میں بیٹھی تھی ۔ اور جب لشکر روانہ ہوتا تو میرا ہودج اُٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں ہودج اُتار دیا جاتا ۔ جب جہاد سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے واپسی کا قصد فرمایا ۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور رات بسر کی ۔ رات کے پچھلے حصّہ میں کوچ کی تیاری شروع ہوگئی ۔ میں قضائے حاجت کے لئے باہر گئی ۔ جب واپس آئی تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا ۔ میں اس کی تلاش میں پھر لوٹ گئی ۔ ہار تو مجھے مل گیا، لیکن جب واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کر چکا تھا ۔ جو لوگ میرے ہودج کو رکھنے اور پھر اُتارنے پر مامور تھے انھوں نے حسب عادت میرا ہودج اُٹھایا اور اونٹ پر کس دیا ۔ انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں بالکل ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں کیونکہ غذا مرغن نہیں ہوتی تھی اور میں تو کم عمر تھی اس لئے ہودج میں میرے نہ ہونے کا انھیں احساس تک نہ ہوا ۔ جب میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا ۔ یہ خیال کر کے کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں یہاں آئیں گے، میں وہیں ٹھہر گئی ۔ صفوان بن معطل کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے ۔ جب لشکر کوچ کرتا تو وہاں پہنچتے ۔ اگر کسی کی کوئی چیز پڑی ہوئی ملتی تو اُسے اُٹھا کر اُس کے مالک تک پہنچا دیتے ۔ میں چادر لپیٹ کر لیٹ گئی ۔ اتنے میں صفوان آ پہنچے ۔ ابھی صبح کا اندھیرا تھا ۔ انھوں نے کسی کو

دُور سے سویا ہوا دیکھا تو قریب آئے۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا' اس لئے مجھے پہچان گئے اور بلند آواز سے **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** پڑھا۔ اُن کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ انھوں نے اپنا اونٹ میرے قریب لاکر بٹھایا اور مجھے سوار کر کے چل دیئے۔ ہم دوپہر کے وقت لشکر سے آملے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے جب یہ دیکھا تو اُس نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ یہاں تک کہ مدینہ میں اس منافق نے اس شرمناک تہمت کو اس قدر اُچھالا اور اتنا شور مچایا کہ مدینہ میں ہر طرف اس افتراء اور تہمت کا چرچا ہونے لگا اور بعض مسلمان مثلاً حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم نے بھی اس تہمت سے کچھ حد تک متاثر ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس شرانگیز تہمت سے بے حد رنج و صدمہ پہنچا اور مخلص مسلمانوں کو بھی انتہائی رنج و غم ہوا۔ جب مدینہ میں پہنچی تو بیمار ہوگئی اور ایک ماہ تک بیمار پڑی رہی۔ لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوتا رہا لیکن مجھے قطعاً اس کا کوئی علم نہ تھا۔ البتہ ایک بات مجھے کھٹک رہی تھی کہ میری علالت کے وقت جو لطف و عنایت حضور ﷺ پہلے مجھ پر فرمایا کرتے تھے وہ مفقود تھی۔ حضور ﷺ جب مزاج پرسی کے لئے تشریف لاتے تو صرف اتنا دریافت کرتے **کیف تیکم** کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اس سے مجھے شک گزرتا' تاہم مجھے اس شرانگیز پروپگنڈے کی خبر تک نہ تھی۔ بیماری کے بعد میں بہت نقاہت اور کمزوری محسوس کرنے لگی۔ ایک رات میں اُمّ مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اُس وقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا اور ہم عرب کے دستور کے مطابق جنگل میں ہی جایا کرتی تھیں۔ اُمّ مسطح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ ہم دونوں جب فارغ ہو کر

واپس آرہی تھیں تو امِّ مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھا اور وہ گر پڑیں ۔ اُن کی زبان سے بے ساختہ نکلا ’**تعس مسطح**‘ کہ مسطح ہلاک ہو۔ مسطح اُس کا بیٹا تھا۔ میں نے کہا تم ایک بدری کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو؟ یہ بہت بُری بات ہے ۔ اُس نے کہا، کیا تم نے نہیں سُنا جو طوفان اُس نے برپا کر رکھا ہے؟ میرے استفسار پر اُس نے سارا واقعہ مجھے سُنا دیا۔ یہ سُن کر میرا مرض پھر عود کر آیا۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو پوچھا **کیف تیکم** ۔ میں نے عرض کی مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے ۔ مقصد یہ تھا کہ میں والدین سے اس خبر کے متعلق تفصیلی حالات دریافت کروں ۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ میں میکے چلی آئی ۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا: **یا امتاہ الم ذا یتحدث الناس بہ** ؟ امّی جان ! لوگ یہ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا بیٹی زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ۔ جب کوئی بیوی پاکیزہ صورت ہو اور اس کا شوہر اُسے محبوب رکھے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ میں نے کہا سبحان اللہ ! لوگ میرے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہیں ۔ میں رات بھر جاگتی رہی اور روتی رہی، صبح ہوئی تب بھی آنسو جاری تھے اور نیند کا نام ونشان تک نہ تھا۔ حضور ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا پورا پورا علم ویقین تھا مگر چونکہ اپنی بیوی کا معاملہ تھا اسی لئے آپ نے اپنی طرف سے اپنی بیوی کی براءت اور پاکدامنی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے ۔ اس درمیان میں آپ اپنے مخلص اصحاب سے اس معاملہ میں مشورہ فرماتے رہے تا کہ اُن لوگوں کے خیالات کا پتہ چل سکے ۔ (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب آپ نے اس تہمت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر ایک مکھی بھی بیٹھ جائے کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے تو بھلا جو عورت ایسی بُرائی کی مرتکب ہو خداوند قدس کب اور کیسے برداشت فرمائے گا کہ وہ آپ کی زوجیت میں رہ سکے !

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سایہ کو زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑ سکے تو بھلا اس معبود برحق کی غیریت کب یہ گوارا کرے گی کہ کوئی انسان آپ کی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایسی قباحت کا مرتکب ہو سکے !

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ آپ کی نعلین اقدس میں نجاست لگ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر خبر دی کہ آپ اپنی نعلین اقدس اُتار دیں‘ اس لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ اگر ایسی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرما دیتا کہ آپ اُن کو اپنی زوجیت سے نکال دیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب اسی تہمت کی خبر سُنی تو انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے بیوی۔ تو سچ بتا۔ اگر حضرت صفوان بن معطل کی جگہ میں ہوتا تو کیا تو یہ گمان کر سکتی ہے کہ میں حضور ﷺ کی حرم پاک کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا؟ تو اُن کی بیوی نے جواب دیا کہ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جگہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہوتی تو خدا کی قسم۔ میں کبھی ایسی خیانت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو مجھ سے لاکھوں درجے بہتر ہے اور حضرت صفوان بن معطل

رضی اللہ عنہ جو بدر جہاتم سے بہتر ہیں بھلا کیونکر ممکن ہے کہ یہ دونوں ایسی خیانت کر سکتے ہیں۔ (مدارک التنزیل)

جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو حضورﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کو بلایا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو میری براءت کی، اُن کے دل میں حضورﷺ کے اہل کی جو محبت تھی اس کو ظاہر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! اتنے رنجیدہ خاطر کیوں ہیں؟ اس کے علاوہ عورتوں کی کیا کمی ہے، کسی بھی عورت سے تشفی بخش معلومات حاصل کرلیں۔ اگر حضور تصدیق فرمانا چاہتے ہیں تو بریرہ رضی اللہ عنہا (آپ کنیز تھی) کو بلا کر دریافت فرمایئے وہ حقیقتِ حال سے آگاہ کردے گی۔ چنانچہ بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضورﷺ نے پوچھا اے بریرہ **هل رايت من شيء يريبك من عائشة** کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمھیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی شک ہو؟ اس نے عرض کی: مجھے اس خدا کی قسم جس نے حضورﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے اس کے سوا میں نے عائشہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا کہ آٹا گوندھا ہوا رکھا ہوتا ہے یہ اپنی کمسنی کی وجہ سے سو جاتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ کسی نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا کہ تو سچ کیوں نہیں بتاتی۔ تو اس نے کہا **سبحان الله والله ماعلمت عليها الامايعلم الصائغ على تبر الذهب الاحمر** خدا کی قسم! میں اُن کے متعلق اس کے سواء اور کچھ نہیں جانتی، جس طرح ایک زرگر خالص سرخ سونے کے متعلق جانتا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صفائی پیش کرنا:

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات پر بجا طور پر فخر تھا کہ سب بیبیوں کا نکاح ان کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا

نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مقابلہ کی نوبت بھی آجاتی تھی کہ ان کو حضور اقدس ﷺ کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور ان کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حسن و جمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مثل تھیں لیکن اس کے باوجود جب حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا تو انھوں نے قسم کھا کر یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم میں تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اچھی ہی جانتی ہوں' بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی

احی سمعی وبصری واللہ ماعلمت الا خیرا (بخاری باب الافک)

یہ تھی سچی دین داری ورنہ یہ وقت سوکن کے الزام لگانے کا تھا اور شوہر کی نگاہ سے گرانے کا۔ بالخصوص اس سوکن کو جو لاڈلی بھی تھی مگر اس کے باوجود زور سے صفائی کی اور تعریف کی۔

پھر سرور عالم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: **یا معشر المُسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھلی فو اللہ ماعلمت علی اھلی اِلّا خیرًا وما علمت علیٰ اھلی من سوءٍ**
'اے گروہ مسلمانان ! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے (اُس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا) جس کی اذیّت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا میں اپنے اہل کے خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا اور مجھے اُن سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں ہے۔ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اس معاملہ میں' میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے **ضربنا عنقہ** ہم اس کی گردن اُڑا دیں گے اور اگر وہ بنی خزرج سے ہے تو آپ اُن کے خلاف ہمیں

حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی‘ پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ ایک نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے اُن کو بھڑکا دیا‘ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ تمھیں علم ہے کہ وہ شخص خزرجی ہے‘ اس لئے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر وہ اوس قبیلے کا فرد ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے۔ غرض کہ تلخ کلامی یہاں تک بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ جائے۔ حضور ﷺ نے دونوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

حضور مخبر صادق ﷺ کی برسر منبر اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو سیدہ عائشہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہا دونوں کی براءت وطہارت اور عفت و پاکدامنی کا پورا پورا علم اور یقین تھا اور وحی نازل ہونے سے پہلے ہی آپ کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ منافق جھوٹے اور ام المومنین پاک دامن ہیں‘ ورنہ آپ برسر منبر قسم ارشاد فرما کر اُن دونوں کی اچھائی کا مجمع عام میں ہرگز اعلان نہ فرماتے مگر پہلے ہی اعلان عام نہ فرمانے کی وجہ یہی تھی کہ اپنی بیوی کی پاکدامنی کا اپنی زبان سے اعلان کرنا حضور ﷺ مناسب نہیں سمجھتے تھے‘ جب حد سے زیادہ منافقین نے شور وغل شروع کر دیا تو حضور ﷺ نے منبر پر اپنے خیال اقدس کا اظہار فرما دیا مگر اب بھی اعلان عام کے لئے آپ کو وحی الٰہی کا انتظار ہی رہا۔

میرے شب و روز گریہ وزاری میں گزرتے‘ لمحہ بھر کے لئے بھی نیند نہ آتی۔ میرے والدین کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اس طرح رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ایک دن میں رو رہی تھی۔ میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک انصاری عورت ملنے کے لئے آئی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ سلام فرمایا اور بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے کبھی بیٹھے نہ تھے۔

ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ میرے بارے میں کوئی وحی نہیں اُتری تھی۔ حضور ﷺ نے تشہد کے بعد فرمایا، اے عائشہ، تیرے بارے میں مجھے ایسی ایسی اطلاع ملی ہے۔ اگر تو پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری براءت کردے گا۔ اگر تجھ سے قصور سرزد ہو گیا ہے تو توبہ کرلے، کیونکہ بندہ اگر اپنے قصور کا اعتراف کرلے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ میرے آنسو یکدم خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ حضور ﷺ کو اس بات کا جواب دیں۔ انھوں نے فرمایا، میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ پھر میں نے والدہ سے کہا۔ انھوں نے بھی معذوری ظاہر کی۔ میں اگرچہ نوعمر تھی، زیادہ قرآن بھی پڑھا ہوا نہ تھا لیکن میں نے عرض کی بخدا آپ لوگوں نے ایک بات سُنی اور وہ تمھارے دِلوں میں جم گئی۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری بات نہیں مانیں گے۔ اور اگر میں ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جسے خدا جانتا ہے کہ میں بَری ہوں، تو آپ فوراً مان لیں گے۔ اس وقت میری مثال حضرت یعقوب علیہ السلام جیسی ہے، لہٰذا میں بھی وہی کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے کہی تھی ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۗ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ ﴾ (یوسف/۱۸)

پس صبر ہی اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو ۔۔ پھر میں منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت فرمائے گا لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے بارے میں آیات قرآنی نازل ہوں گی۔ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتی تھی۔

حضور ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے کہ نزول وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

سردی کے موسم میں بھی نزولِ وحی کے وقت پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگے تھے جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور ﷺ ہنستے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ تم خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد کرو کہ اس نے تمہاری براءت اور پاک دامنی کا اعلان فرمادیا۔ پہلی بات جو حضور ﷺ نے فرمائی وہ یہ تھی: **ابشر یاعائشة اما الله عزوجل فقد برؤك** اے عائشہ خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تیری براءت فرما دی ہے۔ میری والدہ نے مجھے کہا اے عائشہ اُٹھ اور حضور ﷺ کا شکریہ ادا کر۔ میں نے کہا بخدا میں نہیں اُٹھوں گی اور نہ کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گی جس نے میری براءت فرمائی۔ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا میں حضور کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی، اس کلام کے متعلق یہ وہم نہ کیا جائے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے انکار کیا، معاذ اللہ ! یا آپ رسول اللہ ﷺ سے ناراض تھیں بلکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر جو عظیم احسان کیا ہے اور اُن کو نعمت غیر مترقبہ عطا فرمائی ہے تو اس نعمت اور احسان پر سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرنی چاہئے ورنہ سیدہ عائشہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور آپ کے شکر کا کیسے انکار کرسکتی ہیں جب کہ یہ عظیم نعمت آپ کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ہی ملی تھی، اس لئے آپ کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ میں سب سے پہلے آپ کی تعظیم اور آپ کا شکر نہیں بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا شکر ادا کروں گی۔ اس طرح فرمانا آپ کا مقام ناز ہے) اُس وقت سورۂ نور کی یہ دس آیتیں نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ نے ان دس آیتوں کی تلاوت فرمائی :

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ
شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ
الْاِثْمِ ؕ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ؕ لَوْلَآ اِذْ
سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا
هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ؕ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ؕ فَاِذْ لَمْ
يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَآ
اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ؕ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ
بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ
عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ؕ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ
نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ؕ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ
تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؕ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِی
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورۂ نور/۲۰-۱۱)

بے شک جنھوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ ہے تم میں سے، تم اُسے اپنے لئے بُرا خیال نہ کرو بلکہ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔ ہر شخص کے لئے اس گروہ میں سے اتنا گناہ ہے جتنا اُس نے کمایا اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا اُن میں سے اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سُنی تو گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو کُھلا ہوا بہتان ہے (اگر وہ سچے تھے تو) کیوں نہ پیش کر سکے اس پر چار گواہ، پس جب وہ پیش نہیں کر سکے گواہ تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت دُنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تمہیں اس سخن سازی کی وجہ سے سخت عذاب (جب تم ایک دوسرے سے) نقل کرتے تھے اس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے اور کہا کرتے تھے اپنے مُونہوں سے ایسی بات جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا۔ نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سُنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم گفتگو کریں اس کے متعلق۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کہ دوبارہ اس قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایمان دار ہو۔ اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنی) آیتیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔ بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی اُن لوگوں میں جو ایمان لاتے ہیں (تو) اُن کے لئے دردناک عذاب ہے دُنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ تعالیٰ (حقیقت کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچ سکتے)۔

ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد منافقین کا اٹھایا ہوا یہ طوفان تھا اور اُن کا منہ کالا ہو گیا۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس طرح چمک اُٹھا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دِلوں کی دُنیا میں نورِ ایمان سے اُجالا ہو گیا۔ اگرچہ اس کا سرغنہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا، لیکن اُس نے اس شد و مد سے بات کا بتنگڑ بنایا کہ کئی سادہ لوح مسلمان اس کی لپیٹ میں آ گئے، چنانچہ حضرت حسان بن ثابت، مسطح اور حمنہ بنت جحش کا نام اسی زمرہ میں لیا جاتا ہے، اُنھیں حد قذف لگائی گئی اور عبداللہ بن ابی کو بعض اقوال کے مطابق حد لگائی گئی لیکن اکثر کا یہ خیال ہے کہ اس سے تعارض نہیں کیا گیا۔ اُسے خدا کی آتشِ انتقام میں ہمیشہ جلتے رہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ (ضیاء النبی ﷺ)

ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ اب جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر فحاشی کی تہمت لگائے، وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

حضرت مریم و حضرت عائشہ کی پاکی کی گواہی :

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی یہاں ایک علمی نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مریم پر تہمت لگی۔ پاکی کی گواہی کس نے دی؟ اُن کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایام شیرخوارگی میں پاکی کی گواہی دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی۔ پاکی کی گواہی کس نے دی؟ اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ کو قوت گویائی عطا فرمائی کہ اُس سے اُن کی برأت ظاہر فرما دی...... یہ گواہی ایک شیرخوار بچے نے دی۔ رب کتنا بڑا قادرِ مطلق ہے کہ پاکی کی گواہی وہ شیرخوار بچوں سے دِلا رہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی۔

اگر میرا رب چاہتا تو شیرخوار بچے پاکی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو مکے کی کنکریاں پاکی کی گواہی دیتیں۔ اگر میرا رب چاہتا تو درخت کے پتے پاکی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو دریا کے قطرے پاکی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو فلک کے ستارے پاکی کی گواہی دیتے۔ مگر میرے خدا نے فیصلہ عجیب فرمایا۔ اے محبوب معاملہ یہاں کا عجیب ہے۔ وہاں بچوں نے گواہی دی تھی۔ مگر یہاں تو انتظام یہ ہے کہ سب کو حکم مل چکا ہے کہ اے ستارو خاموش رہو۔ اے ذَرّو خاموش رہو۔ اے دریا کے قطرو خاموش رہو۔ اے پتھرو خاموش رہو۔ اے سنگریزو خاموش رہو۔ اے درخت کے پتو خاموش رہو۔ اور اے محبوب تم بھی خاموش رہو۔ یہ تمہاری زوجہ کی بات ہے میں گواہی دوں گا۔ میں بچوں سے گواہی نہیں دلواؤں گا بلکہ دُنیا کی کسی چیز سے بھی گواہی نہیں دلواؤں گا لہذا اے محبوب حکمت یہی ہے کہ تم بھی خاموش رہو، میں گواہی دوں گا۔ واقعی بڑا اچھا ہوگیا کہ رب تبارک وتعالیٰ نے گواہی دی، ورنہ اگر رسول گواہی دیتے اور بات رسول کی گواہی تک ہوتی، رسول جو کہتے وہ حدیث بنتی۔ اور جب حدیث یہاں تک پہونچتی تو نہ جانے راویوں کا کیا حال ہوتا، اور دشمنِ رسول، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شانِ عظمت کے اُوپر نہ جانے کیسے کیسے داغ لگاتا۔ حدیث میں جرح کرتا، راویوں سے ٹکراتا، متن سے اُلجھتا، کیا کرتا معلوم نہیں۔۔ لہذا، اہتمام یہ فرمایا گیا کہ اے محبوب تم نہ بولو۔ تم بولو گے تو حدیث بنے گی۔ میں گواہی دوں گا تو وہ قرآن کا جزو ہوگی۔ اب یہ قرآن ہے، لہذا اب جو پاکی پر ایمان نہ لائے اُس کا کفر اظہر من الشّمس ہے۔

بیوقوف لوگ یہ سوچتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اگر معلوم ہوتا تو کیوں نہ بول دیتے۔ پاکی کی گواہی خود ہی دیدیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول کو خبر نہیں تھی۔ اے نادانو!

رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہے، جب ہی تو خاموش ہیں کہ اُدھر سے آیت آنے والی ہے مَیں کیوں کہوں۔ (خطبات شیخ الاسلام)

جو منافقین آیات براءت کے نزول کے بعد بھی اپنے اس افتراء پر قائم رہے اور توبہ نہیں کی تو انہیں ملعون قرار دیا۔ انہیں دُنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم کی وعید سُنائی گئی **لعنوا فی الدُنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم**۔ آج بھی وہ لوگ (روافض) جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے قائل نہیں، وہ بھی اسی وعید کے مستحق ہیں وہ قرآن کے منکر اور دُنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم کے مستحق اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (بحوالہ فیوض الباری)

اعتراضات اور جوابات :

(☆) ایک اعتراض یہ ہے کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا پہلے سے علم تھا تو آپ نے اس مسئلہ میں اصحاب سے استصواب کیوں کیا اور حضرت بریرہ سے سیدہ عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس لئے کیا تھا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب اُن کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انہوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق اور تفتیش نہیں کی، آپ نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا، سیدہ عائشہ کی سوکن (سیدہ زینب بنت جحش) سیدہ عائشہ کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے سیدہ عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا حتیٰ کہ سب نے سیدہ عائشہ صدیقہ کی برأت اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم سیدہ عائشہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

(☆) نزول وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا سیدہ عائشہ کی برأت کے متعلق علم، اور شبہات کے جوابات : اس حدیث میں ایک بحث یہ ہے کہ آیا نزول وحی سے پہلے نبی کریم ﷺ کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور برأت کا علم تھا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے حضور ﷺ کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقیناً علم تھا، کیونکہ جب اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

فوالله ماعلمت على اهلى الا خير او قد ذكروا رجاما علمت عليه الا خيرا

(صحیح بخاری) بخدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور انہوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اُس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

باقی رہا یہ کہ نبی کریم ﷺ کو جب سیدہ عائشہ صدیقہ کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے سیدہ عائشہ کی طرف توجہ کم کیوں کر دی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا سیدہ عائشہ صدیقہ کی طرف کم توجہ کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس تہمت کے بعد آپ کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدہ عائشہ صدیقہ کی برأت کا اعلان نہ ہو جائے، اُس وقت تک آپ توجہ کم رکھیں تا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں تھی۔

(☆) اعتراض یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ سے یہ کیوں فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی اتمامِ حجت کے لئے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ قرآن مجید میں اس قسم کی

بکثرت مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **﴿فان کنت فی شك مما انزلنا الیك فسئل الذین یقرء ون الكتٰب من قبلك﴾** (یونس/۹۴) تو اگر آپ کو (بالفرض) اس چیز کے متعلق شک ہو، جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے سوال کیجئے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے عہد لینے کے بعد فرماتا ہے:

﴿فمن تولیٰ بعد ذٰلك فاولٓئك هم الفٰسقون﴾ (آل عمران/۸۲)

پھر جو کوئی اس کے بعد (بالفرض) اس عہد سے پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

﴿قل ان كان للرحمٰن ولد فانا اول العٰبدین﴾ (زخرف/۸۱)

آپ فرمایئے! اگر (بہ فرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

سو اسی اعتبار سے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ اور یہ تحقیق و تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے فرمایا تھا، اور اس ارشاد میں اُمت کے لئے نمونہ رکھنا تھا کہ اپنے اہل کی رعایت سے تحقیق میں کوئی کمی نہ کی جائے اور یہ تعلیم دینی تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے غلطی ہو جائے تو وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتلانا تھا کہ جس شخص سے یہ غلطی سرزد ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکیزگی کا علم تھا تو آپ اس قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غم اور صدمہ کی وجہ یہی تو تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے، نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل

ہو گئے تھے' ایسے میں اگر رسول اللہ ﷺ از خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کرتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ آپ اپنے اہل کی رعایت فرما رہے ہیں اور آپ کے متعلق بدگمانی کرکے کافر ہو جاتے۔ نبی کریم ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ تو جب نبی کریم ﷺ کو ہر نبی کی زوجہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہو گا۔

آجکل بھی بعض لوگ بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں اور اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب موشگافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے ! اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں سیدہ عائشہ کی برأت کا اعلان کیوں نہ کر دیتے وغیرہ۔ جنھیں سُن کر دِل دَرد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے اور یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ لوگ جو اپنا سارا زُورِ بیان اور قوتِ استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں اُن کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی' رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ وہ خود سوچیں' اگر اُن کی بہو بیٹی پر ایسا بہتان لگایا جائے یا خود اُن کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے' اگرچہ انھیں اپنی پاکدامنی کا حق الیقین بھی ہو تو کیا اُن کا جگر چھلنی نہیں ہو جائے گا (کیا اُنھیں دِلی صدمہ نہیں ہو گا؟) نزولِ وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں اُن کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں ! ابتلاء میں شدت' اُس کی مدت میں طوالت' بایں ہمہ صبر و استقامت کا مظاہرہ...... ان تمام اُمور میں بھی لطف ہے۔ اس کی قدر و منزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

رئیس المنافقین بد بخت عبداللہ ابن ابی کے لئے نبی کی دُعا بھی مفید نہیں

﴿اِسۡتَغۡفِرۡلَهُمۡ اَوۡ لَاتَسۡغۡفِرۡلَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ (التوبہ/۸۰)

’ آپ بخشش طلب کریں اُن کے لئے یا نہ کریں‘ اگر آپ بخشش طلب کریں اُن کے لئے ستّر بار جب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ انھیں۔ یہ محض اس لئے کہ انھوں نے انکار کیا اللہ کا اور اُس کے رسول (مکرم) کا۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔‘

رئیس المنافقین بد بخت عبداللہ ابن ابی منافق کا بیٹا‘ جس کا نام حباب تھا اور حضورﷺ نے اُس کا نام بجائے حباب کے عبداللہ رکھا۔ فرمایا کہ حباب شیطان کا نام ہے یہ لڑکا نہایت مخلص مومن تھا۔ جب اُن کا باپ یعنی ابن اُبی منافق مرض موت میں گرفتار ہوا تو انھوں نے عرض کیا کہ میرے باپ کے لئے دُعائے مغفرت فرما دیں۔ حضورﷺ نے اُن کی دِلجوئی کے لئے اُس کے حق میں دُعائے مغفرت کی‘ تب آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس ابن اُبی کے مرجانے کے بعد حضورﷺ سے صحابی بیٹے عبداللہ نے عرض کیا کہ حضور میرے باپ کو اپنی چادر شریف عطا فرما دیں اور اُس کی نماز جنازہ پڑھیں‘ حضورﷺ نے منظور فرمایا۔ کفن کے لئے قمیص کا نہ دینا مکارم اخلاق کے خلاف تھا‘ اس لئے آپ نے قمیص عطا فرمائی۔ جب اس کی نماز جنازہ پڑھانے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور یہ تو منافق تھا۔ فرمایا مجھے رب نے ابھی منافقوں کے لئے دُعائے مغفرت سے منع نہیں فرمایا ہے

بلکہ اختیار دیا ہے اور فرمایا کہ اگر (۷۰) بار بھی اُن کی بخشش کی دُعا کرو گے ہم نہیں بخشیں گے۔ میں ستر سے زیادہ بار دُعا کروں گا تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم﴾ (تفسیر رُوح المعانی)

پھر بعد میں وہ آیت کریمہ نازل ہوئی **﴿ولا تصل علی احد منهم ......﴾** (خازن بیضاوی) جس کے بعد کفار و منافقین کے لئے دُعائے مغفرت ممنوع ہوگئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی مغفرت نہیں کرے گا اور آپ کو اس وقت تک اُن کے لئے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا اس لئے آپ نے فرمایا: میں اُن کے لئے استغفار کروں گا اور استغفار کرنے سے آپ کی غرض اُن کے لئے مغفرت حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ ابن ابی کے مخلص مومن بیٹے عبداللہ اور اس کی قوم کی دلجوئی اور اس حسن خلق کی وجہ سے اس کی قوم کو مسلمان کرنا آپ کا مطلوب تھا۔ یہ آیات رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کو ثابت کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب ﷺ ! یہ منافقین نا قابل معافی ہیں اُن کے لئے دُعائے مغفرت کریں یا نہ کریں برابر ہے۔ اگر آپ (۷۰) بار بھی اُن کی بخشش کی دُعا کریں اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس کے نہ بخشے کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی دُعا یا استغفار میں تاثیر نہیں یا ہم آپ کی مانتے نہیں ...... بلکہ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ رسول کے منکر ہیں۔

منافقین کی نمازِ جنازہ کی ممانعت

No funeral prayers over the hypocrites

مخالفین کا ہمیشہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے حضور نبی کریم ﷺ کو ممانعت فرمائی۔ اگر حضور ﷺ کو علمِ غیب ہوتا تو آپ عبداللہ ابن اُبی کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھائے؟

بدعقیدہ و بدمذہب لوگوں کا یہ اعتراض یا تو تعصّب کی بناء پر ہے یا جہالت سے۔ اُنھیں ابھی تک یہ خبر نہیں کہ جس آیت میں منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی ممانعت آئی ہے کیا عبداللہ ابن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے قبل اُتری یا بعد۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ پہلے نازل ہوئی تو یہ اُن افراد کا حضور نبی کریم ﷺ پر بہت بڑا الزام ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ عبداللہ ابن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد آیت نازل ہوئی تو پھر کسی صورت عدمِ علمِ نبی ﷺ کا سوال تک پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ محض اُن کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ کیا جانیں کہ اس واقعہ میں حضور ﷺ کے پیشِ نظر کیا مصلحت وحکمت تھی اور یہ عمل تو آپ کے علم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے :

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾ (التوبہ/۸۴)

’اور نہ پڑھیے نمازِ جنازہ کسی پر اُن میں سے جو مر جائے کبھی‘ اور نہ کھڑے ہوں اُس کی قبر پر‘ بیشک اُنھوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رُسولِ مکرم کے ساتھ۔ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔‘

حضور نبی کریم ﷺ نے جب نمازِ جنازہ پڑھائی تو یہ آیات شریفہ نازل ہوئیں کہ آپ اُن پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اُن کی قبر پر کھڑے ہوں، اس لئے کہ وہ اللہ وَرسول سے منکر ہوئے۔ یہ ممانعت اُس کی نمازِ جنازہ کے قبل نہ تھی، نیز حضور ﷺ نے خود فرمایا کہ میں اختیار دیا گیا ہوں کہ ان کی مغفرت چاہوں یا نہ چاہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ ابن اُبی، مرضِ موت میں مبتلا ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لے تشریف لے گئے۔ اُس نے التماس کی کہ جب وہ مرجائے تو حضور ﷺ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اُس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اُس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لئے اُسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے اُوپر والی قمیص بھیجی۔ اُس نے پھر گذارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہئے جو آپ کے جسد اطہر کو چُھو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے تھے، عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ ! آپ اُس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قیمص کیوں مرحمت فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا: اے عمر۔ **ان قميصى لا يغنى عنه من الله شيئًا فلعل الله ان يدخل به الفاً فى الاسلام** (کبیر) اے عمر۔ اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف با سلام کرے گا۔

منافقوں کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبداللہ ابن ابی کے پاس رہتا تھا۔ انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لئے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو اُن کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس رحمت عالمیاں کی بارگاہ بیکس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے

ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالتِ مایوسی میں اُن کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں۔ اب ہی کیوں نہ اُن پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گذشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اُن کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اُسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حسنِ خلق سے مشرف باسلام ہوئے۔ **اسلم منهم يومئذ الف** (کبیر)

جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا، لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچالیا۔ جب وہ مرگیا تو اُس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا، حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اُس کا جنازہ پڑھ کر اُسے دفن کر آؤ۔ اُس نے عرض کی، حضور خود کرم فرمادیں۔ اس پیکرِ عفو وعنایت نے منظور فرمالیا۔ اُٹھے اور اُس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر گذارش کی یارسول اللہ۔ اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے قمیص کیوں عطا فرمائی۔ مفسرین نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قمیص پھٹ گئی تھی، حضور ﷺ نے انھیں قمیص پہنانا چاہی کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ دراز قامت تھے، عبداللہ ابن ابی کا قد بھی بڑا لمبا تھا اس لئے اُس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انھیں پوری نہ آئی۔ اللہ کے رسول نے چاہا کہ اُس کا یہ احسان دُنیا میں ہی اُتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ تعلیم دی کہ ﴿**و اما السائل فلا تنهر**﴾ اے محبوب ! آپ کسی سائل کو نہ جھڑکو۔ سائل کہتے ہیں سوال کرنے والے کو۔ یہ سوال کرنے والے بھی عجیب عجیب ہیں۔

کچھ دُنیا کا سوال کرتے ہیں، کچھ آخرت کا سوال کرتے ہیں، کچھ نجات کا سوال کرتے ہیں، کچھ مغفرت کا سوال کرتے ہیں، کچھ دُنیوی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں، کچھ آخرت کی فلاح کا سوال کرتے ہیں۔ کسی سائل کو نہ جھڑکیئے ۔ اس لئے حضورﷺ نے اُس کے سوال کو رَد نہ کیا۔ اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضورﷺ نے بیان فرمائی کہ اس قمیص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک ہزار منافقوں کو دولتِ ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے اور بڑی برکت کیا ہوسکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ وہ بدنصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اُس کی بخشش نہیں ہوگی اور اُس کے لئے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی لیکن صاحبِ ایمان کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، اُس کے لئے اگر اللہ کے محبوب کے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھ جائیں تب مغفرت یقینی ہے ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء/٦٤)

اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی، یارسول اللہ (ﷺ) اُن کی سفارش کریں تو بیشک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (نورالعرفان)

اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت ایمان نصیب فرمادے اور اس دُنیا میں بھی اور روز محشر بھی حضورﷺ کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین بجاہ شفیع المذنبین

عبداللہ بن اُبی کے نفاق کے باوجود
اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی مزید توجیہات :

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی منافق ہے اُن کا یہ یقین ابن اُبی کے ظاہر احوال پر مبنی تھا اور نبی ﷺ نے اُن کے اس یقین پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمانوں کے حکم میں تھا اور آپ نے بطور استصحاب اسی ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، نیز آپ کو اُس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی جو نہایت مخلص اور صالح مومن تھے اور اُس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی اور ایک شر کو دُور کرنا مقصود تھا اور ابتداء میں نبی کریم ﷺ مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور اُن کو معاف اور دَرگزر کرتے تھے، پھر آپ کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہوں، اُن کے ساتھ آپ کے دَرگزر کرنے کا معاملہ بدستور جاری رہا، اور اُن کو متنفر نہ کرنے اور اُن کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی اسی لئے آپ نے فرمایا تھا ’کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں‘ اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتاً ممانعت نہیں کی گئی تھی، اس تقریر سے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی کریم ﷺ کے متعلق جو اشکال ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت:

قرآن مجید میں اس استغفار سے منع کیا ہے جس سے مقصود مغفرت کا حصول ہو اور نبی کریم ﷺ نے ابن اُبی کے لئے جو استغفار کیا تھا اس سے مراد اُس کے بیٹے کی دِلجوئی اور اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کا اسلام تھا جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دُور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اس روایت کو امام جریر طبری نے روایت کیا ہے۔ (تبیان القرآن)

دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا اور اس سے قبر پر اذان کا استدلال :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ﴾ آپ منافقین میں سے کسی کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔ (التوبہ/۸۴)

نبی کریم ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ میت کے دفن کئے جانے کے بعد اُس کی قبر پر کھڑے رہتے اور اُس کے لئے دُعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دُعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے' اس دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی نماز جنازہ پڑھائی' اُن کو قبر میں اُتارا' جب اُن کی قبر کی مٹی برابر

کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے **سبحان اللہ** کہا اور ہم نے بہت دیر تک **سبحان اللہ** کہا، پھر آپ نے **اللہ اکبر** کہا اور ہم نے بھی **اللہ اکبر** کہا، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ ! آپ نے **سبحان اللہ** اور **اللہ اکبر** کس وجہ سے کہا۔ آپ نے فرمایا: اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی حتیٰ کہ اللہ نے اس پر کشادگی کر دی۔ (مسند احمد)

علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے کیونکہ اذان میں بھی اللہ کا ذکر ہے اور اس سے میت سے عذاب ساقط ہوتا ہے اور توحید وَ رسالت کے ذکر سے میت کو سوالات کے جوابات کی تلقین ہوتی ہے۔ تاہم اس عمل کو کبھی کبھی کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے۔ (تبیان القرآن)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) عبد اللہ ابن اُبی جیسا سخت منافق بھی جانتا تھا کہ حضور ﷺ کے تبرکات قبر میں مشکل کشائی کرتے ہیں۔ آج جو اس کا انکار کرے اور کہے کے قبر میں تبرکات لے جانا محض بیکار ہے صرف اپنے اعمال ہی فائدہ دیں گے وہ اس منافق سے بھی بدتر ہے۔

(☆) کافر و منافق کے لئے کوئی تبرک قبر و حشر میں مفید نہیں کیونکہ اس کے پاس ایمان نہیں۔ بغیر جان کوئی دوا مفید نہیں، بغیر ایمان کوئی تبرک مفید نہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میری چادر اُسے فائدہ نہ دے گی۔

(☆) حضور ﷺ کے ہر عمل میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں دیکھو منافق کو چادر شریف عطا کی، اس کی نماز جنازہ پڑھی یہ جانتے ہوئے کہ اس کے لئے یہ چیزیں بیکار رہیں

مگر اس عمل شریف کی برکت سے ایک ہزار منافقوں کو ایمان مل گیا۔ چادر نے منافقوں کو ایمان بخشا۔

(☆) حضور ﷺ کے تبرکات، تہبند شریف، چادر مبارک، بال شریف وغیرہ مومن کے لئے قبر میں کام آتے ہیں۔

(☆) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان بہت بلند و بالا ہے کہ آپ کی رائے کے مطابق بہت سی آیات آئیں چنانچہ آپ کی رائے کے مطابق شراب کی حرمت، مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانا۔ عورتوں کے پردہ واجب ہونے، کافر قیدیوں سے فدیہ لینا، منافقوں پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی آیت یعنی یہ آیات آپ کی رائے کے مطابق آئیں (کبیر) اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔۔ یا فرمایا کہ گذشتہ اُمتوں میں الہام والے اولیاء ہوئے، اگر میری اُمت میں ہوں تو وہ عمر ہیں۔ یعنی اس اُمت میں ضرور ہوں گے کہ یہ اشرف اُمت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ الہام والے ہیں۔

(☆) مردہ کافر و منافق کو مرحوم کہنا یا رحمتہ اللہ یا رضی اللہ عنہ کے القاب دینا، یا اُن کے لئے ختم قرآن مجید کرنا، اُن کے لئے فاتحہ ایصال ثواب کرنا حرام ہے۔

(☆) کافر و منافق کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے۔

(☆) جو منافق یا کافر توبہ کر کے مسلمان مخلص ہو کر مرے اُس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ جو تمام عمر منافق ہی رہے اور رہتے ہوئے مرے اس پر نماز نہیں۔

(☆) کافر و منافق کی قبر کی زیارت کرنا وہاں پھول چڑھانا، وہاں فاتحہ پڑھنا، کسی ہندو کی سمادھی پر پھول وغیرہ ڈالنا حرام ہے۔ افسوس کہ مسلمان یہ سبق بھول گئے۔ وہ مشرکین کی خوشامد میں تلک ہندو کے مرثیے لکھنے لگے۔ گاندھی کی سمادھی پر

پھول چڑھانے، اس کی ِکر یا گرم کرنے گنگا جانے لگے۔

(☆) حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ مومنہ ہیں۔ کافر و منافق کی قبر کی زیارت ممنوع ہے اور حضور ﷺ بہ اجازت رب تعالیٰ حضرت آمنہ کے مزار پر انوار پر مدینہ منورہ سے سفر کر کے زیارت کے لے تشریف لے گئے۔

(☆) ہر کلمہ گو مومن نہیں، بعض کافر بھی ہیں...... لہذا ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ نہیں۔ کلمہ گو منافقین کو قرآن مجید نے کافر کہا اور اُن پر نماز سے منع کیا۔

(☆) حضور ﷺ کی عظمت کا انکار رب تعالیٰ کا انکار ہے، منافقین اللہ تعالیٰ کے منکر نہ تھے حضور ﷺ کے مرتبہ سے جلتے تھے اُن کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا **کفر وابالله۔**

اُمت (73) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی :

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **وان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین وسبعین ملة وتفترق اُمتی علیٰ ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة ° قالوا من هی یا رسول الله ° قال ما انا علیه وأصحابی** بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی اُن میں ایک فرقہ کے سوا باقی تمام فرقے والے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ والے کون ہیں (یعنی جنّتی فرقہ کی پہچان کیا ہے؟) حضور ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ اسی مذہب پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔
(ترمذی، مشکوٰۃ)

اس حدیث میں افتراق اُمت مسلمہ (انتشار اور فرقہ بندی) کی پیشن گوئی ہے کہ عنقریب یا بہت جلد متفرق ہو جائیں گے۔ یہ خبر 'علمِ غیب' ہے۔

اُمّت میں ابھی تہتر (۷۳) فرقے ہوئے نہیں مگر حضور ﷺ نے ارشاد فرما دیا کہ میری اُمت (۷۳) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ ہر راستہ پر آپ کی نظر ہے ہر بھٹکنے والے پر آپ کی نظر ہے۔ ہدایت کا راستہ وہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ یعنی سُنّت کا راستہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا راستہ ہی ہدایت کی منزل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روش 'سُنّتِ رسول' صحابہ رضی اللہ عنہم کی روش 'سُنّتِ صحابہ' جس کو مختصر کیا اہلِ سُنّت وَ جماعت اور بھی مختصر کیا تو آپ نے سُنّی کہہ دیا۔ اب اللہ کے رسول ﷺ نے کیا بات فرمائی۔ 'اہلِ سُنّت وَ جماعت' جو ایمان والے ہیں، جو سُنّت والے ہیں، اُن کا راستہ صحیح راستہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے طریق کو بعینہٖ اپنے صحابہ کا طریق بتلایا ہے یعنی اُن کی راہ چلنا، میری راہ چلنا ہے اور اُن کی پیروی، میری پیروی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلائے اور دُشمنانِ اسلام کے فریب سے بچائے۔ ہر مسلمان کو دِیدۂ بینا اور عقلِ سلیم عطا فرمائے کہ وہ جلتے ہوئے چراغوں کو نہ بجھائے بلکہ بجھے ہوئے چراغوں کو روشن کرے۔ اندھیروں میں اُجالا کرے۔ اُجالوں کو اور بالا کرے۔ ☆☆

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دِل بھی چمکا دے، چمکانے والے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْن
وَصَل اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

شجرۂ نسب حضور شیخ الاسلام

(بزبان اُردو منظوم)

(اخترؔ : حضور شیخ الاسلام کا تخلص ہے)

بخش دے یا رب شفیعِ دوسرا کے واسطے   **سَرور وسیّد محمد مصطفےٰ** کے واسطے
یا الہٰ العالمین نارِ جہنم سے بچا   فاطمہ کے واسطے مشکل کُشا کے واسطے
برگزیدہ کر عمل کو اور ایماں کو حسن   سبط اکبر اس حَسن کے اجتبا کے واسطے
دیدے تو بزم حسیناں میں مجھے دوہرا مقام   اس مثنائے حَسن کی ارتقا کے واسطے
میں رہوں اللہ کا بندہ کھرا بے ریب وعیب   سیّد عبداللہ محض الاولیاء کے واسطے
یاالٰہی دیکھ لوں مَیں بھی تو جلوہ طور کا   شاہ موسیٰ الجون نور الاصفیا کے واسطے
یا الٰہی بندگی کا تاج زیبِ سَر رہے   سیّد عبداللہ عبد بے ریا کے واسطے
جلوۂ وحدت رہے سرمایہء قلب ونظر   شاہ موسیٰ پیکرِ صدق وصفا کے واسطے
یاالٰہی مجھ کو دیدے نغمۂ داؤد بھی   سیّدی داؤد خوشخو خوش نوا کے واسطے
یاالٰہی مرتے دَم تک رکھ محمد کا غلام   حضرت سیّد محمد کی ولا کے واسطے
زندگی وہ دے کہ جس پر کہہ پڑیں سب زندہ باد   سیّدی یحییٰ کی شانِ جانفزا کے واسطے
اپنی ہر ہر سانس میں اللہ کا بندہ رہوں   سیّد عبداللہ جیلی کی ادا کے واسطے
نفسِ بَد کو مار کر پا جاؤں مَیں پوری صلاح   میر ابوصالح بڑے جنگ آزما کے واسطے
الغیاث الغیاث یا غیاثَ العالمین   **غوث اعظم** بندۂ قدرت نما کے واسطے
دِین کا ہو تاج سَر پر رزق میں ہوں برکتیں   تاج دین اس عبدالرزاق اولیاء کے واسطے
دِین کا ناصر بنا اور دِین کا کردے عمود   اس عماد الدین نصر الاتقیا کے واسطے
نصرتِ دینِ محمد میں رہوں مَیں عمر بَھر   شاہ بونصر اس محمد کی ضیاء کے واسطے
دِین کی تلوار دیدے زندگی بھر ہاتھ میں   سیف دین یحییٰ کے زہد واتقا کے واسطے
آفتاب دینداری ہو جبین میں جلوہ گر   شمس دین جیلی کی تنویر وضیا کے واسطے

ہو بلندی دِین وایمان کو مرے پوری نصیب   اس علاؤ الدین علی کی ارتقاء کے واسطے
ماہ کامل دین کا کردے بہ اندازِ حَسن   بدر دین شاہ حسن کی ہر ضیاء کے واسطے
نام احمد ہو زباں پر شانِ عباسی کیساتھ   سید ابوالعبّاس احمد بے ریا کے واسطے
مَرتے دم بس یاغفورُ یا غفورُ کا ہو ذکر   سیّد عبدالغفور حق آشنا کے واسطے
آنکھ میں دے نور میرے رزق میں دے وسعتیں   **نورِ عین عبدِ رزاق** اولیاء کے واسطے
میری دُنیا ہو حَسین اور میرا عقبیٰ ہو حَسین   شہ حسن سردار بزم اتقیا کے واسطے
دِل میں عشقِ محمد لب پہ ہو حمدِ خدا   شہ محمد اشرفِ شاہ ہدیٰ کے واسطے
میرا سَر ہو اور سودائے محمد مصطفےٰ   حضرت سیّد محمد اولیاء کے واسطے
یاالٰہی نفسِ بَد پر مجھکو دے فتح مبین   سیّد بوالفتح جیسے بے ریا کے واسطے
دونوں عالم سے غنی کردے مجھے بندہ نواز   شاہ عثمان صاحب ملک غنا کے واسطے
اے مرے رحمٰن ہر دل میں بنا مجھکو عزیز   اس عزیز ذات رحمٰن کے علا کے واسطے
یاالٰہی میں بھر دے دِین کا حُسن وجمال   شہ جمال الدین کے صدق وصفا کے واسطے
دِل محمد پر فدا ہو سَر میں ہو سَودائے غوث   اس محمد غوث کے حُبّ و ولا کے واسطے
اے خدا تیری نوازش ہر گھڑی مجھ پر رہے   شہ نواز اس صاحب جود وسخا کے واسطے
یاالٰہی عمر بھر خاکِ دَرِ اشرف رہوں   اس تراب اشرف کے زہد بے ریا کے واسطے
مست کردے مست رکھ اور اپنے مستوں میں اُٹھا   حضرت سیّد قلندر کی ولا کے واسطے
یا الٰہ العالمین منصب مرا کردے بلند   سیّد منصب علی کی ارتقاء کے واسطے
ہر گھڑی مجھ پر الٰہی تیرا ہو فضل وکرم   سیّد فضل حسین بے ریا کے واسطے
نذر کردوں اشرف سمناں کو اپنی جان ودِل   نذر اشرف کی حکیمانہ ادا کے واسطے
وہ محدث وہ فقیہ عصر وبحرالعلوم   ہاں اسی شمس ہُدیٰ کی ہر ضیاء کے واسطے
ایک اختؔر ہی کیا سب مومنوں کو بخشدے   مصطفےٰ اور مرتضیٰ اور مجتبیٰ کے واسطے

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن